

۳۸۵

انوار العارفين

حافظ ممتاز احمد پشی (ایم اے)

بیتی تختیاور موعظ دھانڈلہ صلح بھکر کے مستشرق ہاور و مہر و ہور
علی و روحانی فقیر خاندان کا مستند تاریخی تذکرہ

انوار العارفين

— از —

فقیر حافظ ممتاز احمد پشی (ایم اے)

خطیب مدرس مدرسہ انوار العلوم

کچھری روڈ ملتان

جُمْلہ حقوقِ بحق مؤلف محفوظ ہے



53349

نام کتاب ----- انوار العارفین
 نام مؤلف ----- فقیر حافظ ممتاز احمد چشتی (ایم اے)
 تاریخ اشاعت ----- جنوری ۱۹۹۰ء

ہدیہ -----

مطبع ----- الخطاط پرنٹنگ پریس ملتان



ب



انتساب

گرامی قدر آباؤ احب داد کے نام

جنہوں نے

قلوب و اذہان کی گہرائیوں میں

فقر و علم کے لازوال نقوش ثبت کیے۔

ع۔ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف



فہرست عنوانات

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان |
|------|--|------|--|
| ۳۶ | گلشنِ فقر میں بہارِ جاودانی | ۱ | عرضِ مؤلف |
| ۳۷ | حضرت عاشقِ خان رحمۃ اللہ علیہ | ۶ | تقریب |
| | کے مزید حالات | ۹ | ہمارے خاندان کے ابتدائی حالات |
| ۴۱ | حضرت فقیر نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد | ۱۱ | قبیلے پر لقب کا غلبہ استعمال |
| " | حضرت مولوی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ | ۱۲ | حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۴۳ | عمرہادر کعبہ وبت خانمے نالذہیات | ۱۷ | حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ |
| " | تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں | ۱۸ | مناقبِ سلطانی پر تبصرہ |
| ۴۴ | عارف سلطان حضرت فقیر | ۲۰ | حضرت موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ |
| | میالِ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ | ۲۳ | حضرت سلطان العارفین کی حضرت موسیٰ شاہ |
| " | ابتدائی حالات | | کے بارے وصیت |
| ۴۵ | بستی بختاور میں تشریف آوری | ۲۵ | حضرت محمود ستانہ قادری رحمۃ اللہ علیہ |
| ۴۶ | بستی بختاور کی شہرت کی اصل وجہ | ۲۸ | چند حقائق روشن ہو گئے |
| ۴۸ | ملک بختاور کی مخلصانہ گزارش | ۳۲ | حضرت محمود ستانہ کی اولاد |
| ۴۹ | حضرت فقیر صاحب کی صورت بہیرت | ۳۳ | حضرت حافظ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ |
| " | اور اخلاق و عادات | ۳۴ | فیضانِ قادریت کے دریا کا جوش و خروش |
| " | حلیہ ، لباس ، خوراک | ۳۵ | تجھے کیا خبر کہ کیا ہے نگہِ قلمِ درانہ |
| ۵۰ | نشست و برخاست ، اندازِ گفتگو | ۳۶ | بیا جانِ جاناں کہ در انتظارم |

| | | | |
|----|----------------------------------|----|---------------------------------------|
| ۶۳ | کشف و کرامات | ۵۰ | عجز و انکساری |
| ۶۶ | بحری بھاز کو گرداب سے بچانا | ۵۱ | نام و نمود اور شہرت سے نفرت |
| " | بھکر کی بجائے سکھر | ۵۲ | عبادت و ریاضت، زہد و قناعت |
| ۶۷ | مہمان آئے ہیں۔ | " | اور شانِ استغناء |
| " | شاہ صاحب پر وجد و گریہ کی کیفیت | ۵۳ | جاگیر قبول کرنے سے انکار |
| " | ایک ہی رات میں حصولِ مراد | ۵۴ | بے ہوشم و باہوشم بے کارم و باکارم |
| ۶۸ | کافی گرم کے سادات کی امداد | ۵۵ | تعلیمات |
| ۶۹ | ساداتِ کافی گرم کی فقیر صاحب | ۵۶ | تعویذات اور عملیات سے بے توجہی |
| " | سے عقیدت | " | حضرت فقیر صاحب کا تعویذ |
| ۷۰ | بی بی سیدہ زہرا لال کا پیغام | ۵۷ | تعویذ یا درسِ توحید |
| " | فقیر صاحب کا جواب | ۵۸ | ذوقِ سماع |
| ۷۱ | قرآن مجید سے نقد رقم برآمد | " | وجد و حال کی عجیب کیفیت |
| ۷۲ | کنویں کا نام و نشان مٹا دیا۔ | ۵۹ | حضرت فقیر صاحب کی شہرت اور مقبولیت |
| ۷۳ | دریائے سندھ کی طغیانی اور کٹاؤ | ۶۰ | شیر کا زیارت کے لئے حاضر ہونا |
| " | کو روکنا | " | میاں غلام کی گذارش |
| " | بس او خضر آ۔ رہ او خضر آ | ۶۱ | جنگل میں تشریف لے جانا۔ |
| ۷۴ | ایک باؤ لے رکھتے (کو اسم ذات | " | جنگل کے جانوروں کا نجوم |
| " | جاری کرادیا۔ | ۶۲ | حضرت فقیر صاحب کا ردِ عمل |
| ۷۵ | دریا میں ڈوبنے سے بچا کر پار لگا | " | قوم کچالا کا رقبہ دریا برد |
| " | دینا | " | یار پشوری اور یار ملتانی |
| ۷۶ | فقیر صاحب کے ہم عصر بزرگ | ۶۳ | بیٹھا ہوا وطن میں بھی سالک سفر میں ہے |

- ۹۲ کا فزا، تو کہاں تک جائے گا۔ ۷ حضرت پیر امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- ۹۳ ڈھانڈلوں کا پیر کامل ہے ۷۷ حضرت فقیر صاحب سے غائبانہ تعلق
- ۹۴ ڈھانڈلوں کے مزید حالات ۷۸ حضرت فقیر صاحب کا پیغام
- ۹۵ محمد افضل خان کا اظہار عقیدت ۷۹ شاہ صاحب کا جواب
- ۹۶ غلام سرور خان کو بشارت ۸۰ حضرت شاہ صاحب کی دعا کا مفہوم
- ۹۸ محمد اکبر خان کی عقیدت ۸۱ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰۰ حاجی غلام حسن خان ۸۲ فقیر صاحب کا پیغام
- ۱۰۱ ڈھانڈلوں کے بارے میں عجیب خواب ۸۳ شاہ صاحب کا جواب
- ۱۰۳ حضرت فقیر صاحب کا وصال ۸۵ حضرت سلطان عطار رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰۴ تجہیز و تکفین اور جنازہ و تدفین ۸۶ حضرت فقیر صاحب سے فیضیاب
- ۱۰۵ مخدوم صاحب اچ شریف کا اظہار افسوس ۸۷ درویش
- ۱۰۶ صندوق جنازہ برآمد کیا گیا۔ ۸۸ حضرت فقیر صاحب کا حلقہ ارادت
- ۱۰۷ ہرگز نیر دآنکہ دلش زندہ شد عشق ۸۹ ڈھانڈلوں کے عقیدت
- ۱۰۸ تین دن تک عام زیارت ۹۰ جلال خان ڈھانڈلوں کا پس منظر
- ۱۰۹ مقبرہ کی تعمیر ۹۱ جلال خان پر خاص عنایت کی وجہ
- ۱۰۶ آگ نہ لگنے کی وجہ ۹۲ دریائے فقر و ولایت میں جوش و فوش
- ۹۲ قبرستان میں دفن ہونے والا پہلا مردہ ۹۳ جہانے رادگرگوں کر دیک مر خود آگاہ
- ۹۴ جلال خان کی اولاد پر شفقت
- ۹۵ مقدمہ قتل میں گرفتاری
- ۹۶ حضرت فقیر صاحب پر جلال طاری ہو گیا۔

- ۱۰۶ حضرت فقیر غلام حیدر پر جلال کی کیفیت
 ۱۰۸ چہرہ منور کر دیا اور خوشبو آنے لگی
 ۱۰۹ حضرت فقیر صاحب کا ارشاد
 " مقبرہ کی تکمیل اور دیکھ بھال
 مزارات کا نقشہ
 ۱۱۰ کلمہ یار پڑھایا یا ہمو۔
 " فلندرس سے ملاقات
 ۱۱۲ توجہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد
 ۱۱۳ ولی راولی سے شناسد
 " لبتی چو ہان کا سفر
 ۱۱۶ اسم ذات کا ورد
 " حضرت فقیر صاحب کے تبرکات
 ۱۱۷ دستار مبارک کی برکت سے طغیانی رک گئی
 ۱۱۸ لوگوں کی بے بسی اور پریشانی
 " اولیاء را ہست قدرت ازالہ
 ۱۱۹ حضرت فقیر صاحب کی اپنی اولاد کو ایک
 نصیحت
 " فقیر خاندان کی خدمت کرنے والوں کو
 بشارت۔
 " حل مشکلات کے لئے فقیر صاحب کو پکارنا
 ۱۲۱ حضرت فقیر صاحب کی شان میں منقبت
 کا قیام
- ۱۲۲ حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ
 " آپ نے تین شرطیں پیش کر دیں۔
 ۱۲۳ تینوں شرطیں منظور
 " گفتہ او گفتہ اللہ بود
 ۱۲۴ کلمہ یار پڑھایا یا ہمو۔
 " فلندرس سے ملاقات
 ۱۲۶ توجہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد
 " ولی راولی سے شناسد
 ۱۲۷ لبتی چو ہان کا سفر
 " اسم ذات کا ورد
 ۱۲۸ حضرت فقیر صاحب کا مقام
 ۱۲۹ ہم بھی آل رسول ہیں۔
 ۱۳۰ سفر آخرت۔
 " حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد
 ۱۳۱ حضرت فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ
 " حضرت فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۳۳ حضرت مولانا حافظ کریم بخش نزلہ
 " تدریسی خدمات
 ۱۳۴ فریضہ حج کی ادائیگی اور دینی مدرسہ
 کا قیام

| | | | |
|-----|--|-----|---------------------------------------|
| ۱۴۹ | مقدمہ خارج ہو گیا | ۱۳۵ | مدرسۃ العلوم الشرعیۃ جامعہ غوثیہ مہرہ |
| " | خانڈان اور عقیدہ مندوں کی تربیت | ۱۳۶ | جامع مسجد کی تعمیر |
| ۱۵۰ | مساجد کو آباد رکھنے کی تاکید | ۱۳۷ | حضرت فقیر غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۵۱ | حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ | " | حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ |
| | کا وصال | ۱۳۸ | باڈے کا دم |
| " | آپ کے تبرکات | ۱۳۹ | لوح محفوظ است پیش اولیاء |
| ۱۵۲ | حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ | " | دعا کرتے کرتے وجد میں آگئے |
| | کی اولاد | ۱۴۰ | جذبہ فقر کا کلام نوشتہ تقدیر |
| " | حضرت فقیر برنخوردار رحمۃ اللہ علیہ | ۱۴۱ | بہاول خان پر عتاب |
| " | مثنوی شریف سے محبت | ۱۴۲ | فقیر غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۵۳ | مجدوبانہ گفتگو | ۱۴۳ | فقیر محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۵۴ | کرامات کا ظہور | ۱۴۴ | حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ |
| " | اچانک زبردست بارش آگئی | ۱۴۵ | والد ماجد کی خدمت |
| ۱۵۵ | پہلوان کی ٹانگ توڑ دی | " | منت منہ کہ خدمت سلطانی ہمکنی |
| ۱۵۶ | انگریز افسر نے اٹھ کر سلام کیا | ۱۴۶ | مسجد میں قیام |
| ۱۵۷ | حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ | " | ایک آزمائش |
| " | یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی | ۱۴۷ | آزمائش رفع ہو گئی |
| ۱۵۸ | ذکر جہر اور سوز و گداز | " | برسال لیلة القدر سے مشرف |
| ۱۵۹ | حج کا سفر | " | آپ کی اولاد کے لئے بشارت |
| " | حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف سے ملاقات | ۱۴۸ | ایک مظلوم کی گزارش |
| ۱۶۰ | جہاز کی روانگی | " | عجیب و غریب وظیفہ |

- ۱۶۱ ادھی رات کے وقت انگریز سیشن ۱۷۸
 " حج کی کوٹھی پر۔
- ۱۶۲ سزا میں خصوصی تخفیف ۱۷۹
 ۱۶۳ حضرت مولانا غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۶۴ کا اظہارِ ہمدردی
- ۱۸۰ " سفرِ آخرت
 " جسدِ خاکی صحیح سلامت ۱۶۵
- ۱۶۶ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۱
 کی اولاد۔ ۱۶۷
- ۱۶۸ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۲
 ۱۶۹ تعلیم و تربیت ۱۸۳
- ۱۷۰ گھوٹہ (ملتان) کے مشہور مدرسہ میں داخلہ ۱۸۴
 " خوب سے خوب تر کی تلاش ۱۸۵
- ۱۷۱ قادری بزرگ سے ملاقات ۱۸۶
 " آپ کہیں میرا حکم ہے۔ ۱۷۲
- ۱۷۳ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷
 کی زیارت ۱۷۳
- ۱۷۴ اے تقائے توجواب بہر سوال " ۱۷۴
- ۱۷۵ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ میں رات بھر ۱۸۹
 ۱۷۶ بیعت ہونے پر والد ماجد کا اظہارِ مسرت ۱۸۹
- ۱۷۷ ستاروں میں چودہ ہویں کا چاند ۱۹۰
- مدینہ عالیہ میں عجیب خواب
 آپ کے معمولات اور خلقِ خدا کی آمد
 اتباعِ شریعت کا غلبہ
 فقیر محمد عینی رحمۃ اللہ علیہ
 فقیر اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ
 بزرگوں کی عنایت کا ایک واقعہ
 دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ
 فقیر عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ
 فقیر قمر الدین صاحب قمر صدیقی
 حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ
 خلقِ خدا سے شفقت
 جدِ امجد سے عشق و محبت۔
 حق گوئی اور صداقت
 فیصلے کی پیشی
 فقیر عنبر کا اعلانِ صداقت
 وَ بِرِ مَعَكُمْ اَنْيَمَا كُنْتُمْ
 بھائی کے خلاف حق کی گواہی۔
 فقیر محمدی کے جلوے
 انگریز ڈپٹی کمشنر سے عجیب ملاقات
 قرآن کی آیت سے جواب
 آنا کہ خاک را بہ نظر کمییا کنند

| | | | |
|-----|---|-----|---|
| ۲۱۱ | تدریس | ۱۹۱ | خاندان کے محسن اعظم |
| ۲۱۲ | فتویٰ نویسی | ۱۹۲ | آپ کی بیعت پر خاندان کے بعض بزرگوں |
| " | خطابت | " | اور عوام الناس کا اظہارِ تعجب |
| ۲۱۳ | غیر اسلامی نظریات کے خلاف جہاد | ۱۹۲ | آپ کی علمی بصیرت |
| ۲۱۵ | تصنیف و تالیف | ۱۹۶ | مسجد کی تعمیر |
| ۲۱۴ | مہرِ منیر کی تالیف | ۱۹۸ | متعلقین کی اصلاح و تربیت |
| ۲۱۹ | روایاتِ صالحہ کے ذریعہ اس حکم کی غیبی تائید | ۱۹۹ | وصال پر ملال |
| ۲۲۰ | شبانہ روز تالیفی مصروفیات اور مہرِ منیر کا طلوع | ۲۰۱ | استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد غلہ |
| " | حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا | ۲۰۲ | ولادت |
| " | اظہارِ مسرت و اطمینان | " | آپ کی پیدائش پر خاندان کے بزرگوں کا |
| ۲۲۱ | مہرِ منیر کی شہرت و مقبولیت | ۲۰۳ | اظہارِ مسرت |
| ۲۲۲ | فیوضاتِ مدینہ (عربی رسالہ) | ۲۰۵ | تعلیم و تربیت |
| ۲۲۳ | مشائخِ کرام کی عنایات | ۲۰۶ | بیعت و ارادت |
| ۲۲۵ | حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ کرم | ۲۰۷ | تدریسی خدمات |
| ۲۲۶ | حضرت قبلہ بابو جی کے آپ کے نام | ۲۰۸ | جامعہ محمودیہ پپلاں میں آمد |
| " | مکتوباتِ گرامی | ۲۰۹ | دربار گولڑہ شریف پر قیام کی فرمائش |
| ۲۲۸ | مسلسل لطف و کرم | " | آپ کا اظہارِ معذرت |
| ۲۲۹ | قبلہ لالہ جی شہ غلام معین الدین مدظلہ | ۲۱۰ | حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب |
| " | وقبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ کی عنایت | " | جلال و ملال آمیز انداز |
| " | " | " | سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے |
| " | " | " | جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں علمی خدمات کا آغاز ۲۱۱ |

| | | |
|-----|--|---|
| ۲۵۲ | ۲۳۰ مدرسہ فتیہ اچھرہ لاہور | ہمعصر علماء و مشائخ سے آپ کے |
| " | جامعہ رضویہ مظہر الاسلام | روابط |
| " | مدرسہ محمودیہ پلاں | حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۵۳ | ۲۳۳ شبانہ روز محنت کا صحت پر اثر | حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۵۴ | ۲۳۲ مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش | حضرت خواجہ صوفی بنی بخش ملتان رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۵۵ | حضرت عاشق بخان کے مزار پر مہری | صاحبزادہ محمد ابراہیم نقشبندی موسیٰ زئی شریف |
| " | عملیات و تعویذات و علوم فلکیات | صاحبزادہ غلام محمد نقشبندی سواک شریف |
| " | میں بصیرت | ۲۳۶ |
| ۲۵۶ | اخلاق و عادات | حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ |
| " | آپ کی اولادِ نرینہ | ۲۳۷ |
| ۲۵۷ | حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ | حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ |
| " | تعلیم و تربیت | ۲۳۸ |
| ۲۵۸ | جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں داخلہ | ۲۳۹ |
| ۲۵۹ | تحصیل علوم سے فراغت | ۲۴۰ |
| " | تدریسی خدمات | ۲۴۱ |
| " | ۲۴۱ | ۲۴۲ |
| " | ۲۴۲ | ۲۴۳ |
| " | ۲۴۳ | ۲۴۴ |
| " | ۲۴۴ | ۲۴۵ |
| " | ۲۴۵ | ۲۴۶ |
| " | ۲۴۶ | ۲۴۷ |
| " | ۲۴۷ | ۲۴۸ |
| " | ۲۴۸ | ۲۴۹ |
| " | ۲۴۹ | ۲۵۰ |
| " | ۲۵۰ | ۲۵۱ |
| " | ۲۵۱ | ۲۵۲ |
| " | ۲۵۲ | ۲۵۳ |
| " | ۲۵۳ | ۲۵۴ |
| " | ۲۵۴ | ۲۵۵ |
| " | ۲۵۵ | ۲۵۶ |
| " | ۲۵۶ | ۲۵۷ |
| " | ۲۵۷ | ۲۵۸ |
| " | ۲۵۸ | ۲۵۹ |
| " | ۲۵۹ | ۲۶۰ |
| " | ۲۶۰ | ۲۶۱ |
| " | ۲۶۱ | ۲۶۲ |
| " | ۲۶۲ | ۲۶۳ |
| " | ۲۶۳ | ۲۶۴ |
| " | ۲۶۴ | ۲۶۵ |
| " | ۲۶۵ | ۲۶۶ |
| " | ۲۶۶ | ۲۶۷ |
| " | ۲۶۷ | ۲۶۸ |
| " | ۲۶۸ | ۲۶۹ |
| " | ۲۶۹ | ۲۷۰ |
| " | ۲۷۰ | ۲۷۱ |
| " | ۲۷۱ | ۲۷۲ |
| " | ۲۷۲ | ۲۷۳ |
| " | ۲۷۳ | ۲۷۴ |
| " | ۲۷۴ | ۲۷۵ |
| " | ۲۷۵ | ۲۷۶ |
| " | ۲۷۶ | ۲۷۷ |
| " | ۲۷۷ | ۲۷۸ |
| " | ۲۷۸ | ۲۷۹ |
| " | ۲۷۹ | ۲۸۰ |
| " | ۲۸۰ | ۲۸۱ |
| " | ۲۸۱ | ۲۸۲ |
| " | ۲۸۲ | ۲۸۳ |
| " | ۲۸۳ | ۲۸۴ |
| " | ۲۸۴ | ۲۸۵ |
| " | ۲۸۵ | ۲۸۶ |
| " | ۲۸۶ | ۲۸۷ |
| " | ۲۸۷ | ۲۸۸ |
| " | ۲۸۸ | ۲۸۹ |
| " | ۲۸۹ | ۲۹۰ |
| " | ۲۹۰ | ۲۹۱ |
| " | ۲۹۱ | ۲۹۲ |
| " | ۲۹۲ | ۲۹۳ |
| " | ۲۹۳ | ۲۹۴ |
| " | ۲۹۴ | ۲۹۵ |
| " | ۲۹۵ | ۲۹۶ |
| " | ۲۹۶ | ۲۹۷ |
| " | ۲۹۷ | ۲۹۸ |
| " | ۲۹۸ | ۲۹۹ |
| " | ۲۹۹ | ۳۰۰ |

| | | | |
|-----|--|-----|--|
| ۲۷۵ | رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت | ۲۷۹ | اسلامی یونیورسٹی سے واپسی |
| ۲۸۱ | کار ساز مابہ نکر کارما | ۲۸۱ | مدرسہ انوار العلوم ملتان میں بحیثیت |
| " | نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی۔ | " | صدر المدرستین |
| ۲۸۲ | حسنِ خاتمہ کا عجیب منظر | ۲۸۲ | تدریسی خدمات |
| " | دمِ آخر نمائی جلوہ دیدار جاتی را | " | عزالی زماں کی نظر میں آپ کا علمی مقام |
| ۲۸۵ | حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حوالے | ۲۸۵ | اسول تفسیر و تاریخ تفسیر |
| ۲۸۶ | فقیر حاجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ | ۲۸۶ | نشری تقریریں۔ |
| " | پیدائش اور تعلیم و تربیت | " | آپ کا تبحر علمی اور وسعتِ مطالعہ |
| ۲۸۷ | معاشرتی صلاحیت اور معاملہ شناسی | ۲۸۷ | تصنیف و تالیف |
| ۲۸۸ | اسلامی نظریات و عقائد سے وابستگی | ۲۸۸ | مقامِ سنت |
| ۲۸۹ | مذہبی تحریک میں نمایاں خدمات | ۲۸۹ | جمع و تدوینِ قرآن |
| ۲۹۰ | علاقائی سیاست میں مضبوط کردار | ۲۹۰ | حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت |
| ۲۹۱ | متفرق حالات و خصوصیات | ۲۹۱ | مجلسِ سماع میں وجد و حال۔ |
| ۲۹۲ | علالت کے ایام اور انتقال | ۲۹۲ | زیارتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدّسہ |
| ۲۹۵ | فقیر ممتاز احمد چشتی عفی عنہ | " | آپ کی اولادِ نرینہ |
| " | حصولِ علم کے لئے دربارِ گولڑہ شریف | ۲۹۳ | حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ |
| " | پر حاضری۔ | " | فقیر حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۹۴ | ابنِ سعادت بزورِ بازو نیست | ۲۹۴ | حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ |
| " | اسباق میں شرکت اور اسٹاذِ محترم کی شفقت | ۲۹۶ | یادِ یارم شعلمِ افگندہ سجاں |
| " | تعلیمی کیفیت پر اسٹاذِ محترم کا اظہارِ مسترت | ۲۹۸ | عشقِ رسول کی بے تابیاں |
| ۲۹۷ | شیخِ طریقت سے اسباق کا افتتاح۔ | ۲۹۷ | وجد و حال کا جہرت انگیز منظر |

- گولڑہ شریف کے شب و روز اور تعلیمی ۲۹۷ مشنوی شریف پڑھنے پڑھانے کی تاکید ۳۱۸
- مصروفیات قبلہ بالبوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی ۳۲۰
- سعادت اور نیک سنجی کی نشانی ۲۹۸ کا اقتباس
- گولڑہ شریف کا عرصہ تعلیم اور آخری اسباق ۲۹۹ صاحبزادہ نصیر الدین نصیر مدظلہ کی عنایات
- اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں داخلہ ۳۰۰ زیارتِ عربین شریفین و مقاماتِ مقدسہ ۳۲۱
- دامنِ دل میکش سوئے کے ۳۰۱ راقم الحروف کی اولادِ زرینہ ۳۲۲
- قبلہ لالہ جی مدظلہ کے مکتوب گرامی کا اقتباس ۳۰۳ فقیر حافظ محمد نواز سلمہ
- غزالیؒ زماں علامہ کاظمیؒ سے اکتسابِ علم ۳۰۴ حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۴
- علوم و فنون کے انتہائی اسباق اور سالانہ امتحان ۳۰۴ گھوٹہ رملتان کے درس میں داخلہ ۳۲۵
- ملتان کا شانہ رحر رومی پر قیام ۳۰۵ علاقہ سرحد میں دینی خدمات
- مدرسہ انوار العلوم میں تدریسی خدمات ۳۰۷ آپ کی وفات
- جامع مسجد انوار العلوم میں خطابت ۳۰۹ آپ کی اولادِ زرینہ ۳۲۶
- شاہی عید گاہ میں خطابت کی اضافی ذمہ داری ۳۱۰ فقیر عبدالرحیم صاحب
- تحریکِ ختمِ نبوت میں عظیم الشان اجتماع سے خطاب ۳۱۰ حضرت مولانا احمد حسن سلمہ ۳۲۷
- غزالیؒ زماں کی علمی و تحقیقی مجالس میں حاضر ۳۱۲ حضرت مولانا بشیر احمد سلمہ ۳۲۹
- ریڈیو پاکستان سے نشری تقریریں ۳۱۲ حضرت فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۰
- شعر و سخن سے لگاؤ ۳۱۳ آپ کی وجہ سے احمد خان ڈھانڈلہ پر غتاب
- حکایت از قد آں یارِ دلنواز کنیم ۳۱۴ فقیر حافظ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۱
- از ما بجز حکایتِ محرو و وفا پیرس ۳۱۵ فقیر حافظ غلام اکبر رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۲
- سعدی صاحب کیا فرماتے ہیں ۳۱۷ فقیر خاندان کی دینی خدمات
- ولاد و وفا باشن ثابت قدم ۳۱۷ مسک اہل السنۃ و الجماعۃ کا تحفظ ۳۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مؤلف

بستی بخت اور موضع ڈھانڈا ضلع بھکر میں تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ایک علمی، روحانی اور درویش خاندان آباد ہے جس کے بزرگوں کی دینی خدمات اور فقر و علم سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوئے۔ ارجح طیبہ کی برکت سے آج بھی یہ خانوادہ اکابر کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے علم و فقر کا چراغ روشن کیے ہوئے ہے۔ آٹھ دس پشتوں سے اس درویش خاندان میں علم و فقر کا مسلسل فیضان اور اس گئے گزرے دور میں اکابر کے فقر و علم کی جھلک کا پایا جانا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔ یہ امر ضرور باعث تعجب ہو گا کہ اتنے بڑے علمی و روحانی خاندان کے حالات و کوائف کو باقاعدہ ضبط تحریر میں نہ لایا گیا اور لوگوں کو اسکی دینی خدمات سے آگاہ نہ کیا گیا۔ اس بارے میں گزارش ہے کہ چند وجوہ کی بنا پر اس طرح نہ ہو سکا۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ اولیئہ سے منسلک یہ بزرگان دین اپنے کمالات کو انتہائی حد تک چھپاتے اور اخفائے حال میں اس قدر مبالغہ فرماتے کہ لوگوں کے شدید اصرار کے باوجود عام بیعت نہ فرماتے چنانچہ ان حضرات کے دور میں شہرت و اشاعت کی کوئی بھی صورت مشکل تھی۔

۲۔ دیہات کا یہ علاقہ نہایت پسماندہ تھا جہاں مواصلات اور

ذرائع ابلاغ کا سراسر فقدان تھا۔ تعلیم و تحریر اور نشر و اشاعت کے عوامل کی شدید قلت تھی اور اس بارے میں کوئی اقدام مشکل تھا۔

۳۔ اس خاندان کے تمام بزرگ اپنے اکابر کی روش پر قائم رہے اور کبھی کسی طرح شہرت اور اشاعت کو پسند نہ فرمایا اور کسی بھی مخلصے عقیدت مند کی ایسی کوشش کی جو صلہ افزائی نہ کی بلکہ سختی سے منع فرمادیا اس لئے کسی کو اس بارے جرات نہ ہو سکی۔

۴۔ ان بزرگوں کے حالات اور کمالات پر مبنی کوئی تحریری مواد محفوظ نہ تھا اور معلومات کو یکجا کرنے کے لئے جن عوامل کی ضرورت ہوتی ہے انہی طرف بعض مجبوریوں کی وجہ سے توجہ نہ ہو سکی۔

۵۔ حالات اور کمالات پر مواد کے کسی حد تک مہیا ہونے یا اس کی توقع کے باوجود اس کی اشاعت میں اخراجات کا برداشت کرنا بھی اس سلسلے میں کافی حد تک مانع ثابت ہوا ہے۔

۶۔ سب وجوہات میں بنیادی اور اصلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر کام کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت آتا ہے تو تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور اسباب و ذرائع پیدا ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ وجہ سے کام پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر ان بزرگوں کے حالات و کمالات کی نشر و اشاعت تو نہ ہو سکی مگر اتنا ضرور ہے کہ اس بارے میں مواد کسی نہ کسی صورت میں محفوظ رہا اگرچہ بعض صورتیں ہمارے علم میں نہ آسکیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے مقبول بندوں کے تاریخی حالات کو ضائع ہونے سے بچالیا اور ان کے تحفظ کی صورت پیدا فرمائی۔

اس درویش خاندان کے حالات کا بہت سا حصہ بزرگوں کی پختہ پے درپے روایات اور کثیر تعداد لوگوں کے مشاہدات پر مبنی ہے طویل عرصے سے علاقے اور اس پاس کے ہزاروں لوگ ان حالات کے راوی اور شاہد ہیں جن کی مسلسل سینہ بہ سینہ روایات سے یہ حالات درجہ شہرت تک پہنچ جاتے ہیں۔

آج سے کوئی پندرہ بیس سال پہلے اتفاقاً حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور دستند سوانح حیات "مناقب سلطانی" کا ایک قلمی نسخہ دیکھنے میں آیا۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی اور لکھنے والے بزرگ حضرت سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے۔ دیکھا تو اس کتاب میں ہمارے خاندان کے بزرگوں کے کافی سارے حالات درج تھے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ وہ منگوا لیا اور مزید تسلی ہو گئی کہ الحمد للہ ہمارے بزرگوں کے حالات مشائخ قادریہ کی سوانح حیات میں ضمناً تفصیل کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ چونکہ ہمارے خاندان کا نسب تعلق بلوچ قبائل کے ایک مشہور قبیلہ "چاندیہ بلوچ" سے ہے اس لئے ماہنامہ "بلوچی دنیا" قصر الادب جگوالہ براہ لودھراں ضلع ملتان کے ایڈیٹر و اشاعت کے اصرار پر عم محترم مولانا مشتاق احمد صاحب چشتی نے چند صفحات پر مشتمل مضمون لکھ بھیجا جو اکتوبر ۱۹۶۲ء کے رسالے میں شائع ہو گیا۔ گویا ہماری طرف سے اپنے بزرگوں کے حالات کی تحریری اشاعت میں یہ پہلی کوشش تھی۔ حضور قبلہ عالم قطب الارشاد و سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ الارار سوانح حیات "مہر مینر"

کے باب کرامات میں کچھ روایات کے ضمن میں بھی ہمارے خاندان کے
 کے بزرگوں کے کچھ حالات درج ہوئے اور "مہر منیر" کے تازہ ایڈیشن
 میں استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ مؤلف مہر منیر و
 مفتی و خطیب دربار عالیہ گولڑہ شریف کے تعارفی صفحات میں ہمارے
 بزرگوں کے مزید حالات بھی درج کئے گئے اس طرح ایک بہت
 مشہور و معروف مستند کتاب میں ہمارے بزرگوں کا مختصر تذکرہ محفوظ ہو گیا۔
 کافی عرصہ پہلے سے میرا یہ خیال تھا کہ جب اس قسم کے کچھ اسباب
 پیدا ہو چکے ہیں تو اب ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ اور اپنے بزرگوں کے
 حالات کو یکجا کر کے ایک کتاب کی صورت میں شائع کر دینا چاہیے۔
 میرے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے میں والد گرامی فقیر غلام رسول
 رحمۃ اللہ علیہ نے معلومات فراہم کر کے اور چھوٹے بھائی عزیز حافظ محمد نواز
 نے مسلسل یاد دہانی کے ذریعے کافی حد تک اعانت کی۔ خاندان کے
 بعض باکمال بزرگوں کی زیارت کا شرف بھی بندہ کو حاصل ہے۔ ان
 کے علم و تقویٰ اور فقر و درویشی کا جو نقشہ میرے ذہن میں ہے اس نے
 بھی اس کام میں میری حوصلہ افزائی کی۔

تعلیم کے عام ہونے اور حالات کے بدلنے سے معاشرے میں شعور و
 احساس کے عوامل نے نئی نئی نسل اور عقیدت مندوں کو یہ جذبہ عطا
 کیا کہ وہ ان بزرگوں کے کمالات اور حالات سے آگاہ ہونے کیلئے
 روحانی تشنگی اور بیقراری کا اظہار کرنے لگے۔ ان وجوہات کی بنا پر
 مجھ ناچیز نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے کا ارادہ کر لیا اور عدم صلاحیت
 کے اعتراف کے ساتھ یہ کام شروع کر دیا۔ ارواح طیّبہ کی توجہات

سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا اور میری حقیر کوشش اس جمود کو توڑنے میں کامیاب ثابت ہوئی جو عرصہ دراز سے طاری تھا۔

حضرات عارفین کے تذکرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بندہ اس تالیف کو "انوار العارفین" کے نام سے موسوم کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے طفیل اسے مفید اور نافع بنائے۔

فقیر خاندان کے نوجوانوں اور نوجوانوں سے میں خاص طور پر گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے بزرگوں کے حالات و کمالات کو پڑھ کر پدم سلطان بود کے مطابق بزرگی اور صاحبزادگی کے زعم میں ہرگز مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ ان حضرات کی سیرت اور تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور عملی زندگی میں ان کے اوصاف و اخلاق کی پاکیزہ جھلک پیدا کریں۔

حضرات عارفین کرام کے عقیدت مندوں اور متعلقین سے میں تاکید گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی ان حضرات کے کشف و کرامات کے بیان پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان کی سیرت و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

خاکپائے اہل محبت

فقیر ممتاز احمد چشتی عفی عنہ

بستی نجتا در موضع ڈھانڈلہ صنلع بھکر

حال خطیب و مدرس مدرسہ انوار العلوم

کچھری روڈ، ملتان

تقریب

— امر —
استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد غلطہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد
 زیر نظر کتاب انوار العارفین کی تالیف سے عزیز گرامی مولانا ممتاز احمد چشتی
 صاحب جزاء اللہ خیر البرکار کا اصل مقصد کچھ مقبولانِ خدا کے حالات، اخلاق
 اور تعلیمات سے عام مسلمانوں کو عموماً اور ان حضرات کی اولاد اور متعلقین کو
 خصوصاً روشناس کرانا ہے تاکہ ان میں اتباع کا جذبہ پیدا ہو۔ اگرچہ اس مقصد
 کے ضمن میں نسبی تعلق کی بنا پر کچھ کمترین گنہگار اور ان حضرات کی دیگر اولاد کا بھی
 ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یہ بھی سنت الہیہ پر عمل کی ایک صورت ہے کیونکہ
 سورہ طور کی آیت ۲۱ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم آخرت
 میں مومنین صالحین کی اس اولاد کو جو ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرے
 ان کے ساتھ لاحق فرمائے گا لہذا بزرگوں کے ذکر خیر میں اولاد اور خاندان
 کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور سیرت و سوانح کے عام معمول کے مطابق ہے
 آیت مذکورہ کی بشارت ضمناً ان عقیدتمندوں کو بھی شامل ہے جو ان حضرات
 کے ساتھ محبت رکھتے ہوئے ان کی اتباع کریں۔ حدیث پاک سے بھی اس
 مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ النَّاسَ
 اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی۔ اس میں شک نہیں
 کہ مقبولانِ خدا کی محبت بڑی نعمت ہے لیکن اس کی بھی شرعی حد ہے۔
 خدا نخواستہ اگر اس سے تجاوز کیا جائے تو پھر یہی محبت موجب نقصان
 ہے۔ اہل کتاب بھی محبتِ الہی کے بڑے دعویدار تھے اور کہا کرتے تھے

کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ محبت میں غلو سے کام لیتے ہوئے انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ ڈالا۔ نیز وہ اس بات کے بھی مدعی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نعوذ باللہ ان کے مسلک پر تھے مگر قرآن مجید نے ان کے بلند بانگ دعاوی کی پُر زور تردید کی اور انہیں گمراہ اور مغضوب علیہ کہہ کر مسلمانوں کو ان کی روش سے احتراز کرنے کی تاکید فرمائی۔ پس وہ لوگ جو اہل بیت کرام کی محبت کے مدعی ہیں اور اس پر اجارہ داری کو اپنا طرہٴ امتیاز سمجھتے ہیں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان کی محبت قرآن و حدیث اور اہلبیت کرام کی سیرت و تعلیمات کے آئینے میں کس حد تک درست ہے۔ اسی طرح بزرگانِ دین سے محبت و عقیدت کے مدعی بھی اپنے کردار و عمل پر غور کریں کہ عملی طور پر وہ کس حد تک ان کی محبت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ اس موضوع کی وضاحت کے لئے حضور قبلہ عالم گو لڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ”تصفیہ ما بین سنی و شیعہ“ کے آخر میں درج ضروری تنبیہ کے عنوان کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

”اللہ کے نیک بندوں کی محبت خدا کے قرب کے ذرائع سے ہے اس کے باوجود اگر حد سے بڑھ جائے یعنی ان ہی نیک بندوں کو معبود بنالیا جائے یا ان کو مستقل تصرف کرنے والے سمجھ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شریکت کے بغیر جہان کا انتظام نہیں چلا سکتا جیسے سلاطین و امراء اپنے نائبین حکام کے بغیر سلطنت کا انتظام نہیں چلا سکتے اور انکی بات ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو یہی محبت موجب شرک ہو جائیگی اور وہی محبت مشرک اور ناقابلِ مغفرت ہو جائے گا لہذا حسب

اہلیت و مقبولانِ خدا صاحب اعتدال اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے
والوں کے لئے تو مفید و موجب کمال ہوتی لیکن افراط و تفریط کرنے
والے دونوں فریق منجملہ گمراہوں کے ہوئے۔“

یہ تقریب کتاب انوار العارفین کا تجزیہ اور اس پر تبصرہ تو نہیں
اور میرے خیال میں اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ انداز تالیف
مؤلف کی علمی و ادبی شان پر گواہ ہے اور تالیف محتاج تعریف نہیں۔
ع مشک آنت کہ خود بگوید نہ کہ عطار بگوید

تا ہم تالیف کے اصل مقصد میں یہ سطور انشاء اللہ ضرور معاون
ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف گرامی، قارئین کرام اور تعاون کرنے والوں
کے لئے یہ کتاب موجب نفع دارین بنائے اور انہیں مع اہل پیچدان کے
اپنے مخلص کامل بندوں کے صدقے اپنی مغفرت و رحمت بے کراں
سے نوازے۔ آمین۔

بندہ پر تقصیر فقیر فیض احمد غفرہ اللہ
مقیم دربار گولڑہ شریف
۱۶ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

ہمارے خاندان کے ابتدائی حالات

ہمارے بزرگ بلوچ قبائل کے ایک مشہور قبیلہ چانڈیہ بلوچ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچ قبائل جرات و شجاعت، غیرت و حمیت، مہمان نوازی اور سپہ گری میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں بلوچ قبائل کثرت سے آباد ہیں چنانچہ وطن عزیز کے صوبہ بلوچستان کی وجہ تسمیہ یہی لوگ ہیں۔ پاک فوج میں بلوچ رجمنٹ کا قیام اس قوم کی شجاعت اور بہادری کے زندہ جاوید کارناموں کی مستقل یادگار ہے۔ تاریخ میں بلوچ اقوام کے بارے بڑا ضخیم مواد ملتا ہے۔ جوان کی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی خوبیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ بلوچ قبائل میں چانڈیہ بلوچ قبیلے کو خاص شہرت حاصل ہے۔ چانڈیہ بلوچ قبیلہ ان چوالیس گن بلوچ قبائل میں شامل ہے جو حلب (شام) سے ہجرت کر کے مکران آئے تھے۔ طویل عرصہ بعد بلوچ قبائل نے جب سندھ کی طرف رخ کیا تو چانڈیہ بلوچ قبیلہ کے لوگ دریائے سندھ کے وسیع بالائی علاقے میں پھیل گئے اور طویل و عریض خطہ ارض پر قابض ہو گئے۔ یہ علاقہ ریاست چانڈ کو شمالی کہلانے لگا۔ اور تیرہ پشتوں تک اس ریاست پر چانڈیہ بلوچوں کا اقتدار قائم رہا۔ ۱۲۰۴ھ میں نواب میر مبارک علی خان چانڈیہ مزار یوں کے ساتھ جنگ میں شہید ہو گئے تو نواب میر حیدر علی خان سوم، چانڈیہ قوم کو لے کر دریائے سندھ کے جنوبی کنارے آ گئے۔ نوابان چانڈیہ نے اپنے مرکز پکا چانڈیہ ضلع سکھر کو مسکن بنایا اور مختلف چانڈیہ گروہوں کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ مگر چانڈیہ بلوچ سندھ کے علاقے سے دل برداشتہ ہو کر ہجرت کرنے لگے۔ کچھ لوگ میر پور ماٹھیلو اور گھوٹکی کے علاقے

میں ٹھہر گئے اور بہت سے چانڈیہ بلوچ مٹھٹھ، رحیم یار خان، ملتان، مظفر گڑھ اور جھنگ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تاریخی قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خاندان کے بزرگ جنگ و جدال کی شورش سے بہت پہلے ہجرت کر چکے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ کافی عرصہ پہلے جزوی بدامنی اور بے چینی سے مستقبل بعید کے خطرناک حالات کو بھانپ کر ان حضرات نے ترک وطن کا ارادہ کیا ہو۔ قرین قیاس یہی ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بارہویں صدی ہجری کے نصف سے کچھ پہلے یا بعد سندھ کے علاقے سے ہجرت کی اور صوبہ سرحد کے علاقہ ڈیرہ اسماعیل خان میں دریائے سندھ کے کنارے پرانی بستی ڈھانڈلہ میں آباد ہوئے۔ یہ جگہ بستی بخت اور سے مغرب کی جانب دس بارہ میل کے فاصلے پر تھی۔ اسی پرانی بستی ڈھانڈلہ سے ہمارے بزرگوار حضرت میاں محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے سندھ کا طویل سفر اختیار کیا اور حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم حضرت مخدوم سید موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر جذب و ولایت کی دولت حاصل کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ان واقعات کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

چانڈیہ بلوچ قبیلے سے تعلق رکھنے والے لوگ بھکر کے علاوہ لیہ، کروڑ اور دوسرے شہروں اور دیہات میں بھی سکونت رکھتے ہیں۔ بستی بخت اور کے آس پاس بستی چانڈیہ، کچی چانڈیہ اور دوسرے کچھ دیہات میں چانڈیہ بلوچ قبیلہ کے لوگ آباد ہیں۔

قبیلے پر لقب کا غلبہ استعمال

ہمارے بزرگوں کے علم و فقر اور روحانی کمالات کی وجہ سے فقیر کا لقب اس قدر مشہور ہوا کہ ہماری قبائلی پہچان پر غالب آ گیا۔ صرف ہمارے بزرگوں کے نام کے لئے فقیر کا لفظ لازمی جزو نہیں بلکہ خاندان کے ہر فرد کے نام کے ساتھ یہ لفظ ضرور بولا جاتا ہے۔ پوسے علاقہ میں بستی بخت اور کا فقیر خاندان اس قدر مشہور ہے کہ ہماری علاقائی پہچان بھی لفظ بن گیا ہے۔ اور سچ پوچھیں تو یہی لقب ہمارے لئے امتیاز کا باعث ہے۔ جس کی وجہ سے چانڈیہ قبائل کے لوگ بھی ہمارا احترام کرتے ہیں اور ہمیں صرف قومی بھائی خیال نہیں کرتے۔ اس کتاب میں فقیر کا لفظ کثرت سے استعمال ہو گا جس سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہم فقیری اور بزرگی کا چرچا کر رہے ہیں بلکہ خاندانی امتیاز اور پہچان نیز عرف عام اور رواج کے پیش نظر ایسا کرنے سے کوئی چارہ نہیں رہا۔ ہمارے بزرگوں کی خانقاہ بھی "دربار فقیر صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ میدان عشق و محبت اور قرب الہی کی منزل میں ویسے بھی قومی اور قبائلی تعارف کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور وحدت کا رنگ غالب آ جاتا ہے عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیرے نیست

بزرگوں کا تذکرہ شروع کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ

عالیہ قادریہ کے بانی اور مرکز اعلیٰ حضور غوث اعظم پیران پیر محبوب جامی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر تبرک کے طور پر کر دیا جائے۔
ہم سے بزرگوں کو بلکہ نماز ان کے سب افراد کو جناب کی ذاتِ بابرکات
سے بے حد عقیدت اور نیاز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری خوش نصیبی
اور سعادت ہے۔ اس پاک اور عظیم الشان نسبت پر جتنا شکر کیا جائے
کم ہے۔ میں اس کتاب کو انوارِ غوثیت سے منور کرنے کی غرض سے حضور
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا مقدس تذکرہ شامل کرنے کی سعادت
حاصل کرتا ہوں۔

حضور غوثِ عظیم پیرانِ پیر محبوبِ جانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت علاقہ جیلان
(فارس) میں ہوئی۔ آپ کا سن ولادت ۳۲۵ھ ہے۔ آپ کا سلسلہ
نسب والد ماجد حضرت سید ابوصالح موسیٰ کی جانب سے سیدنا امام
حسن علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبارہ
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے سیدنا امام حسین علیہ السلام
سے جا ملتا ہے۔ آپ حسنی اور حسینی سید ہیں۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ بغداد تشریف لائے۔ راستے میں ڈاکوؤں
نے قافلے پر حملہ کر کے سامان لوٹ لیا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میرے
پاس بھی چالیس دینار ہیں۔ اور تمہارے پوچھنے پر اس لئے بتا رہا ہوں
کہ والدہ ماجدہ نے بیع بولنے کی وصیت فرمائی تھی۔ یہ سن کر تمام ڈاکو
رنے لگے، آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہوئے سارا سامان واپس کر دیا اور
اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بن گئے۔

حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نمازِ ادا کی۔ پچیس سال تک عراق کے جنگلوں میں مجاہدہ کیا اور ہر رات ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن مجید ختم کیا۔

آپ کی مجلس و عظیم میں ستر ہزار کا مجمع ہوتا۔ چار سو کا تب آپ کے وعظ کو لکھتے۔ لاکھوں افراد نے آپ سے فیض حاصل کیا اور دینِ اسلام کی عظیم الشان خدمات کی بنا پر آپ دنیائے اسلام میں محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کو تمام اولیائے کرام میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ لوگ آپ کو غوثِ اعظم، غوثِ الثقلین، غوثِ پاک، پیرانِ پیر، پیرِ دستگیر اور محبوبِ سبحانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ عوامِ اناس آپ کو گیارہویں والا پیر کہتے ہیں۔

سیرتِ نبوی کے بعد آپ کی سیرت پر جتنا لکھا گیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ہر زمانے کے علمائے کرام اور بزرگانِ دین نے آپ کے کمالات کو بیان کیا ہے۔

آپ کے حالات پر سینکڑوں مستند کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں مصنفین میں امام قسطلانی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ شطنوفی، ملا علی قاری، علامہ عبد الغنی نابلسی اور شیخ عبدالحی محمدت دہلوی جیسے بزرگ علماء شامل ہیں۔

طریقت کے تمام سلسلوں کے پیشوا آپ سے فیضیاب ہیں۔ پچانوچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ ابویدین مغربی اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہم جیسے بزرگوں نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا اور آپ کی

عظمت اور برتری کو تسلیم کیا۔

ایک مرتبہ مجلس و عنظ میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا۔

قَدَحِيَتْ هَذِهِ عَلَيَّ رَقَبَةً كَلَّ وَحِلَّ اللهُ

یہ ایہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہے۔

یہ فرمان سن کر مجلس میں موجود پچاس اولیائے کرام نے گردنیں

جھکا دیں اور آپ نے انکی گردن پر اپنا قدم رکھا۔

رُوحے زمین کے تمام اولیائے کرام نے جہاں پر بھی وہ تھے آپ کا

یہ فرمان سنا اور اپنی گردنیں جھکا دیں۔

یہ آپ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام

اولیائے کرام آپ کے قدم کے نیچے گردن جھکاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ قیامت تک آنے والے

تمام اولیائے کرام کو حضرت عوث پاک قدس سرہ کے وسیلے سے فیض

حاصل ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ

کے بعد مقام جذب و ولایت میں سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ کا قدم

سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ وقت کے بادشاہ اور حکمران آپ سے

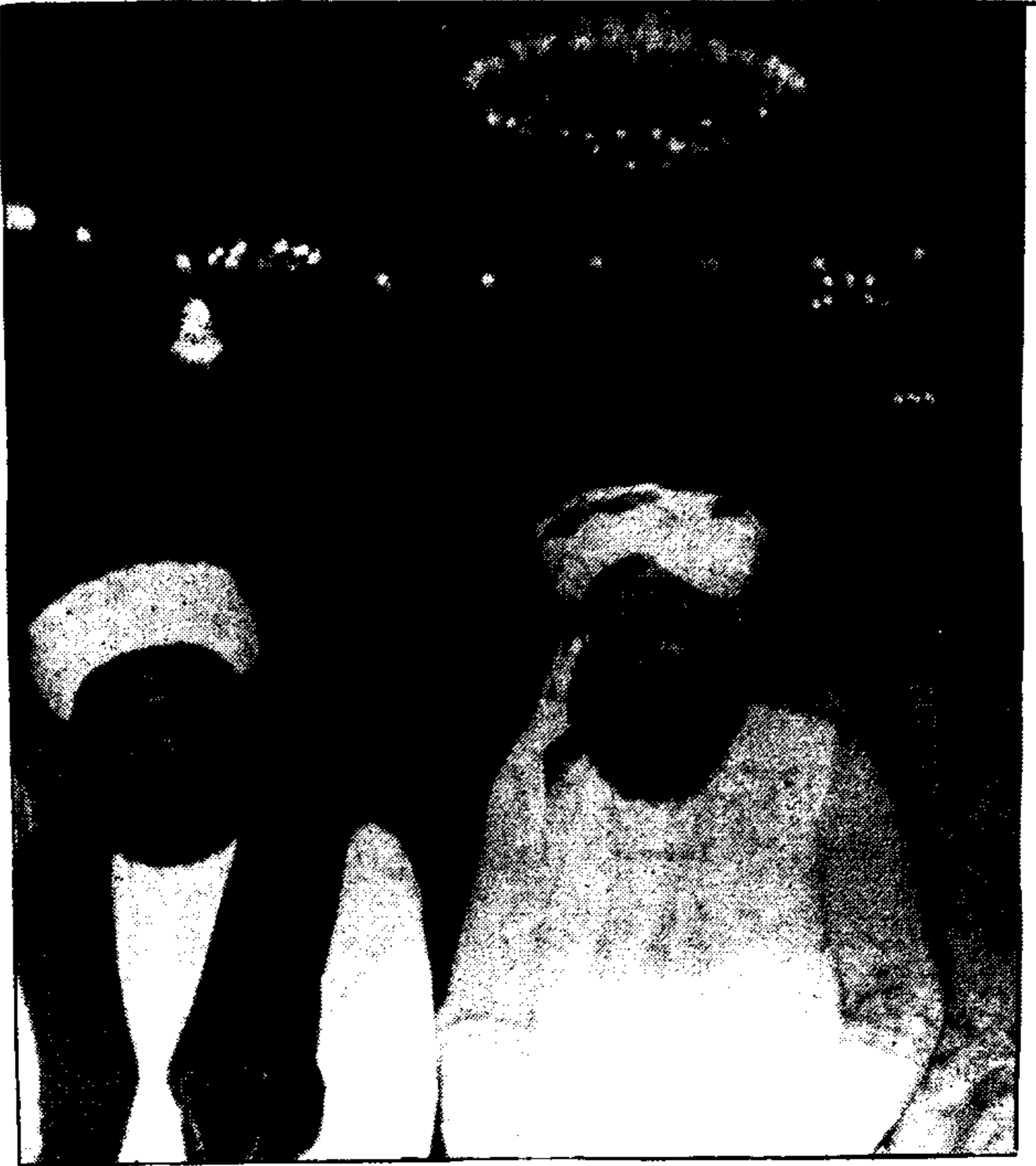
خوف کھاتے اور عام لوگوں کی صف میں کھڑے ہو کر آپ کی مجلس

میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ آپ کبھی کسی بادشاہ اور وزیر کے

پاس چل کر نہ گئے اور نہ ہی کسی بادشاہ اور وزیر کو ملاقات کا خاص

وقت دیا۔ آپ کی تصنیفات میں فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین کو بڑی

شہرت حاصل ہے۔ آپ کے منظوم کلام میں قصیدہ عوثیہ



درگاہ حضرت عوث پاک پیران پیر محبوب سبحانی قدس سترہ کی جامع مسجد الجیلانی
 بغداد شریف میں بائیں جانب صاحبزادہ سید نصیر الدین نقیر گولڑوی مدظلہ نماز کی انتظار میں۔
 آپ کے ساتھ انوار العارفین کے مؤلف اور دوسرے عقیدتمند بھی نظر آ رہے ہیں۔

۱۹۸۹ء

بہت مشہور ہے۔

گیارہویں شریف کے نام سے ہر مہینے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ آپ نے اکانوے سال کی عمر میں ۱۵۶۱ھ گیارہ ربیع الثانی کو وصال فرمایا۔ آٹھ نو سو سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بغداد شریف میں آج بھی آپ کا دربار مرجع خلافت ہے۔ جہاں ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کی درگاہ پر عظیم الشان جامع مسجد، بہت بڑا دینی مدرسہ اور وسیع لنگر خانہ قائم ہے۔ زائرین کی رہائش کے لئے سینکڑوں مکانات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی سچی محبت عطا فرمائے اور آپ کی غلامی نصیب فرمائے۔

سب درگاہ میراں شوچو خواہی قرب ربانی

کہ بر شیراں شرف دار دسگ درگاہ جیلانی

حضور غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات کے ساتھ حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کو جو والہانہ عشق و محبت اور کمال درجے کی عقیدت و نیاز ہے۔ اس کا بیان تحریر میں نہیں آسکتا۔ اسے اگر آپ کا ایک عظیم امتیازی کمال کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا۔ آپ کی اس خصوصی عظمت شان کے پیش نظر اور اس بنا پر کہ ہمارے بزرگوں نے آپ کے خلیفہ حضرت موسیٰ شاہ گیلانی سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا ذکر خیر اس کتاب میں ضروری ہو گیا ہے۔ اسلئے مختصر طور پر آپ کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔



حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ سمریہ کی عظیم الشان شخصیت ہیں۔ آپ فقر و ولایت کا روشن آفتاب ہیں۔ اور جذب و معرفت کا دریائے ناپیدالناہیں۔

سیدالسادات سیدنا عبد الرحمن قادری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرشد طریقت ہیں جنہوں نے غوث اعظم پیران پیر محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر خاص نظر شفقت و عنایت ہے جس کا برملا اظہار آپ اپنی کتابوں اور منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔ آپ کے تصرفات اور کرامات بے شمار ہیں۔ آپ کی شہرت اور مقبولیت عروج پر ہے۔ آپ کا کلام حقیقت و معرفت عشق و محبت اور اسرار و رموز کا خزانہ ہے۔ آپ کے ابیات میں زبردست تاثیر ہے۔ اور آپ کے ذکر خیر میں ایک خاص سرور اور اطمینان ہے۔ آپ نے لاکھوں انسانوں کو معرفت کا درس دیا۔ کئی مشہور و معروف کتابیں لکھیں اور سینکڑوں مردان باکمال کو خلافت عطا فرمائی۔ آپ کی اولاد میں سینکڑوں بزرگ پیدا ہوئے۔ آپ کا پاکیزہ دور حیات فقر و معرفت کی بہا کا زمانہ تھا۔ اپنے اسم گرامی کے بارے فرماتے ہیں۔

ہرچہ خواہی طالب از باہو بیاب

اسم باہو چسرت یعنی کج وہاب

اے طالب جو چاہو باہو سے حاصل کر لو۔ کیونکہ اسم وہاب کو

الٹا پڑھو تو باہو بن جاتا ہے۔

آپ کا دربار مرجع خلافت ہے۔ آپ کے مزار پرنوار میں زبردست

کشش اور محبوبیت ہے۔ آپ کے عرس مبارک کے موقع پر لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے اور زائرین پر وجد و ذوق کی عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے آپ نے ۱۱۰۲ھ ۱۱۰۲ھ تک جمادی الثانی کو وصال فرمایا۔
قارئین کے ذوق میں اضافہ کرنے کے لئے آپ کے دو شعر درج کئے جاتے ہیں۔

جو دل منگے تھیوے کنھاں تھیون بہا پر پیوے
دوست نہ ڈیوے درد و اوار و عشق نہ واگاں پھیرے
اس میدان محبت دیوچ ملن تا تکھیرے
میں قربان اُنھاں توں باہو جنھاں رکھیا قدم گیرے

مناقبِ سلطانی پر تبصرہ

چونکہ ہمارے بزرگوں کے حالات اس کتاب میں درج ہیں اور بنیادی طور پر یہی کتاب ہمارے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور مصنف کے بارے میں کچھ جائزہ پیش کر دیا جائے۔
حضرت سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کتاب کا نام "مناقبِ سلطانی" ہے۔
کتاب کی اہمیت اس لحاظ سے مسلم ہے کہ اس کے مؤلف اہل علم و کمال ہیں۔ اپنے متعلق ان کے درج کردہ حالات ان کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنے خاندان کے جلیل القدر بزرگوں سے انہوں نے فیض حاصل کیا۔ اور ان کے اسرار و رموز سے واقف ہوئے۔
چار واسطوں سے مصنف کا سلسلہ نسب حضرت سلطان العارفين

قدس سرہ تک جا پہنچتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے :

حضرت سلطان حامد بن حضرت سلطان غلام باہو بن حضرت سلطان حافظ محمد بن حضرت سلطان محمد حسین بن حضرت سلطان ولی محمد بن حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ مصنف موصوف کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی ہے اور اپنے سلسلے کی خالقا ہوں کے بارے میں ان کی معلومات بڑی وسیع ہیں۔

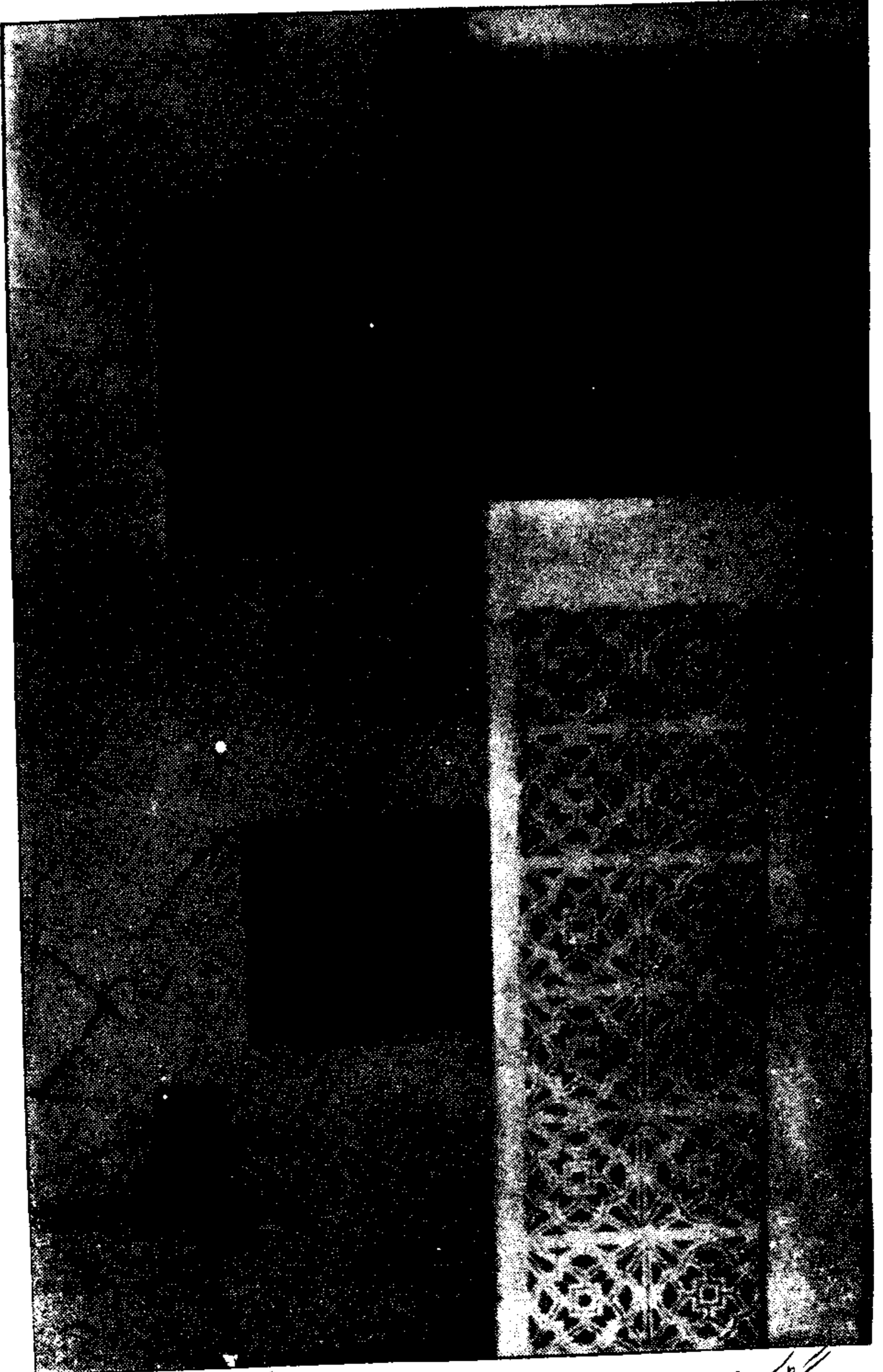
فارسی زبان میں کتاب لکھ کر مصنف موصوف نے علماء و مشائخ کا مروجہ طریقہ پسند کر نیکاثبوت دیا۔ کیونکہ عموماً علمائے سلف نے فارسی زبان میں کتابیں لکھی ہیں اور تصوف کی تو بہت سی کتابیں فارسی میں لکھی گئیں۔ ہمارے خاندان کے بارے میں مصنف کی معلومات بڑی وزنی اور مشاہدے پر مبنی معلوم ہوتی ہیں۔ سرحد کے علاقے میں یہ حضرات عموماً متعلقین کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے ہو سکتا ہے ہمارے بزرگوں میں سے بعض کے ساتھ ان حضرات کی ملاقات بھی ہوئی ہو مناقب سلطانی کی فارسی عبارت بڑی سلیس پختہ اور جامع ہے۔ اس کا جو اردو ترجمہ شائع ہوا ہے وہ اصل کتاب کے معیار کے مطابق تو نہیں مگر اس سے مفہوم کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔

اردو مناقب سلطانی کی طباعت و نشر و اشاعت کا انتظام اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور والوں نے کیا ہے۔ اس کتاب میں ہمارے بزرگوں کے جو حالات درج ہیں وہ تین صفحات پر مشتمل ہیں۔ صفحہ ۱۵ پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ فصل چہارم میں محمود ستارہ بلوچ چاندیہ

کے حالات میں۔
 میں نے فارسی قلمی نسخہ پر اعتماد کیا جو ۱۳۲۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس
 کے لکھنے والے سلطان محمود بن عیسیٰ کھوکھر ساکن نور پور ٹوانہ ضلع سرگودھا
 ہیں۔ اس وقت یہ قلمی نسخہ محمد علی قوم دھروئی ساکن علو والی تحصیل و ضلع
 میاں والی کے پاس ہے۔ اس نسخہ کے صفحہ ۵۲۲ سے ہمارے خاندان
 کے حالات شروع ہوتے ہیں جن کا عنوان اس طرح قائم کیا گیا ہے۔
 ”فصل در بیان احوال میاں محمود مستانہ بلوچ چاندیہ“

حضرت میاں محمود مستانہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان العارفین
 سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مخدوم سید موسیٰ شاہ گیلانی
 رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمود مستانہ
 کے حالات بیان کرنے سے پہلے ان کے پیر طریقت کے کچھ حالات
 بیان کر دیئے جائیں۔
حضرت مخدوم سید موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

روہڑی جینشن سے بچپن کلومیٹر مشرق میں قصبہ گھوٹکی شریف ایک سٹیشن ہے اسی جگہ
 خاندان غوثیت کے یہ چشم و چراغ آرام فرما ہیں۔ اور یہ جگہ لو موسیٰ شاہ
 کے نام سے مشہور ہے ہمارے بزرگ بھی فقر و ولایت کے اس آفتاب
 کو حضرت موسیٰ شاہ لودالے فرمایا کرتے تھے۔ آپ بچپن ہی میں یتیم ہو
 گئے تھے۔ آپ کا ایک پڑوسی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی زیار
 اور فیض سے مشرف ہو کر آیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے کہا اب
 جس وقت حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانا تو میرے
 اس منہ پر کچھ کو نہیں ساتھ لے جانا اور ان کی خدمت میں عرض کرنا کہ میرے



گھوٹکی شریف (سندھ) میں حضرت مخدوم موسیٰ شاہ کیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی خالقہ شریف۔

اس بچے کو دین اور دنیا دونوں کی نعمتیں عطا کریں اب ہم سے فقر و فاقہ برداشت نہیں ہوتا۔ وہ درویش آپ کو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آیا اور آپ کی والدہ ماجدہ کا پیغام بھی پیش کیا۔ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ ان کی والدہ کو ہماری طرف سے کہنا انشاء اللہ قیامت تک یہ دونوں نعمتیں تمہارے گھر میں رہیں گی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ابھی یہ چھوٹا ہے اسے تعلیم دلوائیں۔ جب تعلیم سے فارغ ہو تو ہمارے پاس آئے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمارے پاس نعمت ہے۔ حضرت موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ واپس آکر حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں آپ کا وہ درویش پڑوسی بھی ساتھ تھا۔ جب آپ رنگ پور کھیرا کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی آپ کا درویش پڑوسی اسی وقت فوت ہو گیا۔ حضرت موسیٰ شاہ کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے اور گریہ و زاری کرتے ہوئے اکیلے رنگ پور سے روانہ ہوئے۔ جب آپ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے تو غم کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جس آفتاب ولایت کے انوار سے منور ہونا تھا وہ روپوش ہو گیا۔ حضرت کے صاحبزادے تشریف فرما تھے وہ غم و الم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ حضرت موسیٰ شاہ کی حالت دیکھ کر سوز و راق کی آگ مزید بھڑکنے لگی۔

بگزارتا بگریم چوں ابرو نو بہاراں

کوشک نالہ خیزد وقت وداع یاراں

حضرت سلطان العارفين کی حضرت مؤمن شاہ کے بارے وصیت

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ پہلے فرمایا تھا کہ فرقان کے علاقے سے ہمیں ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے وہ ہم سے نعمت کا مستحق ہوگا۔

گفت زین سو بونے یائے مے رسد

اندریں وہ شہر یائے مے رسد

چہیت نامش گفت نامش بو الحسن

حلیہ اشس واگفت زا بروتا ذقن

یہ پیشگوئی حضرت خواجہ ابو الحسن فرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تھی۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام اور پورا حلیہ بھی بیان فرمادیا۔

جو دمحتاج گدایاں چوں گدا

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا

جس طرح حضرت ابو یزید بسطامی نے حضرت ابو الحسن فرقانی

کے آنے کی خبر دی اور فیض عطا کرنے کی بشارت بھی سنوائی۔ اسی

طرح حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت مؤمن شاہ کے

آنے کی خبر دیتے ہوئے وصال کے وقت صاحبزادوں سے فرمایا مؤمن شاہ

نام کا ایک نوجوان طالب صادق سندھ سے آرہا ہے۔ ہماری طرف سے

اُسے نعمت پہنچا دینا۔ صاحبزادوں نے پوچھا حضرت اسے کیا نعمت دیں

حضرت سلطان العارفين قدس سرہ نے فرس زمین پر اپنی انگلی سے

اسم ذات اللہ لکھا اور بس۔ صاحبزادوں نے اس نقش کو ڈھانپ دیا۔ جب حضرت موسیٰ شاہ پہنچے تو انہوں نے اسم ذات سے پردہ ہٹایا جسے دیکھتے ہی حضرت موسیٰ شاہ بیہوش ہو گئے۔ تین دن اور تین راتیں آپ مسلسل بیہوش رہے۔ جب ہوش میں آئے پھر اسم ذات پر نظر پڑی تو دو دن اور دو راتیں بیہوش رہے۔ پھر ہوش میں آئے اسم ذات پر نظر پڑی تو ایک دن اور ایک رات بیہوش رہے۔ حضرات صاحبزادگان نے جب دیکھا کہ اب یہ نعمت ان کے دل میں قرار پکڑ گئی ہے تو نقش پاک کی خاک پانی میں گھول کر حضرت موسیٰ شاہ کو پلا دی اور یہ باطنی امانت مکمل طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ذوق طلب کے حصول پر رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے طالب جذبہ طلب پیدا کر، جس طرح تو مطلوب کے لئے بے قرار ہے۔ اسی طرح مطلوب بھی تیرے لئے بے قرار ہے۔

جو دو عطا خود، اہل طلب کی تلاش میں ہے اور طالب کو بلانے کیلئے صدائیں دے رہا ہے۔

عارف روم کا یہی نکتہ یہاں کار فرما تھا۔ حضرت موسیٰ شاہ ابھی راستے میں ہیں مگر مرشد طریقت ان کے ذوق طلب سے متاثر ہو کر انہیں مطلوب عطا کرنے کے لئے بیقرار ہو گئے۔

فیض حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے گھوٹکی شریف میں مسند ارشاد بچھائی اور لاکھوں بندگان خدا کو رشد و ہدایت سے فیضیاب فرمایا۔

آپ کی اولاد میں بہت سے باکمال بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے خلق خدا کو علم و معرفت کا فیض عطا کیا۔

حضرت موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت مخدوم ابو محمد صالح شاہ رحمۃ اللہ علیہ بہت صاحب فیض بزرگ ہوئے ہیں۔ مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عبدالرحمن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کلمۃ الحق حضرت صالح شاہ صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے اور شاہ عبدالرحمن لکھنوی کے آباؤ اجداد حضرت موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

حضرت فقیر میاں محمود مستانہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

مناقب سلطانی کی فارسی عبارت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کے حالات کو بیان کیا جاتا ہے۔ حتیٰ الوسع لفظی ترجمے کی رعایت کا خیال رکھا جائے گا۔

میاں محمود مستانہ بلوچ چانڈیہ لستی ڈھانڈلہ سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے خلیفہ سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کی شہرت سن کر بمقام "لوہے گھوٹکی" بھی کہتے ہیں حاضر ہوئے۔ اس وقت سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کشتی میں سوار ہو کر دو آب تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے کشف کے ذریعے معلوم کر کے فرمایا، ایک مسافر جذبہ طلب کے ساتھ آ رہا ہے۔ کشتی روکے رکھو۔ یہاں تک میاں محمود آ پہنچے کشتی میں داخل ہوئے اور انتہائی شوق سے سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گئے اور عرض کیا میرے

دین اور ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا اے درویش ذرا پھر کہو۔ انہوں نے اسی طرح پھر عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا اے درویش ذرا پھر کہو انہوں نے پھر اسی طرح عرض کیا اس دوران سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہوش کی کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے توجہ فرمائی تو کشتی میں سوار تمام افراد پر جذب و مستی طاری ہو گئی اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت سید موسیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلفار سے فرمایا کہ درود شریف پڑھ کر ان کے سینے پر دم کر دو یہاں تک کہ وہ ہوش میں آگئے۔ البتہ میاں محمود کو بدستور مستی اور اضطراب میں رہنے دیا یہاں تک کہ کافی دیر کے بعد خود ہوش میں آئے اور نعمت کا فیض ان کے سینے میں قرار پکڑ گیا۔

پھر سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمود سے فرمایا: اے محمود شاہ یہاں سے تمہیں رخصت ہے۔ تمہاری زوجہ مانی جعدہ جو اللہ اللہ کرنے والی ہے میں اس کی بددعا سے ڈرتا ہوں۔ کہیں ہمیں بددعا نہ کر ڈالے تم جلدی جلدی اپنے گھر پہنچو۔ پس میاں محمود رخصت کا شرف حاصل کر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ سکر اور مستی کی حالت میں رہتے۔ اگر کوئی انہیں روٹی کا ٹکڑا یا کھانے کی کوئی چیز دے دیتا تو لے لیتے وگرنہ سوال نہ کرتے۔ ایک بستی میں آئے تو ایک عورت انہیں اپنے گھر لے گئی انہیں لذیذ کھانا کھلایا اور بعد میں گھر کے دروازے کو اندر سے تالا لگا دیا اور برائی کی دعوت دی۔ پھر مذکور نے اسے کہا خدا سے ڈرو۔ اس نے کہا میں نے اسی لئے تمہیں

کھانا کھلا دینے میں تمہیں کسی صورت نہیں چھوڑوں گی۔ اُس نے بڑی
 کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فقیر میاں محمود کو اس کے شر سے محفوظ
 رکھا۔ پس عورت نے فقیر کو گالیاں دے کر باہر نکال دیا۔ اس کے بعد
 فقیر راستے میں آبادی کے قریب نہ گئے اور فقر و فاقہ سے وقت گزارتے
 ہوئے اپنے وطن بستی ڈھانڈلہ آ پہنچے۔

آپ کی زوجہ مائی جعدہ اللہ اللہ کرنے والی تھی اور دلائل الخیرات
 اور درودِ حاضری وغیرہ اس کا وظیفہ تھا۔ فقیر اس کے پاس پہنچے اور گھر
 میں مقیم ہے محمود ستانہ آپ کا لقب پڑ گیا۔ اور جو بات آپ کی زبان سے
 نکلتی ہو کر رہتی۔ بہت لوگ ان کے معتقد ہو گئے اور انہیں نذرانے
 پیش کرنے لگے مگر اس فقیر نے بیعت وغیرہ کا سلسلہ جاری نہ کیا۔ وریا
 کی طغیانی کی وجہ سے آپ کا مزارین مقامات پر منتقل کیا گیا۔ پہلے آپ کا
 مزار بستی ڈھانڈلہ کی مسجد کے ساتھ تھا جو شخص بھی آپ کی قبر پر کوئی
 حاجت لے کر جاتا اور آپ سے امداد طلب کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسکی حاجت
 پوری فرمادیتا۔ پھر آپ کو قبرستان ملا سکندر مرحوم میں بدستور صندوق جنازہ
 کے ساتھ رکھا گیا۔ تیسری مرتبہ آپ کا مزار اپنے پوتے حافظ میاں عیسیٰ
 کے مزار کے قریب قبرستان چاہ شیخ عمر والا میں منتقل کیا گیا۔ اگرچہ میاں
 محمود ستانہ کی اولاد میں سے بعض لوگ جیسے حافظ میاں عیسیٰ موسیٰ زئی
 کے حضرت عاشق خان کے مزار سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے
 مگر حقیقت میں ان کے لئے باطنی فیض حضرت سلطان العارفين
 قدس سرہ کی طرف سے تھا۔

میاں محمود ستانہ کے خاندان سے میاں حیات ولد میاں شیر چانڈیہ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے مزار پر مقیم رہے۔
وہ لشکر شریف کے لئے اپنے سر پر پانی اٹھالاتے تھے۔ یہاں تک
کہ عشق الہی کے جذبات اور ذات پاک کے تجلیات ان پر وارد ہوئے
اور وہ ولی اللہ بن گئے۔

مناقب سلطانی کی فارسی عبارت کا ترجمہ یہاں پر ختم ہوا۔

چند حقائق روشن ہو گئے

مناقب سلطانی کے حوالے سے حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ کے
حالات اور کمالات تو معلوم ہو گئے مگر کچھ حقائق ایسے ہیں جو ان میں غور
کرنے سے سامنے آتے ہیں۔ عام طور پر ہمارا یہی خیال تھا کہ شاید ہمارے
خاندان میں فقر و تصوف کی بنیاد حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ نے
رکھی۔ آپ کے حالات کے ضمن میں آپ کی زوجہ محترمہ کے متعلق حضرت
موسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ
میں تمہاری زوجہ کی بددعا سے ڈرتا ہوں اور وہ اللہ اللہ کر نیوالی ہے
پھر یہ کہ دلائل الخیرات شریف اور دوسرے وظائف کی پابندی
یہ امور اس حقیقت سے پردہ کشائی کرتے ہیں کہ فقر و تصوف اور
زہد و عبادت کا یہ ماحول کافی عرصہ پہلے سے تشکیل پا چکا تھا۔ عام
ضابطے کے مطابق عورتوں میں فضل و کمال کا عنصر مردوں کی نسبت
بہت کم پایا جاتا ہے۔ ہاں مردانِ خدا کی تعلیم و تربیت اور حسن نظر
سے یہ جوہر قابل کہیں نہ کہیں دستیاب ہو جاتے ہیں۔ حالات پر غور کرنے

کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ علم و فقر کی یہ داستان حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں پہلے شروع ہوتے دکھائی دیتی ہے۔

آخر وہ کون سے عوامل تھے وہ کیا ماحول تھا وہ کیسی تعلیم و تربیت تھی اور کیا فیضان نظر تھا جس نے حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جذبہ کمال یہ طلب صادق اور یہ بلند ہمت عطا کر دی اس قسم کے عناصر یک دم ترکیب کی صورت حاصل نہیں کر لیتے اور اس قسم کے جوہر اچانک مجموعی طور پر میسر نہیں آجاتے۔

شیخ طریقت کا ان کی طلب کے صدق پر گواہی دینا اور مقہوری ہی دیر میں نعمت عظمیٰ سے ہمکنار کر کے رخصت عطا کر دینا اس بات کا مضبوط قرینہ ہے کہ حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سے کسی پاکیزہ ماحول میں بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ نے ان کی بشری آلاتوں کو سرسبز ختم کر ڈالا تھا اور وہ ایک خشک سڑی کی مانند تھے۔ جس میں عشق و محبت کی آگ لگانے کی ضرورت تھی اور یہی کام حضرت مخدوم موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

طریقت کا سالک لاکھ مجاہدہ اور ریاضت کرتا رہے جب تک کسی شیخ کابل کی نگاہ فیض اس پر نہ پڑے منزل مقصود حاصل نہیں ہوتی۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

سرد سے سندھ کا طویل سفر پاپیادہ طے کر کے حضرت محمود مستان رحمۃ اللہ علیہ نے طالبان حق کو دعوتِ فکری دی ہے کہ وہ کبھی اس راہ میں تھک کر بیٹھ نہ جائیں بلکہ اپنی جدوجہد کو تیز تر کر دیں۔ کیونکہ اس راہ میں

ذرا بھر غفلت سے جو کمی پیدا ہوتی ہے وہ مدتوں تک پوری نہیں ہو سکتی
 رقم کہ خار از پاکش محل نہاں شد از نظر
 یک لحظہ غافل گشتہ و ضد سالہ را ہم دور شد
 حضرت محمود ستانہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کردار کی عظمت کا
 پہلو خاص طور پر اجاگر ہوتا ہے جو واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا اس قسم
 کے موقع پر نفس اور شیطان کے باہمی تعاون سے جو تباہ کن سیلاب
 آمد آتا ہے وہ انسانی عفت اور تقدس کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر
 لے جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ثابت قدم رہ کر استقامت کی راستے سے
 منحرف نہ ہونا خاص بندگانِ خدا کا حصہ ہوا کرتا ہے۔

قرآن مجید نے نبوت کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے سورہ یوسف
 میں اسی قسم کے واقعے کا تذکرہ کیا اور اہل ایمان کو حضرت یوسف علیہ السلام
 کے کردار کی عظمت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مانی زلیخا کی
 دعوتِ فساد پر آپ نے فرمایا معاذ اللہ (خدا کی پناہ) حضرت محمود ستانہ
 نے بھی ایسے ہی مقام پر فرمایا۔ اے عورت خدا کا خوف کر۔ سبحان اللہ
 کیا ہی عجیب معاملہ ہے کہ امت محمدیہ کا ایک ولی بنی اسرائیل کے پیغمبر
 کا کردار ادا کر رہے کروڑوں درود و سلام ہوں اس نبی رحمت پر جس نے
 ارشاد فرمایا۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَانِبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ .

میری امت کے علمائے کالمین بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں
 قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی ارشاد
 فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی برہان کا مشاہدہ کیا تو اس فتنے سے امن
 میں رہے۔ گویا فتنہ فساد کا یہ مقام نہایت ہی خطرناک تھا کہ ایک پیغمبر

کو اس نازک موقع پر برہان رب کا مشاہدہ کرایا گیا اور اس کی شان معصومیت پر کوئی داغ نہ لگنے دیا گیا۔ اللہ کے ایک ولی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا تو کیا اس بات پر اکتفا کر لیا جلتے کہ ہاں جی وہ بچ نکلے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ جہاں برہان خداوندی کے بغیر نجات کی کوئی صورت نہ ہو وہاں پوری استقامت اور تمکنت کے ساتھ محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت اور عنایت کے بغیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت محمود مستانہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس مقام پر فتنہ فساد سے بچ جانا اس بات کی برہان مبین ہے کہ اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے نفس اور شیطان کے فتنے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ ارشاد خداوندی اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔

بے شک میرے خاص بندوں پر تو غالب نہیں آسکتا۔

تعجب ہے ان لوگوں سے جو ہر اچھے بڑے اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک ہی لائٹھی سے ہانکنے کے عادی ہیں اور جو ہر وقت یہی رٹ لگائے رکھنا دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں کہ چھوڑو میاں سب لوگ برابر ہیں۔ سب ہی انسان ہیں انبیاء و اولیاء بھی تو ہماری طرح انسان ہی تھے۔ کوئی نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتا بس اللہ ہی اللہ۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے اس قسم کے لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی روش کو گمراہی کی سب سے بڑی وجہ قرار دیتے ہوئے کیا خوب فرمایا:

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد کم کے زابدال حق آگاہ شد

گفتہ ایک ما بشار ایشاں بشر
 ایشاں استند ایشاں از عمی
 ماؤ ایشاں بستہ خوابیم و خور
 بہست فرقے درمیاں بے منتہا
 (مفہوم) جہان کی گمراہی کی اصل وجہ یہ ہے کہ خاصانِ خدا کو کم
 لوگوں نے پہچانا۔ گستاخ لوگ یہی رٹ لگاتے رہے کہ وہ ہم جیسے بشر
 ہیں۔ وہ اور ہم دونوں کھاتے پیتے ہیں اور سوتے جاگتے ہیں پھر کیا فرق
 رہ گیا؟ یہ دل کے اندھے اثنا نہ سمجھ سکے کہ عام لوگوں اور خدا کے خاص
 بندوں کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے عام لوگوں اور بندگانِ خدا کے درمیان
 جس فرق سے آگاہ کیا ہے وہ ایسے ہی مواقع پر صاف ظاہر ہو جاتا ہے
 حضرت محمود مستانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ خدا کے
 مقبول بندے نفس اور شیطان کے فریب میں گرفتار نہیں ہوتے جبکہ عام
 انسان اس آزمائش میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

حضرت محمود مستانہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت مخدوم موسیٰ شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فقرِ محمدی کا جو پودا
 حضرت محمود مستانہ کے سینے میں لگایا تھا اس کی خوب نشوونما ہوئی
 اور اس نے پھل پھول کر علم و فقر کے ثمرات کو آگے بڑھایا۔ حضرت کی
 اولاد کے زیادہ حالات ہمیں یکتا نہیں آسکے البتہ آپ کے ایک پوتے
 حضرت حافظ نورا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اچھا بھلا
 مواد ملا ہے جن کی پشت سے ایک مردِ باکمال نے اپنے خاندان کو
 دوامی شہرت اور مقبولیت عطا کرتے ہوئے اہل فضل و کمال کی ایک

جماعت کو فیض باطن سے مالا مال کر دیا۔ اسکی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرت حافظ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت محمود مستانہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں بچپن ہی سے علم کا ذوق طلب ان کی پیشانی میں نمایاں تھا۔ گھر میں ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوئے تو قصبہ چودھواں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا رخ کیا تاکہ مزید علمی پیاس بجھا سکیں۔

چودھواں اس زمانے میں علم و فضل کی سرزمین ہونے کے لحاظ سے مشہور تھا۔ بہت سے علماء اور درویش یہاں مقیم تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ حافظ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں درس میں داخل ہو گئے اور تعلیم حاصل کرنے لگے۔

فقر کے خاندانی ماحول کا اثر تھا کہ یہ نوجوان درویش حصول علم کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدے میں بھی مشغول رہتا۔ علماء کی خدمت کے ساتھ ساتھ درویشوں کے پاس جانا اور خدمت کرنا بھی انکا معمول تھا۔ حصول علم کے سلسلے کو تکمیل تک پہنچانے سے پہلے ہی آپ کی ملاقات ایک خدمت درویش اور صاحب جلال مجذوب سے ہوئی جو سلسلہ قادریہ اویسیہ کے گوہر نایاب تھے۔ ان کی ملاقات نے برسوں کی منزلیں ساعتوں میں طے کرا دیں اور ان کے فیض نظر نے وہ انقلاب پیدا کیا جس نے صدیوں تک اپنے اثرات کو باقی رکھنے کی ضمانت دی۔

فیضانِ قادریت کے دریا کا جوش و خروش

حضرت فقیر نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جس مردِ باکمال سے ملاقات ہوئی ان کے بارے تفصیل کچھ یوں ہے۔

چودھواں سے چار پانچ میل کے فاصلے پر موسیٰ زئی شریف کا قصبہ ہے۔ اس قصبے میں نقشبندی سلسلے کی ایک مشہور خانقاہ بھی ہے جس میں حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ ان بزرگوں نے اور ان کی اولاد اور خلفاء و مریدین نے رشد و ہدایت کا فیض پھیلا یا اور خلقِ خدا کی رہنمائی کی۔ ان بزرگوں کی اولاد میں سے بعض حضرات کی ہمارے بزرگوں سے ملاقات اور تعارف رہا ہے جس کا ذکر بعد میں آئیگا۔ اسی قصبہ موسیٰ زئی شریف کے جنوب مشرقی کنارے پر سلسلہ عالیہ قادریہ اولیسیہ کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت عاشق خان فیض ساں رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں جو مقامِ جذب و ولایت کے شاہیناز، میدانِ عشق و محبت کے شہسوار اور دریائے معرفت کے گوہر تابدار ہیں۔ تبلیغ و ارشاد کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر جمالِ ذات کے انوار و تجلیات میں مستغرق و شبتِ ہُویت کی سیر و سیاحت میں منہمک، نام و نمود اور شہرت و تعارف سے بے نیاز، جلال اور مصیبت کبریٰ کا مظہرِ کامل یہ مردِ قلندر بھی اسی خطہٴ ارض کو اپنے وجودِ مسعود سے روحانی عظمت عطا کئے ہوئے ہے۔

تجھے کیا خبر کہ کیا ہے تجکے قلندرانہ

حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ خراسان سے تشریف لائے تھے۔
 کوئی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے بسلسلہ قادریہ متھا، ارواح طیّبہ
 سے براہ راست فیضیاب تھے۔ اس لئے اویسی کہلاتے ہیں۔ مجال کے
 درخت کے نیچے فریش زمین پر تشریف فرما ہوتے کسی کو قریب آنے کی
 جرات نہ ہوتی۔ کوئی پاس پھٹکنا تو وہ پٹائی ہوتی کہ خدا کی پناہ۔
 چند ایک خدمتگار بھی اس خدمت پر مامور ہوتے کہ کسی کو قریب
 نہ آنے دیا جائے۔

علاقے میں شہرت ہو گئی تو دور دور سے لوگ دیکھنے کے لئے آتے
 مگر خانقاہ کی حدود سے باہر کھڑے رہتے۔ آپ ایک مضبوط ڈنڈا پاس
 رکھتے اگر کوئی خادموں سے الجھتا تو بذاتِ خود نمٹ لیتے۔
 چودھواں سے علماء کرام، طالب علم اور درویش بھی یہ منظر دیکھنے آ
 جاتے۔ ایک مرتبہ فقیر نورا احمد بھی آگئے۔ دوپہر کا وقت تھا، حضرت
 لیٹے ہوئے تھے۔ فقیر نورا احمد کو لوگوں نے بہت سمجھایا اور خادموں
 نے بھی روکنے کی کوشش کی۔ مگر آپ خانقاہ کی حدود میں داخل ہو کر
 سر جھکائے ہوئے دست بستہ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کی
 جانب قدم بڑھاتے گئے۔ کچھ طالب علم اور شہر والے یہ منظر دیکھ رہے
 تھے اور اس انتظار میں تھے کہ یہ مسکین چوٹیں کھا کر آئے گا تو اس کی
 مرہم پٹی کریں گے۔

بیاجان جاناں کہ درانظارم

حضرت نے فقیر نورا احمد کو دیکھا تو بڑی شفقت سے بلایا اپنے پاس بٹھایا سر پر ہاتھ پھیرا اور گفتگو فرماتے رہے۔
 کچھ دیر بعد اجازت فرمائی۔ اب اس کے بعد فقیر نورا احمد گاہے گاہے بلا روک ٹوک خدمت میں حاضر ہوتے اور لوگوں میں آپ کی بڑی شہرت ہو گئی۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہتے کہ حضرت صرف اس ایک شخص کو پاس آنے دیتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے:
 ”چانڈیہ بلوچ نے لونی پٹھان کو لوٹ لیا ہے۔“

گلشن فقر میں بہارِ جاودانی

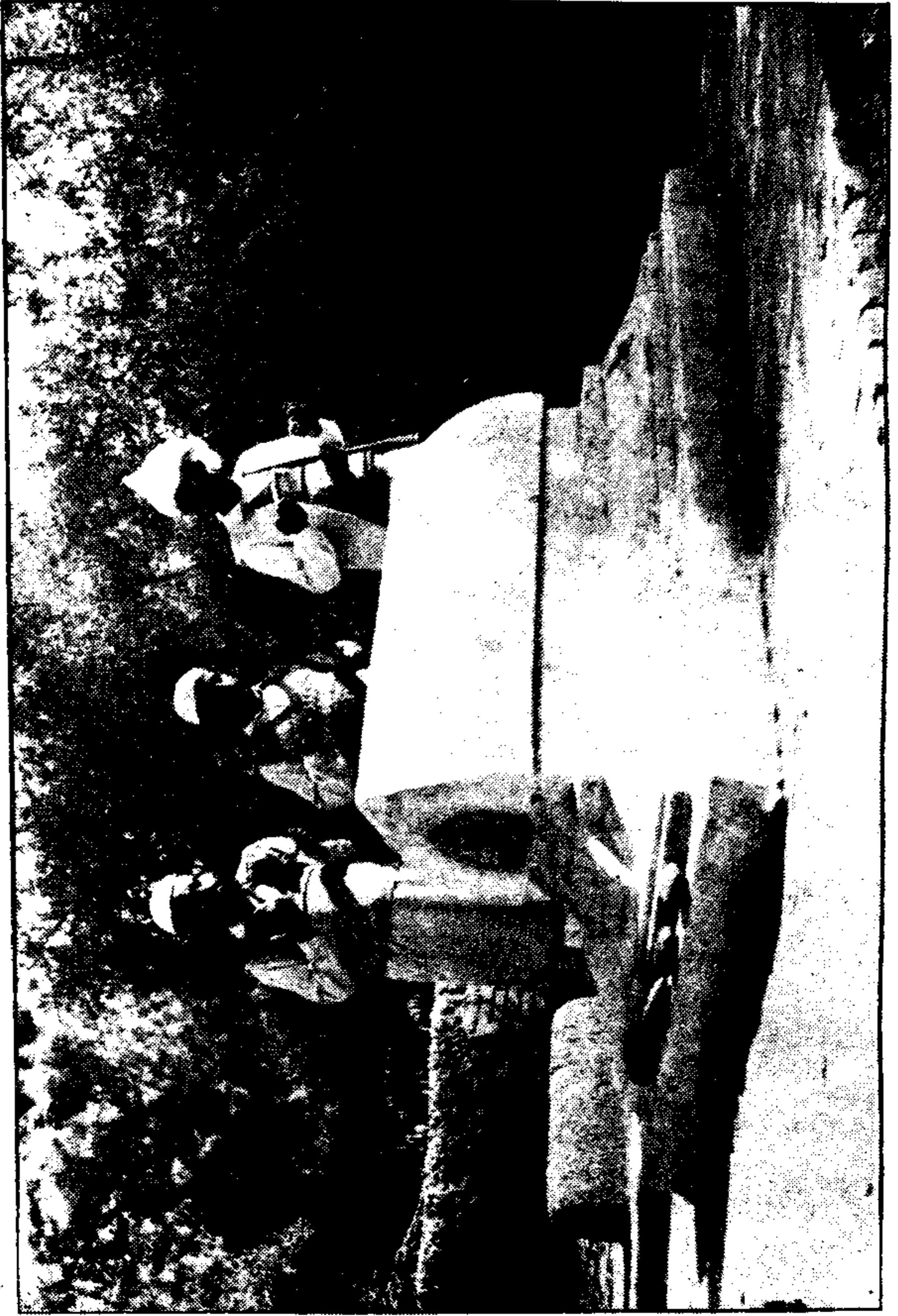
حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت زیادہ ہوتی گئی تو حافظ نورا احمد کے لئے تکمیلِ علم کی منزل قریب ہوتی گئی۔ تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو خلوت میں حضرت عاشق خان فیض رسان نے ارشاد فرمایا۔
 ”تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہونے والا ہے وہ ہمارے فیضِ جذب و ولایت کا متحمل ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس اس کے لئے امانت ہے۔ چونکہ ہم اس کے آنے سے پہلے اس جہان سے رخصت ہو جائیں گے اس لئے ہم یہ امانت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے حوالے کر دینا اور ہماری طرف سے اب تمہیں رخصت ہے۔“
 حضرت فقیر نورا احمد رحمۃ اللہ علیہ علومِ ظاہرہ کے ساتھ یہ باطنی امانت

لیکر وطن پہنچے اور علم دین کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔
 اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے عطا فرمائے۔ دونوں کو دینی تعلیم
 دی اور اس انتظار میں رہنے لگے کہ جس کی امانت ہے وہ شعور اور بلوغ
 کی حد کو پہنچے تو میں اپنی ذمہ داری ادا کروں۔ آپ کے یہ خوش نصیب
 سعادت مند فرزند حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اس
 نعمت عظمیٰ سے مستزف ہوئے۔ ان کے اسم گرامی اور نام نامی کو سب سے
 زیادہ شہرت ملی اور یہی بزرگ خاندان کی عظمتوں کو برقرار رکھنے کا
 باعث بنے۔

حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزید حالات

تاریخی حالات اور قرائن سے جہاں تک اندازہ ہوتا ہے تو حضرت
 عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کا وید مسعود موسیٰ زئی شریف میں تیرھویں صدی
 ہجری کی ابتدا میں معلوم ہوتا ہے۔ البتہ پوری مدت کا اندازہ نہیں لگایا جا
 سکتا کہ حضرت نے مجموعی طور پر کتنے سال یہاں پر گزارے۔ آپ کے قیام
 سے علمائے ظاہر کو بڑی کوفت ہوئی۔ آپ کے مجاوروں کے طرز عمل سے
 بھی وہ نالاں رہتے۔ انہوں نے کئی دفعہ قاضی و محتسب تک بھی رسائی
 حاصل کی اور اس مردِ قلندر کو یہاں اٹھانے کی ناکام کوشش کی وہ جب
 بھی کسی خلاف شرع امر کی شکایت کرتے تو تحقیق اور مشاہدے کے
 وقت معاملہ برعکس نکلتا۔ بالآخر علمائے ظاہر نے آپ سے تعریض
 چھوڑ دیا۔

حضرت کی خانقاہ کے ساتھ کافی ساری جگہ ملحق ہے جہاں جبال کے کافی درخت ہیں اور باغ بھی ہے۔ سرحد کے اس علاقے میں جہاں بارش بہت کم ہوتی ہے اور عموماً خشک سالی رہتی ہے یہاں تک کہ دامن کوہ کے وسیع و عریض میدانی اور پہاڑی علاقے میں پینے کا پانی بھی کم ہی میسر آتا ہے۔ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ہے کہ پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر جلری ہوتا ہے جس کا نصف پانی چھوٹے نالے کی صورت میں آپ کے مزار اقدس کے سر ہانے چند گز کے فاصلے پر گزرتا ہے۔ برسات ہو یا خشک سالی پانی کا یہ نالہ ہر موسم میں لگاتار جاری رہتا ہے۔ موسیٰ زنی کے باغات اور کھیت بھی اس سے سیراب ہوتے ہیں اور قصبے کی سرسبزی اور شادابی کا سماں بھی ہر وقت سہانا نظر آتا ہے ایک مرتبہ علاقہ کے زمینداروں سے اسی پانی کے بارے میں تنازعہ ہو گیا، حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا: جھگڑے کی ضرورت نہیں پانی جس کے ساتھ چلا جائے اسی کا ہو گا۔ اس وقت آپ پر قدرے جلال کی کیفیت طاری ہوئی چنانچہ آپ اسی نالے کے کنارے آگئے اور پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت چلنے لگے تو پانی نالے سے نکل کر آپ کے پیچھے پیچھے چلتا گیا یہاں تک کہ آپ کسی بڑے ٹیلے یا پہاڑی پر چڑھتے تو پانی ساتھ چڑھ جاتا۔ پانی تو آپ کے ساتھ ساتھ اور آگے نالہ خالی رہ گیا۔ اس موقع پر بہت لوگ جمع ہو گئے آخر زمینداروں نے آپ کی یہ کرامت دیکھ کر معافی مانگی اور نالہ بدستور آپ کے قریب سے گزرتا رہا جو اس وقت تک جاری ہے۔ موسیٰ زنی پتھر اور مضافات کے لوگ اسی نالے کا پانی پیتے ہیں۔ کیونکہ اس سارے علاقے کا پانی کڑوا ہے۔ موسیٰ زنی شریف کے آس پاس دامن کوہ کے وسیع



موسیٰ زئی تشریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت عاشق خان قادریؒ
کامزار پر الوار تصویر میں جال کے وہ درخت بھی نظر آ رہے ہیں جن کی نیچے
آپ تشریف فرما رہتے تھے۔

علاقے جسے دامان کہا جاتا ہے اور دریائے سندھ کے بالائی اور زیریں کنارے کے دیہات میں آپ کے ہزاروں عقیدت مند اور نذر گزار ہیں۔ آپ کی خانقاہ کے مجاور اسی دور سے چلے آ رہے ہیں ان میں دو بزرگ میاں شیر محمد مرحوم اور میاں خیر محمد مرحوم ہمارے علاقے میں بہت آیا کرتے تھے اور لوگ ان کی بہت خدمت کرتے۔ اب میاں خیر محمد مرحوم کے فرزند فقیر فدا حسین آیا کرتے ہیں۔ اب خانقاہ کی حفاظت اور دیکھ بھال ان ہی کے ذمہ ہے۔ دور دراز علاقوں سے لوگ آپ کی خانقاہ پر حاضر ہو کر نذر نیاز پیش کرتے ہیں اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ مزار شریف پختہ ہے۔ ارد گرد کچی چار دیواری ہے اور سرہانے ایک وسیع کچا مکان ہے جس میں زائرین ٹھہرتے ہیں۔ مزار شریف کے کتبے پر حضرت کا اسم گرامی یوں لکھا ہوا ہے منظر جذب و ولایت مخزن عشق و محبت حضرت عاشق خان فیض رسان رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار شریف کے غربی جانب داخلی دروازہ ہے اور یہ جگہ سطح زمین سے پانچ چھ فٹ اونچی ہے۔

حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر باقاعدہ حاضری ہمارے بزرگوں کا معمول رہا ہے۔ چونکہ سرحد کے علاقے میں متعلقین کے ہاں ہمارے بزرگ عموماً جایا کرتے تھے۔ اس لئے ایسے موقعے پر حضرت کی خانقاہ پر بھی ضرور حاضری دیتے۔ ہمارے بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ موسیٰ زئی شریف کی نقشبندی خانقاہ کے بزرگ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ آپ کے مزار شریف کے مجاور کو دیکھ کر حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو جاتے اور مالی تعاون فرماتے۔ یہ بات خادموں کو ناگوار گزرتی۔ ایک مرتبہ آپ گھر شریف رکھتے

تھے کہ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مجاور آیا۔ آپ کے خادموں نے اسے سخت سست کہا اور دھکے دے کر نکال دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دوڑتے ہوئے اس مجاور کو جلے معذرت فرمائی اور پہلے سے زیادہ مالی تعاون فرما کر راضی کیا۔ خادموں پر سخت ناراض ہو کر فرمایا خدا تمہیں ہدایت دے حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ تمہاری گستاخی پر سخت جلال میں تھے قریب تھا کہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔ میں نے اس مجاور کو راضی کر کے آپ کے غضب کو ٹھنڈا کیا ہے۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ سچ ہے۔

ولی را ولی مے شناسد۔ اللہ والوں کو اللہ والے ہی پہچانتے ہیں۔

حضرت فقیر نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

پہلے بیان ہو چکا کہ حضرت عاشق خان قادری اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد فقیر نور احمد وطن واپس آگئے تھے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولوی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ نے فیضانِ ولایت کی امانت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے عطا فرمائی جن کے حالات بعد میں تفصیل سے بیان کئے جائیں گے۔

حضرت مولوی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے والد فقیر نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی علوم حاصل کئے علم کی طلب میں سفر بھی کیا۔ بڑے مستند اور متبحر عالم بنے۔ وعظ فرماتے

فتویٰ دیتے اور تبلیغِ دین میں کوشش کرتے۔ ہماری خاندانی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ درس و تدریس میں بھی آپ نے خاص مقام پیدا کیا چنانچہ بہاولپور ریاست کے نواب صاحبان کے شاہی مدرسے میں تدریس کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

اتباعِ شریعت کا آپ پر بڑا غلبہ تھا۔ کوئی بات خلافِ شریعت دیکھتے تو سخت ناراضگی کا اظہار کرتے۔

ایک مرتبہ کسی مجذوب درویش سے شرعی مسئلہ کے سلسلے میں تکرار ہو گیا۔ آپ نے حسبِ معمول ناراضگی اور غصے کا اظہار کیا۔ مجذوب رنجیدہ ہو کر چل دیا۔ اس کے بعد آپ کو شدید احساس ہوا۔ اور آپ ایک آزمائش اور پریشانی کی کیفیت میں رہنے لگے۔ اپنے برادر محترم حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ بہتر ہے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے جاؤ۔ ہمارا سلام کہنا اور اپنا حال بھی بتا دینا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ۱۲۶۶ھ میں ہوا۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمان تھے۔

حضرت مولوی موسیٰ صاحب حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے بھائی فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا سلام پہنچایا اور اپنا حال بھی سنایا۔

حضرت شہ سلیمان تونسوی کی توجہ سے مولوی موسیٰ صاحب کی آزمائش رفع ہو گئی اور وہ خواجہ تونسوی کے ہاتھ پر مرید ہو گئے۔ اس کے بعد طبیعت میں اعتدال آگیا اور آخروں تک بڑے اطمینان

سے دین کی خدمت میں مشغول رہے۔ آپ کی اولاد سے مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور خطیب ہوئے جن کے وعظ و تبلیغ سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اسی خانوادے سے مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور خطیب گزرے ہیں جو علاقائی سیاست میں بھی اچھا خاصا حصہ لیتے تھے اور وعظ و تبلیغ میں بھی مصروف رہتے۔ مولانا مرحوم بڑے باعرب اور نڈر آدمی تھے نیز مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ان کی بیعت حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ مولانا موصوف کے فرزند مولوی حاجی ولی محمد حیدر آباد سندھ میں امام اور خطیب ہیں اسی طرح ان کے تین پوتے حافظ غلام رسول، مولوی محمد موسیٰ اور حافظ غریب نواز بھی امام اور خطیب ہیں۔

مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے سن ۱۳۹۵ھ میں وفات پائی۔ دربار حضرت فقیر صاحب کی مسجد سے متصل جنوب میں ان کا مزار ہے۔

عمر ہادر کعبہ و بت خانہ مے نالہ جیہ
تازہ بزم عشق یک دانائے راز آید برون

جس بزرگ نے ہمارے خاندان کو دوامی شہرت و مقبولیت عطا فرمائی اپنے اکابر کے نام کو روشن کیا اور فیض تربیت سے صالحین کی ایک فعال جماعت کو تیار کر کے ہزاروں افراد کو رشد و ہدایت کا فیض پہنچایا، ان کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت فقیر میاں عیسیٰ اور لقب عارف سلطان ہے تقریباً ڈیڑھ سو سال کے عرصے سے ہمارے خانوادے کا تعارف اور امتیاز اسی مردِ کامل سے وابستہ ہے۔ آپ کی بدولت ہی علم و فقر کا یہ سلسلہ

اتنا طویل عرصہ جاری رہا اور آپ ہی کی برکت سے اُسندہ جاری رہیگا۔
چونکہ ہمارے خاندان کے بزرگوں میں مرکزی حیثیت آپ ہی کو
حاصل ہوئی اس لئے آپ کے حالات اور تعلیمات کو حتیٰ الوسع تفصیل
سے قلم بند کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ آپ کے متعلقین اور عقیدتمندوں
کو آپ کی سیرت اور تعلیمات سے واقفیت ہو اور عرصہ دراز سے ان کا
شوق طلب منزل مراد سے ہمکنار ہو۔

عارف سلطان شہزاد فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

فقرو ولایت کا یہ چراغ حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر روشن ہوا
تاریخی قرائن اور خاندانی روایات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی
ولادت باسعادت تقریباً ۱۲۱۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد
فقیر حافظ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ بستی ڈھانڈلہ میں رہائش پذیر تھے۔ جو
دریائے سندھ کے پار صوبہ سرحد کے علاقے میں واقع تھی۔ اسی بستی
ڈھانڈلہ میں کئی پشتوں تک ہمارا خاندان آباد رہا ہے۔

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت
ابتدائی حالات سے پہلے چونکہ حضرت عاشق خان فیض ریان

قادری اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی اور روحانی
فیض و برکت کی امانت حوالے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے آپ کی تعلیم و
تربیت پر خاص توجہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مشائخ قادریہ کے فیض نظر سے حضرت

فقیرمیاں علیٰ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی اللہ تھے جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو والد ماجد نے فیض باطن کی امانت آپ کو سنبھال دی۔ ہماری خاندانی روایات سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ آپ نے علم و فقر کی تلاش میں کبھی سفر نہیں فرمایا۔ فیض ولایت نے باطن میں وہ اطمینان اور استقامت پیدا کر دی کہ گھر کے ماحول نے ہی درس گاہ علم و فقر کا کام دیا۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض خوش نصیبوں کو عنایت ازلی نے گھر بیٹھے ہی فقر و ولایت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

یہ بھی ثابت ہے کہ بعض اہل کمال خود اہل طلب کو ڈھونڈتے ہوئے ان کے ہاں تشریف لائے اور فیض باطن سے مشرف فرمایا۔ اسی قسم کا معاملہ حضرت فقیرمیاں علیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کی مزید تفصیل آپ کے حالات کے ضمن میں لائی جائے گی۔

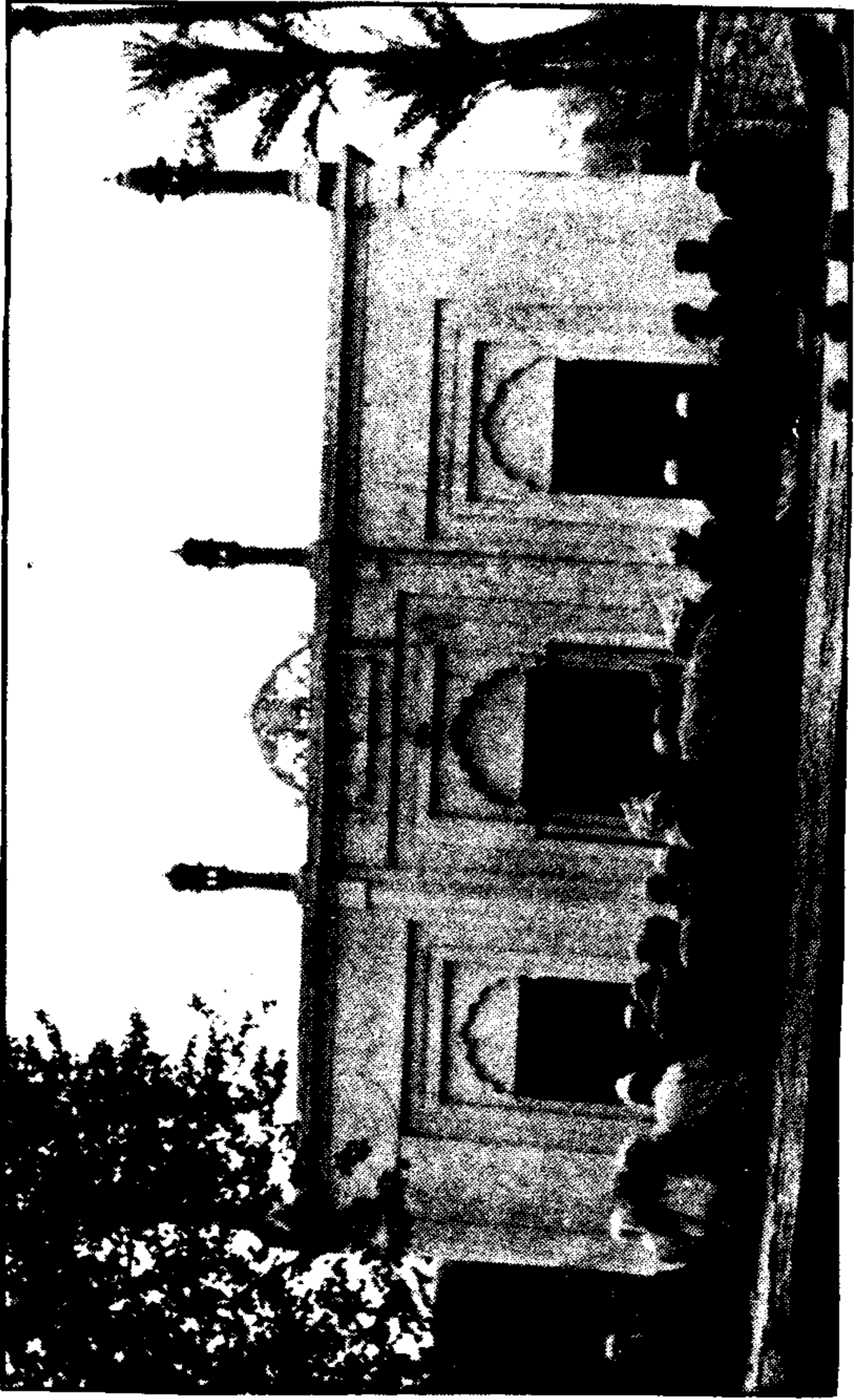
بستی بختاورد میں تشریف آوری

بستی بختاورد موضع ڈھانڈلہ ضلع بھکر کے دیہات میں ایک مشہور گاؤں ہے۔ یہاں کا ایک زمیندار ملک بختاورد مرحوم جو حضرت فقیر صاحب کا عقیدت مند تھا یہ بستی اسی کے نام سے موسوم ہے۔ کنڈیاں ملتان ریلوے سٹیشن پر نوٹک سٹیشن سے چھ میل دور مغرب کی جانب یہ گاؤں واقع ہے۔ اب اسے پختہ ٹرک کے ذریعے نوٹک بھکر روڈ سے ملا دیا گیا ہے۔ بستی بختاورد میں گورنمنٹ ہائی سکول، معیاری ہسپتال، شفاخانہ حیوانات قائم ہیں۔ مزید ترقیاتی سکیموں میں بھی اس گاؤں کو

اہمیت دی جا رہی ہے۔ بھکڑ کے دیہات میں سب سے پہلے بستی بختاور کو بھلی کی سہولت دی گئی۔ یعنی آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے یہاں بھلی کی لائن پہنچا دی گئی جس کی وجہ سے گاؤں کی رونق میں اچھا بھلا اضافہ ہوا۔ بستی بختاور کی سرزمین بڑی زرخیز بلکہ مردم خیز ہے۔ جدید ذرائع آبپاشی کی کثرت سے گاؤں کا ارد گرد بڑا سرسبز و شاداب ہے اور اس میں قدرتی جاذبیت اور فطری کشش پائی جاتی ہے۔ آس پاس کے چھوٹے دیہات میں بستی بختاور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور لوگوں کی آمد و رفت سے بستی بختاور کی گلیوں میں رونق مچی رہتی ہے۔ گاؤں کے وسط میں جامع مسجد ہے جہاں جمعہ اور عیدین کی نماز باقاعدگی سے ادا کی جاتی ہے آس پاس کے دیہات سے کافی لوگ ایسے موقعے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اچھا بھلا مذہبی اجتماع ہو جاتا ہے۔

بستی بختاور کی شہرت کی اصل وجہ

بستی بختاور کو جس وجہ سے اہمیت حاصل ہوئی اور دوسرے دیہات سے امتیازی مقام ملا وہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کی دینی مذہبی اور روحانی خدمات ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے ایسے پسماندہ علاقے میں ایک معمولی گاؤں کو علم و فقر کا گہوارہ بننے کی سعادت نصیب ہوئی اور روحانی درس گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی بستی بختاور میں سینکڑوں علماء و رویش، سالک و اکابر شاغل اور حافظ قرآن پیدا ہوئے جن کے ذکر و فکر، مراقبہ اور درس و تدریس نے ایک وسیع معاشرے کو اسلامی تعلیمات کے



بستی بنجناور کی جامع مسجد جہاں فقیر خاندان کے بزرگ نمازِ جمعہ و عیدین
پڑھاتے رہے۔

انوار سے منور کر دیا۔ کیا ہی عجب سماں ہوتا جب ایک طرف مسجد کے وسیع صحن اور درختوں کے سائے میں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ عروج پر ہوتا سامعین گناہوں سے توبہ استغفار کرتے۔ گریہ وزاری سوز و گداز اور عجز و نیاز کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا تو دوسری طرف خدامت درویشوں کے حجروں اور خانقاہوں میں ذکر با لہجر، تزکیہ نفس، مراقبے اور مجاہدے کی مشق جاری ہوتی اور رات کی تاریکی میں آس پاس کے جنگلوں اور صحراؤں میں درد مند دلوں سے نکلی ہوئی اللہ ہُو کی آواز سنائی دیتی۔

ملک بختاوری کی مخلصانہ گزارش

ملک بختاوری مرحوم نے ایک مرتبہ حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بستی بختاوری قیام فرمائیں۔ آپ کی خدمت میں پہنچنے کیلئے دریا عبور کرنے اور دریا کی طغیانی کے باعث آپ کے عقیدت مندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ نیز کئی مرتبہ بستی ڈھانڈلہ دریا کی طغیانی کا شکار ہو چکی ہے اور نقل مکانی کی نوبت آتی رہی ہے۔ حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعزہ واقارب نے بھی اسی قسم کا مشورہ دیا تو حضرت فقیر صاحب بستی بختاوری تشریف لانے پر راضی ہو گئے۔ آپ کے عقیدت مندوں کو اس بات سے بڑی خوشی ہوئی اور ان کے تعاون سے جلد ہی بستی بختاوری میں قیام کا مرحلہ طے ہو گیا۔ آپ کے خانوادے کے لئے موجودہ بستی بختاوری کے شمال مشرقی حصے کو منتخب کیا گیا۔ جہاں پر آج تک ہمارا خاندان آباد ہے۔ ہمارے محلے کی مسجد سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش تھی۔ آپ کا قیام سرکنڈوں کے ایک

جھونپڑے میں ہوتا اور اس پاس بھی سرکنڈوں کی چار دیواری تھی۔
ہمارے بزرگوں کی روایات اور مشاہدے کے مطابق یہ متبرک جگہ
ہمارے دادا حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی پھر ہمارے
والد مرحوم نے یہاں مکان تعمیر کرایا۔

حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ اسی جھونپڑے میں
قیام رکھا۔ سرکنڈوں کے اس جھونپڑے میں قرآن مجید، مصلیٰ، کوزہ، چٹائی
اور ایک آدھ استعمال کا پرانا کپڑا سا ساڑھ سا مان تھا۔ نماز کے لئے
مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز سے فارغ ہو کر گھر واپس آتے۔

حضرت فقیر صاحب کی صورت، سیرت اور اخلاق و عادات

آپ کا قدم مبارک درمیانہ تھا۔ رنگ گندمی سفید، جسم نحیف مگر
حلیہ صحت مند، سر پر چھوٹے چھوٹے بال، داڑھی مناسب حد
شرعی کے مطابق، آنکھیں تھوڑی باریک، رخسار چمکدار، جسم کے
اعضا لطیف اور نازک۔

آپ سادہ سفید کھدر کا کرتہ اور تہجد استعمال کرتے۔
پتلے سفید کھدر کی دستار سر پر باندھتے۔ بعض اوقات
ہلکے کھدر کا رومال بھی سر پر رکھ لیتے۔ باریک اور نفیس لباس کبھی
استعمال نہ کیا۔

آپ بہت کم غذا استعمال فرماتے۔ دیہات کی سادہ
غذا، ساگ پات اور سبزی پسند فرماتے۔ کوئی عقیدہ مند
کھانا پکا کر لاتا تو ایک آدھ لقمہ استعمال کر کے باقی کھانا تقسیم فرما دیتے۔

بعض اوقات کھانے کی کئی لذیذ اور عمدہ چیزیں کافی دیر سنانے پڑی رہیں اور آپ نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے۔ تیرا کیا خیال ہے میں تجھے کھلاؤں گا۔ ذرا کھا کر تو دکھاؤ۔ گھر میں کئی مرتبہ فاقہ رہتا اور صرف پانی پر اکتفا کیا جاتا۔ بعض اوقات دریائی علاقے میں اُگنے والی گھاس سمو کھا کے نور کو پانی میں ابال کر نمک ملا کر لبطو رو دیا کے استعمال کرنے کی بھی نوبت آتی۔

نشست و برخاست | حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عموماً چٹائی پر بیٹھتے۔ کھٹنے کھڑے کر کے ان پر

سر رکھ لیتے اور مراقبے کی صورت میں اکثر اوقات گزارتے۔ کوئی بات کرنا ہوتی یا کسی کی بات سننا ہوتی تو مراقبے کی حالت میں پہلے علاقائی زبان میں "ہوں" فرماتے پھر سر اٹھاتے آپ بڑی دھیمی رفتار سے چلتے اور نگاہ نیچی رکھتے۔

اندازِ گفتگو | آپ بڑے نرم لہجے میں گفتگو فرماتے۔ آواز بڑی آہستہ اور نیچی ہوتی۔ گفتگو میں حد درجے

کی تواضع اور عاجزی ہوتی۔ بہت کم گفتگو فرماتے۔

عجز و انکساری | آپ عجز و انکساری تواضع اور نیاز کا محترم تھے۔ اپنی تعریف کا کوئی کلمہ سننا گوارا نہ

تھا۔ کوئی ایسی بات کرتا تو فرماتے میں تو گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہوں۔ گناہوں کی آلودگی سے میری حالت خراب ہے۔ آپ پر اکثر گریہ اور رقت کی کیفیت طاری رہتی۔ خوفِ خداوندی سے آپ اس قدر روتے کہ آنسو بہنے سے رخساروں پر باریک سی نالیوں بن گئی تھیں

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور بے پرواہی کے تذکرے پر آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تو کافی وقت تک یہ کیفیت جاری رہتی اور آپ بے قراری اور اضطراب سے کانپتے رہتے۔ سیلاب کے موسم میں گاؤں کے قریب رات کے وقت اور صبح سویرے میتھکوں کی اجتماعی آواز کان میں پڑتی تو حضرت رور و کر بہوش ہو جاتے کسی مخلص نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ بابا رکھتے ہیں۔ ڈے ڈے ڈے یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب کچھ حاضر کرنے کے باوجود بھی ڈرتے رہو۔ کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور بے پرواہ ہے۔

نام و نمود اور شہرت سے نفرت | حضرت فقیر میاں علی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کو نام و نمود، تکلف

تصنع اور شہرت سے بے حد نفرت تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں کے اصرار کے باوجود بیعت کا عام سلسلہ جاری نہ فرمایا۔ جب کبھی آپ کے کسی کمال کا تذکرہ کیا جاتا یا دور دراز علاقے سے لوگ آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر آتے تو یہی فرماتے میرا پردہ رکھو۔ مجھے رسوا نہ کرو۔ میں کسی کام کا نہیں میں تو گناہوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہوں۔

اگر کوئی صاحب حال طالب صادق حاضر خدمت ہوتا تو تخلیہ میں اسے وظائف تلقین کر کے عہد دیتے کہ خدارا میرا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا اور نعمت الہی کے جو اثرات ظاہر ہوں۔ حتیٰ الوسع پوشیدہ رکھنا اور دوبارہ میرے پاس آنے کی زحمت نہ کرنا۔ کیونکہ اس طرح میری شہرت ہوگی جو مجھے سخت ناپسند ہے۔ بعض اوقات غرق عادت کے طور پر کچھ باتیں ظاہر ہو جاتیں کبھی کسی کو علم بھی ہو جاتا تو آپ بڑی عاجزی اور تاکید سے

فرماتے کہ مجھ مسکین کے عیب پر پردہ رکھنا۔

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آداب
عبادت و ریاضت | شریعت کے سخت پابند تھے۔

واجبات اور سنتوں کی ادائیگی پورے اہتمام سے فرماتے یہاں تک کہ جذب
استغراق کی حالت سے بھی رجوع فرما کر ان امور شرعیہ کی پابندی کو پیش نظر رکھتے
نوافل عبادات سے تو کسی وقت بھی فراغت نہ ہوتی۔ عموماً مراقبے
اور مشاہدے کی کیفیت طاری رہتی۔ تفکر اور تدبیر کے ساتھ طویل خاموشی
معمول تھا۔ بستی بختاورد سے مغربی جانب دو کلومیٹر پر بڑا سخت گھنا جنگل
تھارات کی تارکی میں عموماً اس جنگل میں محو عبادت رہتے۔ بعض اوقات دن
کو بھی لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آکر اسی جنگل کی طرف تشریف لے
جاتے حضرت فقیر صاحب پر عشق و محبت اور جذب و مستی کا غلبہ رہتا
اور عموماً استغراق اور مشاہدے کی کیفیت رہتی۔

قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف، اسمائے الہی کے ورد کے
علاوہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کون سے خاص وظائف پڑھتے تھے۔
آپ کی اولاد سے جو حضرات اہل کمال ہوئے ہیں ان سے دلائل الخیرات
درود مستغاث اور قصیدہ غوثیہ کا پڑھنا ثابت ہے۔ غالب اندازہ
یہی ہے کہ حضرت فقیر صاحب بھی یہ وظائف پڑھتے ہوں گے اور
ان کے پڑھنے کی اجازت بھی فرماتے ہوں گے۔

زہد و قناعت اور نشان استغناء

حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دنیوی ناز و نعمت سے دور کا

واسطہ بھی نہ تھا۔ آپ کی پوری زندگی فقرِ محمدی کا عکس جھیل تھی۔ لباس، خوراک، رہائش اور دوسرے تمام امور میں فقر اور سادگی کا رنگ غالب تھا۔ گھر میں سونا چاندی، مال و دولت یا اناج کے ذخیرے کا کوئی تصور نہ تھا۔ آپ نے اپنے دور میں نہ کوئی جائیداد بنائی اور نہ ہی مال و متاع جمع کیا ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار کے باوجود مال و دولت اور دنیوی اسباب و ذرائع کو بالکل قریب نہ آنے دیا۔

آپ نے پوری زندگی کبھی کسی سے سوال نہ کیا۔ اپنی ضرورت اور حاجت کو کسی کے سامنے پیش نہ کیا اور دنیوی اسباب کے فقدان پر کبھی پریشان نہ ہوئے۔ ہماری خاندانی روایات سے ثابت ہے کہ جس دن گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو آپ کی طبیعت پر مسرت و انبساط کی کیفیت ہوتی اور فرطے آج ہمارے گھر سے فقرِ محمدی کی خوشبو آرہی ہے۔

جاگیر قبول کرنے سے انکار

چونکہ سرحد کے علاقے میں حضرت کے کافی عقیدت مند تھے۔ ان کے ذریعے ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک نواب صاحب کو آپ کے حالات اور کمالات معلوم ہوئے تو وہ بہت متاثر ہوئے اور حضرت فقیر صاحب کو وہاں لیجانے اور جاگیر نام کر دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان دنوں حضرت فقیر صاحب عموماً استغراق اور بے خودی میں رہتے تھے۔ نواب صاحب اپنے چند معتمد خدام کے ساتھ حاضر ہوئے مگر حضرت فقیر صاحب کے ساتھ اس بارے میں ان کی گفتگو نہ ہو سکی۔

کیونکہ آپ بدستور بخودی اور شاہد سے کی کیفیت میں تھے۔ کشتی کے ذریعے زیادہ تر سفر کرنا تھا۔ نواب صاحب کے اصرار پر کچھ خادموں نے بھی رضامندی کا اظہار کر دیا اور حضرت کے لئے چار پائی پر بستر ڈال کر پالکی کی صورت میں دریائے سندھ کے کنارے آپ کو لایا گیا چند مریدین اور نواب صاحب مع خادم کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی دریا عبور کرنے لگی۔

بے ہوشم و با ہوشم بے کارم و با کارم

ابھی مخوڑا سا دریائی سفر طے ہوا تھا کہ حضرت فقیر صاحب نے علاقائی زبان میں "ہوں فرمایا اور آنکھ کھولی۔ خادموں نے عرض کیا قبلہ! نواب صاحب آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان لے جا رہے ہیں اور جاگیر آپ کے نام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر فقر و استغناء کے پیکر نے بڑے نرم اور لطیف جلالی انداز میں فرمایا:

"مٹی دی مٹھ گھٹاں چاتے موتی جو اہرات ڈیواں چا۔"

یعنی کیا مٹھی بھر مٹی کے بدلے میں موتی جو اہرات کے خزانے دیدوں۔ ابھی مجھے واپس لے جاؤ ورنہ میں تو بیچ جاؤں گا مگر تم سب دریا میں غرق ہو جاؤ گے۔ آپ نے وہاں پر نواب صاحب کے لئے دعا فرمائی اور انہیں اجازت دے دی پھر گھر تشریف لائے۔

فقیر محمدی کا یہ استغناء اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جو اتباع رسول کی بدولت اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اور حضرت فقیر صاحب کی شان اس بارے میں خاص طور پر امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

تعلیمت اور متعلقین کو ہمیشہ دنیوی ناز و نعمت ترک کرنے اور آخرت کی نعمتوں کے حصول پر توجہ دلائی۔ آپ نے ہمیشہ عاجزی و انکساری اور تواضع کا درس دیا۔ شہرت نام و نمود اور دکھلاوے سے سختی کے ساتھ روکا۔ سادگی، قناعت، درویشی، غربت اور مسکنت کا راستہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی۔ فقر و ولایت کو دنیوی مال و جاہ کے حصول کا ذریعہ بنانے کی سخت مذمت فرمائی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور خوشنودی کو دین و دنیا کی حقیقی کامیابی قرار دیا۔ اور ساری زندگی اسی مقصد کے حصول میں گزار دی۔ آپ لوگوں کو اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں عاجزی اور نیاز کا تعلق پیدا کرنے کی تاکید فرماتے اور احکام شریعت کی پابندی کا احساس دلاتے۔ آپ کسی کی دل آزاری نہ کرتے اور کسی کو حقیر سمجھنے سے سخت منع کرتے۔ آپ خدا کی مخلوق سے رحمدلی، شفقت اور محبت کا مظاہرہ فرماتے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ اپنی تعریف اور مدح کرنا تو بجائے خود کسی دوسرے کو بھی یہ موقع نہ دیتے کہ وہ آپ کی تعریف کرے۔ آپ دعویٰ اور لاف زنی سے کوسوں دور تھے۔ خود ستائی اور خود نمائی کے تصور سے بھی ناواقف تھے۔ آپ کا طریق اصلاح سختی، درستی اور تنقید و اعتراض سے بیگانہ تھا۔ اور اس میں سراسر نرمی، بردباری، حوصلہ، محبت پرہ پوشی اور خیر خواہی کے جذبات کا رفرما تھے۔

تعویذات اور عملیات کے توبہ

حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے تعویذات اور عملیات کے مخالف تو نہ تھے جو شرعی حدود اور آداب کے مطابق ہوں۔ لیکن ان چیزوں کو مقصود سمجھنے اور ان کے حصول میں جدوجہد اور کوشش کو بالکل پسند نہ فرماتے۔ آپ کا نقطہ نظر تھا کہ کام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے ہاں ہر کام کے اسباب اور ذرائع ہیں اگر اسباب اور ذرائع میں غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں مؤثر سمجھ لیا جائے تو یہ بات غلط ہے۔ خیر و شر اور نفع و نقصان سب اُس کے اذن سے ہوتا ہے۔ تعویذات اور عملیات بھی اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتے ہیں جب اس مالکِ حقیقی کا اذن ساتھ شامل ہو پس تعویذات اور عملیات کے جائز اور مستحسن ہونے کے باوجود ان پر اعتماد اور یقین رکھنا اور حقیقی مؤثر سمجھنا ہرگز درست نہیں۔ آپ نے مروجہ طریقے کے مطابق گندے تعویذ کا عام سلسلہ بالکل جاری نہ کیا۔ البتہ حاجت مندوں کے لئے دعا فرماتے انہیں استغفار اور توبہ کی تاکید فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے عجز و نیاز کا تعلق پیدا کرنے کی رغبت دلاتے۔

حضرت فقیر صاحب کا تعویذ

چونکہ عوام الناس رواج کے مطابق تعویذ کا ضرور مطالبہ کرتے اس لئے ان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے اپنے خادم کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر کوئی ضرورت مند زیادہ مجبور کرے تو یہ لکھ دیا کرو۔

لیکن بندے دی عاجزی کا عندیہ اتنے منس
 کتنا سخیسی رب دیکھ نہ بندے سے وس
 یعنی بندے کا کام کاغذ پر سیاہی کے ذریعے صرف عاجزی کا اظہار
 کرنا ہے ہو گا وہی جو رب تعالیٰ کو منظور ہو گا بندہ تو بے چارہ اور
 بے بس ہے۔

تعوذ یا درس توحید | حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا
 یہ تعویذ سیدھے سادھے الفاظ میں

درس توحید کا خلاصہ ہے گویا اس تعویذ کے ذریعے بھی آپ نے دعوت
 الی اللہ کا ایک سادہ اور آسان طریقہ اختیار کیا اور اہل حاجت کو اس
 حقیقت سے آگاہ کیا کہ بندے کا کام تو محض عاجزی اور تواضع ہے
 اسے یہی چیز زیب دیتی ہے۔ اور یہی اس کے لائق ہے۔ کام ہونے یا نہ
 ہونے کا مسئلہ اپنے مقام پر، مگر بندے کا اپنے مالک و خالق سے حاجت
 طلب کرتے وقت جو عاجزانہ رابطہ پیدا ہو جاتا ہے یہ اس کے لئے مفید
 ہے یا در کھو بندہ عاجز اور بے چارہ ہے تمام تصرفات اور اختیارات
 کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔

سبحان اللہ کیا ہی پیارا انداز ہے عوام الناس کو درس توحید دینے
 کا۔ اکابر بزرگان دین کا یہی شیوہ امتیاز ہے کہ وہ مستند فقر پر بیٹھ کر
 خدائی دعویٰ نہیں کرتے۔ اپنے اختیار اور تصرف کی لاف نہیں مارتے اور
 اپنے آپ کو قبلہ حاجات تسلیم کرانے پر زور نہیں لگاتے بلکہ لوگوں کو اس
 درگاہ کا راستہ دکھاتے ہیں اور اس کریم کا پتہ بتاتے ہیں جس کے در فیض پر
 بھلی پتی حاجتیں لے کر جاتے ہیں گویا ان کی تعلیم یہی ہوتی ہے کہ ہم اور تم

سب اسی کے محتاج ہیں۔ البتہ ہم تمہیں مانگنے کا سلیقہ سمجھاتے ہیں۔
طلب کا انداز بتاتے ہیں اور حصول مراد کا طریقہ سمجھاتے ہیں۔

ذوقِ سماع | حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ مقامِ صحو و
تکبیر پر فائز تھے اور سماع کو مقصود بالذات نہیں

سمجھتے تھے تاہم بعض اوقات ذوقِ محبت و جذبہٴ عشق کے پیش نظر آپ نے
سماع کو پسند فرمایا۔ اپنے ایک مخلص خادم میاں مرید لکڑا سے بعض اوقات
صوفیائے کرام کا عارفانہ کلام سماع فرماتے۔ ہمارے خاندان کے بزرگوں سے
روایت ہے کہ حضرت فقیر میاں جی کامل رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے
کہ ایک مرتبہ سماع کے دوران آپ پر وجد کی عجیب کیفیت طاری ہوئی۔

وجد و حال کی عجیب کیفیت | حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کے اس شعر سے حضرت

پر وجد طاری ہوا جس کی عجیب کیفیت تھی۔

حضورِ گریہ خواہی از وغائب مشوحہ سا فظ

مَتَى مَا تَلَقَّ مَنْ تَهْوَى دَعِ الدُّنْيَا وَآمِهْلِهَا

آپ کے دو نواسا جنزادے حضرت فقیر غلام محمد و حضرت فقیر غلام حیدر
آپ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے آپ قیام کی حالت میں بازوؤں
کو شدت سے جھٹکا دیتے اور صاحبزادوں کے ہاتھوں سے نکلنے نظر
آتے اور یوں معلوم ہوتا کہ اگر وہ حضرات ذرا ہاتھ کھلے کریں تو آپ
پرواز کرتے ہیں۔ آپ بار بار زبان سے فرماتے۔ مَتَى مَا تَلَقَّ
مَنْ تَهْوَى دَعِ الدُّنْيَا وَآمِهْلِهَا۔ حضرت میاں جی کامل صاحب
بھی صاحبزادگان حضرات کے ساتھ حضرت فقیر صاحب کو تھامے

ہوئے تھے کافی دیر تک آپ پر یہ کیفیت طاری رہی پھر آہستہ آہستہ فرق
پڑنا لگا۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر محبوب
حقیقی کا دوام حضور چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی اس بارگاہ سے غافل و
غیر حاضر نہ رہو۔ جب تک دنیا اور اس کے مال و متاع سے مکمل طور پر
تم منقطع نہیں ہو جاتے تو جس محبوب سے تمہیں عشق و محبت ہے اس
کا وصال کب تمہیں سیرا سکتا ہے۔

عارفِ روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا۔
ہم خندا خواہی و ہم دنیاے دوز
این خیال است و محال است و جنوں

حضرت فقیر صاحب کی شہرت اور مقبولیت

کمالِ عجز و نیاز اور اخفائے حال میں مبالغے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو
کافی شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی۔ یہ وہ مصنوعی شہرت نہ تھی جس کیلئے
اشہار بازی، پروپیگنڈہ یا ذرائع ابلاغ کی کسی کوشش کا سہارا لیا گیا ہو یا
مریدین کی ایک فغان اور کمر بستہ جماعت کو اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہو
کہ وہ پیراں نئے پزند مریداں ہمے پرانند کا فریضہ سر انجام دیتی رہی ہو۔
یہ مقبولیت اور شہرت اس وعدہ خداوندی کا نتیجہ تھی جو اس نے
اپنے مقبول بندوں سے کر رکھا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

انَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمَنُ وُدًّا۔

بے شک جن لوگوں نے ایمانِ کامل کی دولت حاصل کی اور اعمالِ صالحہ

کافر فیض انجام دیا اللہ تعالیٰ جو رحمن ہے ان کے لئے محبت پیدا فرمادے گا۔
 اسی طرح حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے۔
 مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ. جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی
 اور تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی عطا فرماتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ جب کسی مقبول بندے کو شہرت اور مقبولیت عطا فرماتا ہے
 تو بعض ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے جن کے ذریعے یہ سلسلہ پایہ تکمیل کو
 پہنچ جاتا ہے۔ کشف و کرامات کا صدور یا بعض عجیب و غریب واقعات
 کا ظہور بھی ان ہی اسباب میں شامل ہے۔ ہم چند ایسے واقعات نقل کرتے
 ہیں جن کی وجہ سے حضرت فقیر صاحب کی شہرت و مقبولیت ظاہر ہونے لگی۔

شیر کا زیارت کے لئے حاضر ہونا

حضرت فقیر میاں علی سی رحمۃ اللہ علیہ مغرب کے قریب مسجد کے صحن میں
 تشریف رکھتے تھے اچانک بستی بختاورد کی گلیوں سے ہوتا ہوا ایک شیر مسجد
 میں آ پہنچا۔ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور پالتو جانور کانپنے لگ
 گئے۔ حضرت فقیر صاحب نے شیر کو مٹھی دے کر رخصت کر دیا اور وہ کوئی
 نقصان کئے بغیر آرام سے واپس چلا گیا۔

میاں غلام کی گزارش

حضرت فقیر صاحب کے ایک عقیدت مند میاں غلام نے رات
 کو حاضر ہو کر عرض کیا کہ شیر کی آمد سے تو ہماری بھینسوں کے دودھ خشک
 ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا آئندہ اس طرح نہ ہوگا۔

جنگل میں تشریف لے جانا

اس واقعے کے بعد اکثر و بیشتر آپ دو میل پر واقع گھنے جنگل میں دن کے وقت تشریف لے جاتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔

جنگل کے جانوروں کا ہجوم

کسی کو معلوم نہ تھا کہ جنگل میں آپ کا کیا مشغل ہوتا ہے۔ اتفاقاً ایک دن کچالا قوم کا ایک کسان اپنے جانوروں کو چراتا ہوا جنگل کے قریب سے آگزا۔ اس نے دیکھا تو جنگل کے جانور بڑی تیزی سے ایک طرف جمع ہوئے ہیں۔ جانوروں کا اندازہ حیشانہ تھا بلکہ بڑے سلیقے اور نظم و ضبط سے چل رہے تھے۔ جانوروں کی خلاف معمول حرکات و سکنات دیکھ کر اس شخص کو حوصلہ ہوا اور وہ آہستہ آہستہ ان کے پیچھے ہویا۔ جوں ہی وہ آگے ہوتا گیا اس کی گھبراہٹ کم ہوتی گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ہیں اور جنگل کے جانوروں کا ہجوم ہے وہ خود بھی آپ کے قدم چوم رہے ہیں اور اپنے بچوں کو اٹھا کر آپ کے قدموں پر ڈال رہے ہیں جب حضرت فقیر صاحب فارغ ہوئے تو وہ شخص حاضر خدمت ہوا، اپنے اسے دیکھ کر بڑے تعجب اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تاکید کی اندازہ میں فرمایا۔ خدا کے لئے میرے عیبوں پر پردہ رکھنا اور میرے حال کی کسی کو خبر نہ دینا۔ وہ شخص گھرا آیا تو اس کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ گھروالوں نے پوچھا تو اس سے رہانہ گیا اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ خبر بڑی تیزی سے پھیل گئی اور حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں بہت

سے لوگوں نے حاضر ہو کر معذرت کی کہ ہمیں جناب کی شان معلوم نہ تھی۔
ہمیں تو اب پتہ چلا ہے کہ جنگل کے جانور بھی آپ کے قدم چومتے ہیں۔

حضرت فقیر صاحب کا ردِ عمل

حضرت فقیر صاحب کی طبیعت کو بہت کوفت ہوئی بار بار یہ
واقعہ سن کر طبیعت میں سخت ملال پیدا ہوا تو فرمایا کچلا، تو نے میرا پردہ
فاش کیا ہے خدا کرے تیری زمین کا نام و نشان نہ رہے۔

قوم کچالا کا رقبہ دریا برد

حضرت فقیر صاحب کے اس فرمان کے کچھ دن بعد چانک دریا بندھ
نے قوم کچالا کے رقبوں کا رخ کر لیا اور بڑی تیزی سے گرانا شروع کر دیا۔ کچھ
عرصے میں قوم کچالا کا سارا رقبہ دریا برد ہو گیا اور کبھی دریا نے اس جگہ کو
نہ چھوڑا بلکہ یہ علاقہ ہمیشہ اس کی طغیانی کی زد میں رہا۔ سینکڑوں کنالوں پر
مشتمل رقبہ آج تک دریا کے گرد اب سے نہ نکل سکا۔ اور اس قوم کے لوگ
آج تک لوگوں کے مال مویشی چرانے اور محنت مزدوری پر گزارہ کرتے آئے ہیں۔

یارِ پشوری اور یارِ ملتانی

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کبھی جنگل سے ہو کر مغربی جانب
دریلے ندھ کی طرف چلے جاتے اور خادم کو بھی ساتھ لے جاتے دریا
سے کچھ دور خادم کو بیٹھ جانے کا حکم فرماتے اور خود دریا کے کنارے تشریف
لے جاتے۔ ایک دفعہ خادم نے سوچا کہ ذرا دیکھیں فقیر صاحب وہاں

کیا کرتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے چل پڑا اور ایک ٹیلے کی اوٹ لیکر دیکھتا رہا۔
 دریا کے عین وسط سے ایک شخص ظاہر ہوا اور فقیر صاحب کی طرف
 آنے لگا۔ حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ ”آؤئے یار لپشوری آ۔“ اس کے
 ہاتھ میں بھونی ہوئی بوٹیوں کی ایک سیخ تھی جس سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ
 پانی میں کھڑا رہا اور آپ کنا سے پر تھے وہ ایک ایک بوٹی سیخ سے اتار کر
 دیتا گیا اور آپ تناول فرماتے گئے پھر وہ شخص پانی میں گم ہو گیا۔

کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص اسی طرح دریا سے ظاہر ہوا اور آپ کی طرف
 آنے لگا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ ”آؤئے یار طہانی آ۔“ اس کے ہاتھ
 میں بھی بھونی ہوئی بوٹیوں کی سیخ تھی وہ سیخ سے بوٹی اتار کر آپ کو دیتا گیا
 اور آپ تناول فرماتے گئے۔ پھر یہ شخص بھی پانی میں گم ہو گیا۔ آپ کا خادم یہ
 دیکھ کر بے حس ہو گیا۔ آپ واپس ہوئے تو اسے اٹھایا اور پوچھا کہ تم یہاں
 کس طرح آگئے اس نے معذرت کی اور آپ نے تاکید کی کہ یہ واقعہ کسی کو
 نہ بتلائے۔ اس نے کافی دنوں تک اس بات کو چھپایا۔ مگر بالآخر بیان کر
 بیٹھا اس قسم کے واقعات سے حضرت فقیر صاحب کی شہرت کا
 سلسلہ پھیلنے لگا۔

بیٹھا ہوا وطن میں بھی سالک سفر میں ہے

بستی بختاؤر سے کافی دور علاقے کے کچھ لوگ حج پر گئے واپس آئے تو لوگ
 انہیں طے کے لئے آنے لگے۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ فقیر میاں
 عیسیٰ صاحب حج سے واپس آگئے ہیں نہیں؟ لوگوں نے کہا وہ تو حج پر نہیں
 گئے تھے۔ انہوں نے کہا ہم نے کئی مرتبہ انہیں وہاں طواف کعبہ کے

دوران دیکھا ہے مگر بعد میں کافی تلاش کے باوجود ہماری ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ بات بھلی تھی اور دراز علاقوں سے لوگ مبارک دینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ انہیں فرماتے ہیں بے چارہ تو گناہوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہوں گھر والوں سے بوجھ لو میں تو یہاں پر پڑا ہوں میرا پردہ رکھو مجھے رسوا نہ کرو۔ اور مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ اس واقعے سے بھی حضرت فقیر صاحب کی خاصی شہرت و مقبولیت ہو گئی۔

کشف و کرامات

حضرات اولیائے کرام سے کشف و کرامات کے صادر ہوتے پر قرآن و حدیث شاہد ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔ بزرگان دین کی سب سے بڑی اور معنوی کرامت اتباع شریعت ہے شریعت پر عمل کرنے کو ہی طریقت کہا جاتا ہے جو لوگ شریعت اور طریقت میں تفرقہ اور تضاد کی باتیں کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اولیائے کرام سے خرق عادت کے طور پر کسی امر کا ظاہر ہونا کرامت کہلاتا ہے مثلاً ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا، ایک وقت میں کئی جگہ ہونا، تھوڑے سے وقت میں طویل سفر طے کر لینا، اسی طرح دل کے ارادے پر مطلع ہونا، کسی بات کی قبل از وقت خبر دے دینا یہ تمام امور اس وقت کرامت قرار پاتے ہیں جب اتباع شریعت کے ساتھ صادر ہوں۔ اگر خلاف شرع امور کے ارتکاب کے باوجود ایسی باتیں ظاہر ہوں تو انہیں استدراج کہا جاتا ہے جس کا کرامت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کرامت کی پہچان اتباع شریعت ہے۔ ورنہ بہت سے ہندو، جوگی اور سادھوؤں سے ریاضت اور مشقت کی بنا پر ایسے امور

کا صادر ہونا ثابت ہے جسے قطعاً کرامت نہیں کہا جاسکتا۔ ولی اللہ کی کرامت دراصل نبی برحق کا معجزہ ہوتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بے شمار اولیائے کرام ہوئے ہیں جن سے ہزاروں کرامات صادر ہوئیں اور دین اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تقویت پہنچی۔ حضور غوث اعظم محبوب سبحانی پیران پیر سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات تو تمام اولیائے کرام کی کرامات سے بڑھ کر ہیں اور درجہ شہرت و تواتر کو پہنچنے کی بنا پر قطعی اور یقینی ہیں۔

اولیائے کرام سے کرامات کا صدور لازمی اور ضروری نہیں۔ بہت سے بزرگان دین ایسے بھی گزرے ہیں جن سے کرامات کا صدور نہ ہوا یا بالکل نہ ہونے کے برابر ہوا۔ بہر حال اتباع شریعت ایک ایسا لازمی امر ہے جو ہر ولی کے لئے ضروری ہے۔ اور ولایت کی سب سے بڑی پہچان ہے۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اتباع شریعت کا غلبہ تھا۔ پوری زندگی شریعت کے مطابق گزارا کرنا اور کشف و کرامات کے انحصار اور پردہ داری سے قلبی لگاؤ تھا۔ پھر بھی آپ سے بعض کرامات کا صدور ہوا جن کا تذکرہ محض اس لئے کیا جاتا ہے کہ حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کی دلجوئی ہو اور ان میں حضرت فقیر صاحب کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ چونکہ عوام اناس کرامات کو ولایت کا میعاً سمجھتے ہیں اور بزرگوں کی عظمت ان کے دل میں راسخ کرنے کے لئے کرامات کا بیان ضروری ہوتا ہے اس لئے ہم حضرت فقیر صاحب کے فیضان ولایت و کرامت کے کچھ واقعات نقل کرنے پر مجبور ہیں ویسے ہمارے نزدیک حضرت فقیر صاحب کی سب سے بڑی کرامت تو یہ

ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اتباعِ شریعت میں گزار دی اور ہمیشہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کو مقدم سمجھا۔

بحری جہاز کو گرداب سے بچانا

روایت ہے کہ حج سے واپسی کے موقع پر ایک بحری جہاز سخت گرداب میں پھنس گیا اور بچنے کی امید نہ رہی اسی جہاز میں علاقہ پشاور کے پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی سوار تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر بزرگانِ دین کو پکارا تو حضرت فقیر صاحب وہاں پر ظاہر ہوئے اور جہاز آپ کی برکت سے گرداب سے نکل آیا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا خدا را اپنا نام اور پتہ تو بتا دیجئے۔ آپ نے جلدی میں نام بتایا اور فرمایا بھکرے آیا ہوں۔

بھکرے کی بجائے سکھر

پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ خیریت سے وطن واپس پہنچے تو آپ کے ملاقات کے لئے فوراً سفر اختیار کیا۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید آپ نے سکھر فرمایا اس لئے انہوں نے علاقہ سندھ کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کافی تلاش کی مگر بے سود، واپسی پر پنجاب آئے تو انہیں یاد آیا کہیں بھکرے ہو چنانچہ وہ بھکرے آپہنچے یہاں پر انہیں کچھ اپنے متعلقین بھی مل گئے اور حضرت فقیر صاحب کا پتہ بھی چل گیا۔ بھکرے کا سودھا خاندان شاہ صاحب کا عقیدتمند تھا انہوں نے بھکرے کے مشہور خطیب سید جعفر شاہ مرحوم کے والد صاحب

مرحوم سے رابطہ کیا اور انہی معیت میں شاہ صاحب بستی بختاورد کی طرف روانہ ہوئے۔

مہمان آرہے ہیں

حضرت فقیر صاحب شاہ صاحب کے آنے سے پہلے فرما رہے ہیں کہ آج خاص مہمان آرہے ہیں کھانے کا انتظام کرو۔ اس قسم کے الفاظ خلاف معمول تھے۔ آپ کے صاحبزادوں اور خادموں نے دریافت کیا تو تعداد بھی بتائی اور فرمایا کہ اچھا کھانا تیار کرو۔ ظہر کے قریب پیر حید شاہ صاحب وارد ہوئے حضرت فقیر صاحب نے باہر آکر ان کا استقبال کیا۔

شاہ صاحب پر وجد و گریہ کی کیفیت

حضرت شاہ صاحب نے آپ کو دیکھا تو سارا واقعہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ بے اختیار رو کر آپ کے قدموں پر گرنے لگے حضرت فقیر صاحب نے گلے سے لگایا اور فرمایا شاہ صاحب اس طرح ہرگز نہ کرتا میں تو آل رسولؐ کا غلام ہوں۔ آپ نے کیوں اتنی تکلیف فرمائی میں کہاں اس قابل تھا کہ آپ نے میری خاطر اتنا طویل سفر کر ڈالا۔

ایک ہی رات میں حصولِ مراد

پیر حید شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت میں بیعت کے لئے عرض کیا تو حضرت فقیر صاحب نے معذرت ظاہر کی اور ان سے دعا کی درخواست کی شاہ صاحب نے اصرار کی کوئی حد نہ چھوڑی اور آل رسولؐ سے آپ کی

محبت کا سہارا لیا تو حضرت فقیر صاحب مجبور ہو گئے۔

فرمانے لگے شاہ صاحب آپ کے حکم پر میں آپ کو بیعت کرتا ہوں اجازت دیتا ہوں اور جو کچھ مجھ عاجز کے پاس ہے پیش کرتا ہوں مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ آئندہ میرے پاس آنے کی زحمت نہ فرمانا اور کسی دوسرے کو بھی نہ بھیجنا کیونکہ اس سے میری شہرت ہو جائے گی اور میں چاہتا ہوں کہ میرے عیبوں کا پردہ رہ جائے۔ شاہ صاحب نے اس شرط کو قبول کر لیا اور آپ نے انہیں بیعت اور اجازت سے سرفراز فرمایا۔

روایت ہے کہ کافی عرصہ بعد ہمارے خاندان کے کچھ بزرگ کسی کام کے سلسلے میں پشاور گئے تو اتفاقاً پیر حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا پہنچے۔ شاہ صاحب کی لوح مزار پر بہار کے گرداب اور حضرت فقیر صاحب سے فیضیاب ہونے کا واقعہ لکھا ہوا تھا۔ آپ کی اولاد سے کچھ بزرگ فوراً تشریف لائے اور کسی سابقہ تعارف کے بغیر بہت اعزاز و اکرام فرمایا کسی دن اپنے پاس ٹھہرایا اور بڑی مشکل سے آنے کی اجازت دی۔ افسوس کہ پھر شاہ صاحب قبلہ کے خاندان سے ہمارا کوئی رابطہ نہ ہو سکا اور اس تاریخی تعلق کو مزید پھیننے پھوننے کا موقع نہ مل سکا۔

کالی گڑم کے سادات کی امداد

روایت ہے کہ بچھا شاہی کے زمانے میں کالی گڑم علاقہ غیر پر سکھوں نے رات کے وقت حملہ کر دیا۔ سادات کے اس مشہور گھرانے میں اس رات صرف مستورات تھیں۔ قبلہ شاہ صاحب مریدین کے ہاں دور سے پر تھے۔ سکھوں نے حویلی کے دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کی تو مستورات نے

خدا کا واسطہ دے کر کہا، ہے کوئی اللہ کا ولی جو اس وقت ہماری امداد کرے اور خود دروازے کی طرف آئیں۔ دیکھا تو ایک سفید پوش میاں قد بزرگ نے تلوار سے ایک سچے کی گردن اڑادی اور دوسروں کو بھگا دیا۔ مستورات نے فرمایا، خدا کے لئے اپنا نام تو بنا دو آپ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم سادات ہیں۔ آپ نے نام بنا کر فرمایا میں سادات کا ادنیٰ غلام ہوں۔

ساداتِ کافی گرم کی فقیر صاحب سے عقیدت

اس واقعہ سے کافی گرم کے سادات کو حضرت فقیر صاحب سے بڑی عقیدت اور محبت ہوئی ان حضرات کے ہمارے علاقے میں بھی مریدین ہیں۔ یہ حضرات جب یہاں آتے تو حضرت فقیر صاحب کے مزار پر حاضری دیتے اور آپ کے خاندان کا بہت احترام کرتے۔ اس خاندان میں سے پیر غلام بادشاہ مرحوم اور ان کے صاحبزادے پیر قیمت بادشاہ مرحوم اکثر اس علاقے میں آتے رہتے تھے۔ پیر غلام بادشاہ صاحب کا معمول تھا حضرت فقیر صاحب کے مزار پر حاضری دینے اور دنبہ ذبح کرتے پھر مریدین کی طرف جاتے۔ حضرت فقیر صاحب کے ادب و احترام کی خاطر یہ حضرات فقیر صاحب کے علاقے میں پیدل سفر کرتے گھوڑے وغیرہ پر بالکل سوار نہ ہوتے۔ دریائے سندھ کے پار پکے علاقے میں جاتے تو پھر سوار ہوتے۔ ہم نے کئی مرتبہ انہیں دیکھا گھوڑا ساتھ ہوتا مگر شاہ صاحب مریدین کے ساتھ پیدل سفر کرتے ہوتے اور فرماتے حضرت فقیر صاحب کے علاقے میں ہم کس طرح سوار ہوں۔ ہم پر فقیر صاحب کا بہت بڑا احسان ہے۔ ہمارے خاندان کے

لوگ ان حضرات کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے تو منع کر دیتے اور فرماتے ہرگز نہ اٹھنا تمہارے دادا جان کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ اب ان حضرات نے علاقہ ٹانک میں ڈیرہ لگا رکھا ہے۔ اور پیر غلام بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی وہیں ہے۔

بی بی سیدہ زہرا لال کا پیغام

قصبہ بہل سے جنوب کی طرف واقع چو نہڑ میں محمد حسن میں مقیم بی بی زہرا لال خاتون حضرت فقیر صاحب کو بھائی میاں عیسیٰ کہتی تھیں ان کی بھینسیں چرنے کے لئے گئیں تو واپس نہ آئیں اور تلاش کرتے دو تین دن گزر گئے۔ مائی صاحبہ نے بستی بختا اور آدمی بھیجا اور پیغام دیا۔ میرے بھائی میاں عیسیٰ سے کہو کہ میں تو رو رہی ہوں اور تم آرام سے بیٹھے ہو تین دن ہو گئے میری بھینسیں گم ہیں

فقیر صاحب کا جواب

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے پیغام سن کر فرمایا میری بہن سے جا کر کہو کہ میں ابھی ابھی تمہاری بھینسیں دریا سے پار پہنچا کر آ رہا ہوں جواب تمہارے پاس پہنچ چکی ہوں گی۔ اگر آپ بھائی کو پہلے یاد فرمائیں تو اتنی دیر نہ ہوتی۔ اس وقت علاقے میں سیلاب تھا حضرت فقیر صاحب اپنی جگہ بیٹھے ہوئے فرماتے بڑا پانی ہے۔ بڑے کانٹے ہیں۔ بڑی دور بھینسیں جا پہنچی ہیں۔ ہمارے ہاتھوں اور پاؤں میں چھالے پڑے ہوئے ہیں آپ نے قاصد کو ہاتھوں اور پاؤں کے چھالے دکھائے اور فرمایا واپس چلے جاؤ میں ابھی بھینسیں پہنچا کر آ رہا ہوں۔ قاصد پہنچا تو بھینسیں پہلے پہنچ چکی تھیں

اور مائی صاحبہ حیران تھیں کہ یہ کس طرح ہو گیا۔ جواب سنا تو بہت خوش ہوئیں اور دعائیں دیتی رہیں۔

قرآن مجید سے نقد رسم برآمد

ایک مرتبہ آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک سید صاحب آئے اور آتے ہی سوال کیا کہ مجھے لڑکی کی شادی کرنا ہے میری امداد کریں۔ آپ چونکہ سادات کا بہت خیال فرماتے تھے۔ اس لئے بلا توقف شاہ صاحب سے فرمایا جھولی پھیلائیں آپ نے قرآن مجید کو ذرا ہلایا تو چاندی کے روپے گرنے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب کافی ہیں انہوں نے کہا کچھ اور ہوں تو اچھا ہے آپ نے دوبارہ قرآن مجید کو تھوڑا سا ہلایا تو مزید روپے گرنے لگے پھر فرمایا کہ شاہ صاحب کافی ہیں انہوں نے جھولی کو مزید پھیلاتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ پھر ایسا فرمادیں تو بہت اچھا ہو گا تیسری مرتبہ جب آپ نے قرآن مجید کو ذرا ہلایا تو اتنے روپے گرے کہ شاہ صاحب کی جھولی بھرتی شاہ صاحب خوش بھی ہوئے مگر خیال کیا کہ اس کام کے لئے حضرت فقیر صاحب کو تکلیف دیکر غلطی کی ہے بہت سے قرآن مجید ہمارے گھر رکھے ہوئے تھے ہم خود ہی یہ کام کر لیتے۔ وہ بڑی تیزی سے روانہ ہوئے نقدی کو جلدی سے رکھا اور طاق میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخوں کا رنج کیا۔ شاہ صاحب نے قرآن مجید کے نسخوں کو بڑے زور سے ہلایا اور بار بار ہلایا مگر ایک ڈبیر بھی برآمد نہ ہو سکا پھر خیال کیا کہ وہ قرآن جس پر حضرت فقیر صاحب تلاوت کر رہے تھے کسی خاص کمپنی کا ہو گا۔ ان سے دریافت کرنا پڑے گا اور پھر کام بن جائے گا۔ صبح سویرے پھر شاہ صاحب نے

بستی بختا اور کا رخ کیا۔ حضرت فقیر صاحب کے دروازے پر پہنچے اور کہلا بھیجا کہ ملاقات کی تکلیف نہیں دیتا بس اتنا فرما دیجئے کہ آپ کا قرآن مجید کس کپنی کا ہے۔ آپ کو سارا قصہ معلوم تھا فرمایا شاہ صاحب خواہ مخواہ آپ قرآن مجید کے نسخوں کو بار بار ہلا کر تکلیف دیتے رہے قرآن مجید کی ایک ہی کپنی لوح محفوظ ہے فرق صرف یہ ہے کہ ہاتھ اس عاجز کا تھا۔ اس پر شاہ صاحب نے معذرت کی اور روانہ ہو گئے۔

کنویں کا نام و نشان مٹا دیا

بستی بختا اور سے ایک میل کے فاصلے پر بستی جمال کے جنوب میں ایک کنواں جو تقریباً تیار ہو چکا تھا راستے پر واقع تھا۔ اس کنویں پر حضرت فقیر صاحب کے ہم عصر بزرگ سلطان عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کا قبضہ تھا حضرت سلطان عطا صاحب خود تو شرعی احکام کے پابند تھے مگر ان کے یہ حواری ملنگ قسم کے آزاد لوگ تھے۔

بستی جمال کے عقیدتمندوں نے حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب اگر کنواں آباد ہو گیا تو یہاں پر یہ ملنگ بیٹھ کر غیر شرعی حرکات کریں گے ہماری عورتوں کے گزرنے کا یہی راستہ ہے۔ ہمارے لئے بڑی تکلیف کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی آج رات مجھے وہ کنواں ذرا دکھا دے میں خود اس کے ساتھ چلوں گا۔ رات کو حضرت فقیر صاحب کنویں پر تشریف لے گئے اس پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ اپنے قدم کی ضرب لگائی تو کنواں زمین میں دھنسنے لگا صبح ہوئی تو ایک ٹیلے کے علاوہ کنویں کا نام و نشان تک نہ تھا ملنگ حواریوں نے حضرت سلطان عطا

صاحب کی خدمت میں حال عرض کیا تو فرمایا میں کیا کروں۔ بھائی میاں علی نے تو کنویں کا تختہ الٹا ہے۔

دریائے سندھ کی طغیانی اور کٹاؤ کو روکنا

ایک مرتبہ دریائے سندھ میں شدید طغیانی تھی اور دریا لوگوں کی زمینیں اور بستیاں گرا رہا تھا۔ حضرت فقیر میاں علی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ عقیدت مند حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا قریب ہے کہ ہمارے قبضات اور مکانات گرجائیں۔ آپ نے فرمایا جلدی چلے جاؤ دیوار مہتر خضر علیہ السلام سے میرا سلام کہو اور اپنی پریشانی بیان کرو۔ انہوں نے دریا پر پہنچ کر سلام کہا اور حال بیان کیا۔ مگر دریا کی کارکردگی میں کوئی فرق نہ پڑا۔ انہوں نے فوراً گھوڑے سوار روانہ کیا۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ حال تو وہی ہے۔ آپ نے پھر وہی سلام اور پیغام دیا۔ اس مرتبہ بھی کوئی فرق نہ پڑا تو چند گھوڑے سوار گریہ و زاری کرتے ہوئے حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ہم الوداعی سلام عرض کرنے آئے ہیں۔ ہماری بستی اور زمینیں اب دریا کی زد سے نہیں بچ سکیں گی۔

بس او خضر آ رہ او خضر آ

جب دوسری مرتبہ گھوڑے سواروں نے رو کر حال عرض کیا تو حضرت فقیر صاحب جلال اور وجد کی کیفیت میں کھڑے ہوئے اور بڑے جذبے سے فرمایا بس او خضر آ رہ او خضر آ یعنی اے خضر اب بھی بس نہیں کرتے اور اب بھی نہیں رکتے۔ پھر فرمایا مٹھن ہو کر چلے جاؤ تمہاری زمینوں اور آبادیوں کو دریا کچھ نہیں کہے گا۔ وہ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کی زمینوں اور مکانوں

کی حدود کا ایک ایسے بھی دریائے گراسکا علاقے کے لوگوں نے یہ منظر جا کر دیکھا اور اس کو حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ کا نتیجہ قرار دیا۔

ایک باؤلے (چھتے) کو اسم ذات جاری کر دیا

نور محمد کلاچی بلوچ جو بعد میں فقیر نور محمد چھتا کے نام سے مشہور ہوئے باؤلے کتنے کے کاٹنے سے باؤلے ہو گئے تھے۔ رنگ نیلا سیاہ ہو گیا۔ ریتوں سے جکڑے ہوئے بڑی مشکل سے ان کو بستی بختا اور لایا گیا۔ اچھے بھلے جو ان مردان کی اس حالت سے خوف کھاتے۔ ان کو لایا گیا تو سینکڑوں آدمی ساتھ جمع ہو گئے اور ایک شور مچا ہو گیا، حضرت فقیر صاحب باہر تشریف لائے تو فرمایا اس کی ریتیاں کاٹ دو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور اسی حالت میں دم فرما دیں چھوٹ جانے سے سخت خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں جو کہہ رہا ہوں اسے چھوڑ دو۔ چھوڑا گیا تو بڑی شدت اور دیوانگی کے عالم میں اچھل کر وہ فقیر صاحب پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے دور سے پھونک ماری اور لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا تو اسم ذات اللہ اس کی زبان پر جاری ہو گیا۔ پھر اس کی یہ حالت سمجھی کہ زبان کسی بھی وقت ذکر سے رکتی نہ سمجھی اور قضائے حاجت کے وقت وہ زبان کو ہاتھ سے پکڑ لیتا۔ پھر یہ فقیر نور محمد چھتا کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا باؤلے کا دم بہت مشہور ہوا بلوچے والی علاقہ زریں کوڑ لعل عیسیٰ کے سادات خاندان کو باؤلے کے دم کی اجازت فقیر نور محمد چھتا سے سمجھی۔ اب تو یہ لوگ شیعہ مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ ویسے ان کے بزرگ اہل سنت تھے۔ چنانچہ مرید حسین شاہ صاحب غلام اکبر شاہ صاحب اور اللہ بخش شاہ صاحب یہاں بستی بختا اور آیا کرتے تو

ہمارے بزرگوں کی اقتدا میں نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے۔

دریا میں ڈوبنے سے بچا کر پار لگا دینا

کڑی شمولی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا ایک پٹھان درویش حضرت فقیر صاحب کی زیارت کے لئے دریائے سندھ کے کنارے آپہنچا تو وہاں کوئی کشتی نہ تھی کیونکہ کشتی دن چڑھنے کے کچھ دیر بعد روانہ ہو جاتی تھی۔ شام ہونی والی تھی درویش نے کچھ دیر تو انتظار کیا جب رات ہوتے دیکھی تو صبر نہ کر سکا۔ حضرت فقیر صاحب کو درد بھری آواز دی اور دریا میں جھلانگ لگادی۔ شام کے بعد حضرت فقیر صاحب گھر تشریف رکھتے تھے بیٹھے بیٹھے اچانک ہاتھ لمبے کرتے ہوئے فرمایا ”او خدا کے بندے یہ کیا کر دیا تو بہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھے ہی فرمایا میرے کرتے کی آستینیں پانی سے تر ہو گئی ہیں، انہیں اچھی طرح پخوڑ دو اور خیال رکھنا ایک دیوانہ پٹھان رات کو آپہنچے گا، اسی کو دریا سے نکالتے ہوئے ہمارے کپڑے پانی سے بھیک گئے ہیں، آدھی رات کو پٹھان فقیر صاحب کے دروازے پر آپہنچا اور زور سے کہا ”بابو خواجه تو ہم مرام تھا، فقیر صاحب نے خود جا کر اسے دلا سہ دیا اور اس کی دلجوئی فرمائی۔

اسی واقعے پر کرامات کا باب اختتام پذیر ہوتا ہے۔ بطور نمونہ آپ کی چند کرامات بیان کر دی گئیں ورنہ کرامات کی تفصیلی روداد کے لئے تو دفتر درکار ہیں۔ کرامات کے کچھ واقعات بعض عنوانات کے ضمن میں بعد میں بھی آئیں گے۔

فقیر صاحب کے ہم عصر درویش بزرگ

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ہم عصر درویش بزرگوں سے تعلقاً تھے۔ ان میں سے بعض سے غائبانہ تعارف اور تعلق تھا اور بعض سے ملاقات تھی جن بزرگوں کے متعلق ہمیں معلوم ہو سکا ہے ان کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت پیر امام شاہ بخاری چوہتیاں والے

(موضع بگڑیں علاقہ سبھان آباد ملتان)

حضرت پیر امام شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ میں خواجہ خدابخش صاحب نیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں ان کی ولادت ہوئی۔ مزاج میں جذب و مستی کا غلبہ تھا۔ سماع کا ذوق غالب تھا۔ ایسے مردِ کامل کی تلاش میں تھے جو انہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر دے۔ خواجہ خدابخش صاحب نیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے از روئے کشف ان کی آرزو معلوم کر لی۔ ملتے ہی فرمایا ذرا حجرے سے لوٹا تو اٹھالائیں شاہ صاحب حجرے میں داخل ہوئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی۔ پیر امام شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں لوگوں کو رشد و ہدایت کا فیض پہنچایا آپ کی وفات ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔ آپ کے چند مشہور خلفا یہ ہیں۔

۱۔ فقیر میاں جان محمد رحمۃ اللہ علیہ ناوڑیں علاقہ کرور لعل عیسیٰ۔

۲۔ مولوی نور محمد حبند سے والا۔

- ۳۔ پیر محمد شاہ زنگی سلا عارف والا
 ۴۔ مولانا اللہ بخش صاحب خان گڑھ
 ۵۔ مولوی نور محمد گانگا صاحب لال پور۔

حضرت فقیر صاحب سے غائبانہ تعلق

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان غائبانہ محبت کا گہرا رابطہ تھا۔

حضرت فقیر میاں جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ظاہری رابطہ کا کام دیتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے خلیفہ فقیر جان محمد صاحب کو حکم فرمایا ہوا تھا کہ جب آئیں تو فقیر میاں عیسیٰ صاحب سے مل کر آیا کریں اور جب واپس ہوں تو انہیں جا کر ملا کریں۔ اور میرا سلام پہنچایا کریں۔

حضرت فقیر صاحب کا پیغام

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام تھے میاں جان محمد صاحب قبلہ شاہ صاحب کی زیارت کے لئے جانے لگے تو حسب معمول فقیر صاحب سے ملاقات کرنے آئے۔ حضرت فقیر صاحب نے شاہ صاحب کی خدمت میں سلام فرمائے اور فرمایا کہ میری طرف سے کہنا زندگی کا کوئی پتہ نہیں میری اولاد کا خیال رکھنا۔ فقیر جان محمد صاحب شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے پہلے فقیر میاں عیسیٰ صاحب کا حال پوچھا۔ فقیر جان محمد نے سلام عرض کر کے پیغام دیا تو فرمانے لگے کیا ان کے اپنے پاس کچھ نہیں تھا۔ فقیر صاحب نے عرض کیا حضرت میں کیا کہہ سکتا ہوں آپ جانیں اور

وہ میں نے تو پیغام پہنچا دیا۔

شاہ صاحب کا جواب

یہ سن کر شاہ صاحب نے فرمایا اچھا بتاؤ انہوں نے کیا کہا تھا فقیر صاحب نے پیغام سنایا تو شاہ صاحب جلال میں آگے اور وجد و حال میں چکر لگاتے ہوئے فقیر میاں عیسیٰ صاحب کے خاندان کو ان الفاظ میں دعا فرمائی۔
زیادے زیادے ہوسن۔ زیادے زیادے ہوسن۔ زیادے زیادے ہوسن۔
یعنی شاہ صاحب نے تین مرتبہ فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحب کی دعا کا مفہوم

حضرت پیر امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے خاندان کے حق میں جامع دعا فرمائی۔ ہمارے بزرگوں کا فرمان ہے کہ حفظِ قرآن، علومِ شرعیہ اور فقر و تصوف کے بارے میں شاہ صاحب قبلہ نے دعا فرمائی جس کا اثر اب تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ والے جانتے ہیں۔ بہر حال تین مرتبہ ایسی دعا بڑی اہمیت رکھتی ہے، ہو سکتا ہے شاہ صاحب قبلہ نے دین، دنیا اور آخرت کے بارے میں دعا فرمائی ہو۔
حضرت فقیر جان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فقیر میاں شیر محمد کا ہمارے خاندان کے بزرگوں سے رابطہ اور محبت کا تعلق تھا۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی تعلق کی بنا پر یہ فقیر خاندان ہمارے بزرگوں کا احترام کرتا آیا ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ بچپن میں اپنے والد فقیر صاحب

غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور چچا بزرگوار فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک مرتبہ
بستی ناوڑ میں حضرت فقیر جان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر عرس کے موقعہ پر جانا
مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت فقیر شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دور تھا۔ اور
انہی کافی عمر ہو چکی تھی۔ چوتہ شریف کے سجادہ نشین بھی آئے ہوئے تھے سماع کی
مجلس میں ملتانى قوالوں نے جب یہ کافی پڑھی۔

”نتی کون تانگے سائول دی ازل دی ہے نہ ا جکل دی“

تو قبلہ والد صاحب اور چچا جان دونوں حضرات وجد میں آگئے۔
مجلس میں شریک تمام لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ قوال بار بار یہی مصرعہ پڑھنے
لگے اور ان حضرات کے وجد و حال نے شو و غوغا برپا کر دیا حضرت فقیر شیر محمد
رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند میاں صالح محمد کو جو اس وقت چھوٹے تھے۔ اٹھا کر
لاتے اور ہمارے بزرگوں کا ہاتھ پکڑ کر ان کے سر پر پھیرتے۔ مجلس
کے اختتام پر والد ماجد قبلہ مجھے حضرت فقیر شیر محمد کے سامنے لے گئے اور
دعا کے لئے کہا تو فقیر صاحب فرمائیے گئے۔

”حضرت آپ کے لئے دعائیں پہلے سے ہو چکی ہیں۔“

یعنی آپ کو قبلہ پیرام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ دعائیں دے چکے ہیں۔
راقم الحروف کے ساتھ ملتان میں میاں صالح محمد مرحوم کی کئی مرتبہ ملاقات
ہوئی۔ عموماً وہ اپنے پر طریقت میاں غوث محمد ہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے
ساتھ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانى رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاضری دیتے
ختم شریف کے بعد ملاقات ہوتی تو بڑے احترام و محبت کا اظہار فرماتے۔
ہمارے ہاں مدرسہ انوار العلوم بھی کئی مرتبہ آئے اور سابقہ خاندانی تعلق کی یاد
تازہ کرتے ہوئے فرماتے۔ ”ہم نے بھی آپ کی دکالت کی تھی۔“ اس سے

ان کا اشارہ اس بات کی طرف ہوتا کہ ہمارے بزرگوں نے حضرت پیر امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے حق میں دعا کرائی تھی۔
 حضرت فقیر جان محمد رحمۃ اللہ علیہ، فقیر شہر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر میاں صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کروڑوں سال سے شمال مغربی جانب چند میلوں پرستی ناڈریں (گرہ جان محمد) میں ہے۔

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ شریف

(علاقہ پرویہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

خان شریف پرویہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے قریب مغرب میں واقع ہے۔ یہاں حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ ایک مجذوب صاحب جلال بزرگ تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رابطہ کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دو بزرگوں کے آپس میں تعلقات تھے۔

فقیر صاحب کا پیغام

روایت ہے کہ ملازہ خاندان کے پانچ آدمیوں کو کالا پانی کی سزا ہوئی۔ ان پر قتل کا الزام تھا اور یہ لوگ فقیر صاحب کے عقیدت مند تھے۔ انہیں کالا پانی بھیجا گیا تو ان کے پیمانہ گان فقیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ فقیر صاحب نے انہیں فرمایا کہ شاہ حسین صاحب کی خدمت میں جاؤ میرا سلام کہو اور پیغام پہنچاؤ کہ میرے آدمیوں کو جلد

چھڑا دیں خیال کرنا چڑھے کی ایک خوبصورت مشک بھی ساتھ لیتے جانا یہ لوگ وہاں پہنچے تو شاہ صاحب ایک اونچے ٹیلے پرستی کے عالم میں پھر رہے تھے انہوں نے پیغام پہنچایا اور مشک بھی پیش کر دی۔

شاہ صاحب کا جواب

شاہ صاحب نے پیغام سنا تو فرمایا، آپ آرام سے بیٹھا ہے سختی میرے گلے ڈالتا ہے پھر اس مشک کو سینے کے نیچے رکھ کر خشک ٹیلے پر تیرنا شروع کر دیا بڑا زور لگایا یہاں تک کہ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ ان لوگوں سے فرمایا بھائی میاں عیسیٰ کو میرا سلام کہنا اور پیغام دینا کہ پانچ آدمیوں میں دو تو مر چکے ہیں تین آپ کے پاس پہنچ جائیں گے بالکل اسی طرح ہوا۔ ان میں سے تین آدمی فوراً رہا ہو کر گھر پہنچ گئے اور دو وہاں ہی مر گئے۔

شاہ صاحب کے مزار پر بہت لوگ نذر نیا لے کر جاتے ہیں اور ہر وقت زائرین کا میلہ لگا رہتا ہے۔ افسوس کہ وہاں پر احکام شریعت نماز باجماعت وغیرہ کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ عورتوں مردوں کا عام اختلاط ہوتا ہے اور بعض خلاف شرع امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے جس سے درگاہ کا تقدس مجروح ہوتا ہے۔



حضرت سلطان عطار رحمۃ اللہ علیہ

بستی بختاورد سے ایک کلومیٹر شمال مشرق میں حضرت سلطان عطار رحمۃ اللہ علیہ
 رہتے تھے آپ کے نام پر یہ جگہ جھوک فقیر عطا محمد کہلاتی ہے۔ آپ کے اور
 حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان محبت کا تعلق تھا۔ آپ کی اولاد
 میں کسی مشہور بزرگ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کے متعلقین اور عقیدت مند
 کچھ اور محل کے علاقے میں بہت سے لوگ تھے۔ نذر و نیاز کا سلسلہ بھی وسیع
 تھا۔ آپ کا مزار نو تک میں ہے۔ موجودہ خاندان کے لوگ شیعوہ ہیں۔ جھوک فقیر
 پر آپ کے خاندان کے افراد سے ہماری ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ایک مرتبہ
 قبلہ والد صاحب مرحوم جھوک فقیر گئے تو اس خاندان کے کچھ لوگ حضرت
 سلطان عطار رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف اٹھا لائے جو بہت ہی بوسیدہ
 حالت میں تھے۔ ان وظائف میں درود مستغاث شریف، دلائل الخیرات
 اور قصیدہ غوثیہ شامل تھے۔ والد صاحب قبلہ نے باتوں باتوں میں انہیں کہا
 کہ خدا تمہیں ہدایت دے تم کیا راستہ اختیار کئے ہوئے ہو تمہارے بزرگ تو
 قصیدہ غوثیہ پڑھا کرتے تھے اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے نیاز و
 عقیدت رکھتے تھے۔

حضرت سلطان عطار رحمۃ اللہ علیہ با کمال بزرگ تھے۔ شریعت کے پابند
 اور طریقت کے آداب کا لحاظ فرماتے تھے فقیر صاحب کو بھائی صاحب
 کہتے تھے اور دونوں طرف سے محبت کا تعلق قائم رہا ہمیں یہ وضاحت
 تو نہیں ہو سکی کہ آپ کا سلسلہ طریقت کیا تھا مگر وظائف اور دوسرے
 قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت فقیر صاحب کے فیضیاب درویش

حضرت فقیر میاں غلیسی رحمۃ اللہ علیہ سے ہزاروں افراد نے رشد و ہدایت کا فیض پایا اور آپ کی ساری زندگی اللہ اللہ سکھانے میں گزر گئی۔ اگرچہ باقاعدہ خلافت اور عام اجازت بیعت آپ کا طریقہ نہیں تھا تاہم چند خوش نصیبوں کو آپ نے بیعت اور تلقین کی اجازت عطا فرمادی تھی۔ جن حضرات کو یہ سعادت نصیب ہوئی ان میں دو بزرگ تو آپ کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت فقیر غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر غلام حیدر

صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کے علاوہ پیر حیدر شاہ صاحب پشاوری

رحمۃ اللہ علیہ میاں جی حافظ کامل رحمۃ اللہ علیہ اور میاں جی عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی حضرت فقیر صاحب کے دونوں صاحبزادوں کے حالات بعد میں تفصیل سے بیان کئے جائیں گے۔

پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے۔ میاں جی حافظ کامل رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر صاحب کے سوتیلے بیٹے تھے۔ آپ کے فیض نظر نے ان کو حافظ، عالم اور کامل بنا دیا۔ میاں جی کامل صاحب بستی بختاورد سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر بستی کھیوا میں رہا کرتے تھے۔ ان کا خاندان اب بھی وہاں آباد ہے۔ میاں جی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر صاحب کے نواسے تھے حضرت سے فیضیاب تھے۔ بڑی طویل عمر پائی تھی۔ بستی بختاورد سے مغرب جنوب کی طرف تین چار میل کے فاصلے پر بستی پتھر میں قیام رکھتے تھے بہت ہی سادہ مسکین اور درویش بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں میاں جان محمد مرحوم

اور میاں خیر محمد مرحوم بھی درویش بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد پرانی بستی چنڑ سے کچھ فاصلے پر آباد ہے۔

میاں جی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مائی عائشہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا بڑی خدایا صالحہ اور عارفہ تھیں ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتی تھیں اور دنیوی مال و متاع سے انہیں سروکار نہ تھا کبھی کبھی بستی بختاورد شریف لے آتیں تو عجیب سماں ہوتا خاندان کے سارے بزرگ ان کی زیارت کے لئے جمع ہو جاتے اور ذکر الہی کی محفل قائم ہو جاتی۔

حضرت مولوی حاجی محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے عالمانہ شان اور وقار پر خوشی کا اظہار فرماتی تھیں۔ ساتھ ہی بڑی مختصر مگر جامع نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتیں۔

”موسیٰ علم و ڈائی تے فقر جھکائی“

یعنی اے موسیٰ علم میں بڑائی اور فخر کا پہلو ہے جبکہ فقر میں سراسر عاجزی

اور نیاز ہے۔

جب عمر رسیدہ ہو گئی تھیں تو پھر بستی بختاورد آنا مشکل ہو گیا۔ تاہم وہاں فرمایا کرتی تھیں اگر مجھے کوئی بستی بختاورد پہنچا دیتا تو میں وہاں کے درو دیوار اور پرندوں سے بھی اللہ کا ذکر جاری کر دیتی۔ ان ہی کی تربیت سے میاں جی عبد اللہ مرحوم کے خاندان میں کئی دوسری مستورات بھی فقر و ولایت سے فیضیاب ہوئیں۔



حضرت فقیر صاحب کا حلقہ ارادت

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو شہرت و اشاعت سے سخت نفرت تھی اور آپ اس بارے میں کسی اقدام کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ذرائع مواصلات کی شدید کمی، ذرائع ابلاغ کے فقدان اور شہرت و نام نمود کے کسی اقدام و اہتمام کے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہرت و مقبولیت عطا فرمائی اور آج تقریباً ایک سو تیس سال گزرنے کے باوجود ہزاروں لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت و عقیدت ہے اور ایک وسیع حلقہ عقیدت آپ سے وابستہ ہے۔

ضلع بھکر، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، لیہ، مظفر گڑھ کے اضلاع خاص طور پر ڈیرہ اسماعیل خان کے شمالی علاقے سے لیکر ڈیرہ غازی خان تک دریائے سندھ کے طویل و عریض بالائی اور زریں دیہاتی علاقے میں حضرت فقیر صاحب کے ہزاروں عقیدت مند ہیں جو آج تک آپ کے خاندان سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں۔ دریائے سندھ کے پار مغربی جانب دامن کوہ کا وسیع علاقہ جسے دامن کہا جاتا ہے اس میں بھی حضرت فقیر صاحب کے عقیدت مند کثرت سے ہیں۔ ہمارے خاندان کے مختلف بزرگ ان علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی مہینوں تک وہاں عقیدت مندوں کے ہاں قیام رہتا۔ دامن کے اس طویل و عریض علاقے میں سپرا، سکندر، بٹر، گونسر، ماہڑہ، پرویہ، رنجپور، پچانڑیں، رشید، جھوک مستو خان، گره کھوکھراں، کانواں والی جھوک، لکری اور روڑا کے دیہاتوں میں آپ کے ہزاروں عقیدت مند ہیں۔

ڈیرہ اسماعیل خان سے شیشہ بیراج جانے والی سڑک کے آس پاس کے دیہات رنگپور، مٹھہ پور، پہاڑ پور، کڑی وغیرہ میں بھی آپ کے کافی عقیدت مند ہیں۔

موضع ڈھانڈلہ موضع ہونوالہ، موضع عنایت آباد اور موضع بھڑسید شاہ ضلع بھکر میں واقع دیہات تو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اور محبت کا خاص علاقہ ہے جہاں ہزاروں لوگ آپ کی محبت و ارادت کے سلسلے سے منسک ہیں اور آپ کے خاندان کا قلبی احترام کرتے ہیں۔

ڈھانڈلہ خاندان کی عقیدت

یوں تو ڈھانڈلہ قوم سے تعلق رکھنے والے لوگ ملک میں اور ہمارے علاقے میں کئی مقامات پر آباد ہیں مگر اس قوم کا جو خاندان حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم سے مندر اقدار پر فائز ہوا، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے مرکزی حیثیت کا حامل بنا اور ڈھانڈلہ قوم کی شہرت اور تعارف کا باعث بنا اس کا تعلق جلال خان ڈھانڈلہ مرحوم سے ہے جو حضرت فقیر صاحب کا سچا نیاز مند مخلص عقیدت مند اور منظور نظر خدمت گار تھا۔ جلال خان ڈھانڈلہ مرحوم اور اس کی اولاد کا حضرت فقیر صاحب اور آپ کے خاندان سے تاریخی تعلق ہے۔ جلال خان کی محبت و عقیدت نے حضرت فقیر صاحب کے دریاے فیض و کرم کا رخ اس خاندان کی طرف موڑ دیا اور آپ کی دعا سے اس خاندان کو شہرت، دولت اور عزت نصیب ہوئی اور اقتدار کا ایک طویل دور اس کے قبضے میں آیا۔ یہ خاندان بستی بختاور سے دو کلومیٹر مغرب میں ایک گاؤں مٹھو موضع ہونوالہ میں آباد ہے

اور اس خاندان کے کچھ افراد بھکریں قیام پذیر ہیں۔

جلال خان ڈھانڈلہ کا پس منظر

حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ فیض پڑنے سے پہلے جلال خان ڈھانڈلہ ایک غریب کسان تھے۔ موضع ڈھانڈلہ اور موضع ہمولوالہ کے علاقے میں روانہ قوم کی سرداری اور اقتدار تھا جس کا سربراہ ملک حوروانہ تھا۔ جلال خان ڈھانڈلہ ایک محدود علاقے میں ان کے کاردار تھے۔ کچھ زمین ٹھیکے پر بھی لے رکھی تھی اور سادہ غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

جلال خان کو حضرت فقیر صاحب سے بے پناہ محبت تھی جو درجہ عشق کو پہنچی ہوئی تھی۔ سردی ہو یا گرمی، آرام ہو یا تکلیف، مصروفیت ہو یا فراغت جلال خان مرحوم حضرت فقیر صاحب کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے۔ حضرت فقیر صاحب کی چادر دیواری سے دور ہی ننگے سر ننگے پاؤں کپڑا گلے میں ڈالے ہوئے ہوتے اور دروازے پر پہنچ کر دست بستہ کھڑے ہو جاتے۔ اکثر و بیشتر حضرت فقیر صاحب خود فرماتے پردے کا انتظام کرو اور جلال کو اندر آنے دو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جلال خان کافی دیر کھڑے رہتے کوئی اندر جاتے لگتا تو کہتے عرض کر دینا عاجز کتا حاضر ہے۔ عاجز کتا دروازے پر کھڑا ہے۔ حضرت فقیر صاحب اجازت فرماتے اور جلال خان کو باریابی کا شرف حاصل ہوتا۔ بس زیارت کرنا۔ قدم بوس ہونا اور اجازت لینا یہ جلال خان کا معمول تھا زیادہ دیر بالکل نہ کرتے شاید یہ خیال ہوتا ہو گا کہ پردے کی تکلیف ہوگی۔

عموماً حضرت فقیر صاحب پوچھتے جلال کیا کر رہے ہو۔ کیا کھا رہے ہو۔

جلال خان عرض کرتے۔ آپ کی خیر ہو اور پھر حال بیان کرتے۔ کئی مرتبہ عرض کرتے
قبلہ ہموکھا (گھاس) کا بُوَر اور نمک ملا کر دیا کھا رہے ہیں۔ کبھی یہ دیا حضرت
کی خدمت میں لاتے اور آپ شوق سے تناول فرماتے۔

جلال خان پر خاص عنایت کی وجہ

جلال خان ڈھانڈلہ پر حضرت فقیر صاحب کی خاص نظر عنایت کا تعلق
ایک ایسے واقعے سے ہے جس میں جلال خان نے عقیدت و محبت کے
جذبے کو انتہائی عروج پر پہنچاتے ہوئے صدق و صفا کا اعلیٰ معیار پیش
کیا۔ یہ مشہور روایت ہمارے خاندان کے بزرگوں سے منقول ہے اور
ڈھانڈلہ خاندان سے بھی پشت بہ پشت نقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔
حضرت فقیر صاحب کی قوم کے کسی فرد سے روانہ قوم کے ملک حسو کو
کسی معاملے میں ناراضگی اور غصہ تھا۔ ڈیرے پر بیٹھ کر عام لوگوں کے سامنے
اس شخص کے بارے میں ملک حسو نے نامناسب الفاظ کہے تو کسی نے کہا
پھر بھی حضرت فقیر صاحب کا لحاظ رکھو۔ اس پر ملک حسو نے غصے
میں کہہ دیا کیا فقیر صاحب کی عزت ہماری عزت پر مقدم ہے؟ ہم اس معاملے
میں کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔

جلال خان اس مجلس میں موجود تھے جب ملک حسو نے یہ بات کہی تو
جوشِ محبت میں کھڑے ہو کر جلال خان نے کہا۔

ملک صاحب! حضرت فقیر صاحب کی عزت کے بارے میں دوبارہ ایسا
کلمہ نہ کہیں۔ خدا کی قسم میری عزت و آبرو حضرت فقیر صاحب کے نام پر
قربان ہے۔ مجلس میں جلال خان کی یہ غیرت و حمیت جولان میں آئی تو

ایک سکتہ طاری ہو گیا اور اس سچے نیاز مند سے کسی کو الجھنے کی جرأت نہ ہوئی جلال خان نے محبت اور عقیدت کا جو مظاہرہ کیا وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور جس جوش جنوں میں تھی ارادت ادا کیا الفاظ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ہم نے چند لفظوں میں اس کے جذبات کی نامکمل ترجمانی کر دی ہے ویسے جو کچھ اس نے کہا محبت و عقیدت اور فرط شوق و عشق کے اظہار کا بھرپور انداز اس سے بڑھ کر تصور میں نہیں آسکتا۔ ہم نے مصلحت کے تحت بعینہ اس کے الفاظ کو نقل نہیں کیا۔

دریائے فقر و ولایت میں جوش و غروش

جلال خان تو جوش محبت کا اظہار کر کے مجلس سے اٹھ آئے اور خیال کیا کہ حسب معمول سویرے حاضری دوں گا۔ ادھر اس واقعہ کے بعد حضرت فقیر صاحب کی طبیعت میں خلافت معمول پٹیج و تاب نظر آنے لگے۔ کیفیات بدلتی ہوئی دکھائی دینے لگیں اور حالات کارنگ بننے لگا کہ کچھ سونے والا ہے ہتھکڑے بعد ہی سے دمبدم فرماتے ہمارا جلال نہیں آیا۔ ابھی جلال نہیں آیا۔ ذرا دیکھو کہیں جلال آیا ہوا نہ ہو۔

صبح دن چڑھنے کے بعد کچھ اور لوگوں کے ذریعے جلال خان کی داستان محبت کانوں میں پہنچی تو حضرت فقیر صاحب کا دریائے جلال مزید موجزن ہونے لگا۔ بالآخر جلال خان خود بھی حاضر ہو گئے۔ مگر آج پہلے ہی اندرون خانہ پردہ کرایا جا چکا تھا۔ طالب صادق آیا تو مطلوب نے خود اس کا استقبال کیا۔ جلال خان قدموں میں گرا تو حضرت نے

فرمایا بتاؤ ملک حسونے کیا کہا تھا اور تم نے کیا کہا۔

تین مرتبہ آپ نے یہی سوال فرمایا اور تینوں بار جلال خان نے وہی ایک جواب دیا کہ میری عزت و آبرو جان و مال اولاد فقیر صاحب کے نام پر قربان ہے۔ حضرت نے سادہ سی کھدر کی دستار جلال خان کے سر پر بندھوائی اور ارشاد فرمایا، جلال آج ہم نے ملک حسونے سے سرداری لیکر تمہیں عطا کر دی۔ زمینیں جاگیر، مال و دولت اور اقتدار تمہارے پاس ہو گا اور تمہاری اولاد کے پاس رہے گا۔ سات پشتوں تک یہ عاجز تمہاری دنیا اور آخرت کا ضامن ہے۔

جہانے را در گوں کر دیک مرد خود آگا ہے

حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زبان سے نکلا ہوا ارشاد حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ فوراً حالات نے پلٹا کھایا اچانک روانہ قوم کی آپس میں بے اتفاقی اور جھگڑا ہو گیا۔ ایک دوسرے سے اُلجھنے لگے کہیں اقتدار گیا، کہیں دنیا اور کہیں مال و دولت جلال خان کی شہرت ہونے لگی۔ لوگ انہیں بڑا سمجھنے لگے، ٹھکے والی زمینیں انہیں مفت مل گئیں۔ دیوبی سارہ و سامان جمع ہونے لگا۔ زمینیں خرید کر لی گئیں۔ سواری کے لئے گھوڑے آگے دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ بدل گیا۔ روانہ قوم کے لوگ جلال خان کے ہاں ملازم اور مزارع بن گئے۔ سردار جلال خان کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ جلال خان ڈھانڈلہ اور اس کی اولاد کو سینکڑوں مربع اراضی کی اعلیٰ ملکیت حاصل ہوئی۔ موضع ڈھانڈلہ، موضع ہونوالہ سے دریائے سندھ اور پھر دریل کے پار دامن کوہ تک پوری جاگیر اسی خاندان کو ملی۔ اس کے علاوہ جلال خان کی اولاد کو ڈیرہ اسماعیل خان

میانوالی، بھکر اور ملتان کے علاقوں میں بھی وسیع رقبے کی ملکیت حاصل ہوئی۔
 منتقل، کچھ یاد امان کوئی علاقہ ایسا نہ رہا جہاں اس خاندان کو زمین کی ملکیت
 حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہ لوگ سر رار بنے۔ جاگیر دار کہلائے۔ خان مشہور ہوئے۔ ذیلدار
 بنائے گئے۔ آزریری محبٹرٹ ہے۔ تحصیل و ضلع کی سیاست پر چھائے اور
 نیشنل اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

یہ سب کچھ ان کو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے
 حاصل ہوا اور دعا کی محرک ان کے مورث اعلیٰ جلال خان ڈھانڈلہ مرحوم کی
 وہ نیاز و عقیدت تھی جو اسے حضرت فقیر صاحب کی ذات اور آپ کے
 خاندان سے تھی۔

جلال خان کی اولاد پر شفقت

جلال خان مرحوم کے دو فرزند تھے۔ میر خان اور نور خان یہ دونوں اپنے
 والد کے نقش قدم پر تھے اور حضرت فقیر صاحب کے ساتھ سچی عقیدت
 رکھتے تھے۔ حضرت فقیر صاحب ان کے حال پر بھی بے حد کرم فرماتے۔

مقدمہ قتل میں گرفتاری

حضرت فقیر صاحب کا آخری دور تھا، جلال خان فوت ہو چکے تھے میر خان
 اور نور خان ڈھانڈلہ کو چند سا بیٹوں سمیت آبائی گاؤں مٹھو سے انگریز
 پولیس افسر قتل کے الزام میں گرفتار کر کے لے گیا۔ دریائے سندھ میں طغیانی
 کا موسم تھا بھکر تنگ راستے میں اکثر پانی تھا۔ پولیس افسر گھوڑے پر
 سوار تھا اور یہ آگے پیدل چل رہے تھے۔

ادھر ڈھانڈلہ خاندان کی مستورات گریہ وزاری کرتی ہوئی حضرت
فقیر صاحب کی خدمت میں آ پہنچیں۔ آپ اس وقت مراقبے کی حالت
میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رُنے دھونے کی آواز سنی تو فرمایا (ہوں) یعنی کیا
ہو گیا ہے۔ عورتوں نے عرض کیا ہمارا کیا باقی رہ گیا ہے ہم تو اب یہاں رہیں گی۔
ہم مٹھو پر نہیں جائیں گی آپ کے ہوتے ہوئے ہمارا یہ حال ہو، ہمارا آپ
کے سوا کون ہے۔

حضرت فقیر صاحب پر جلال طاری ہو گیا

جلال خان کی اولاد کا حال معلوم ہوا اور مستورات کی پریشانی اور بے کسی
دیکھی تو فقیر صاحب کی شان و فاجلوہ گر ہوئی۔ آپ پر جلال کی کیفیت طاری
ہوئی آپ کھڑے ہو گئے اور عمر نامی خادم سے فرمایا۔ میری کمر باندھو۔
وہ ایک کمر بند سے کمر باندھنے لگا۔ جب وہ کمر کے ارد گرد کمر بند ڈالتا اور
اسے گانٹھ دینے کی کوشش کرتا تو کمر اس کمر بند کے حلقے میں نہ آتی اور
صرف کمر بند کو گانٹھ دیجاتی۔ بالآخر اس نے یہ کوشش ترک کر دی اور سمجھ گیا کہ
اس وقت حضرت فقیر صاحب ظاہری وجود کی قید سے بلند و بالا ہیں۔

کافرا، تو کہاں تک جائے گا

اسی جلال کے عالم میں آپ نے فرمایا۔ اے کافر تم کہاں تک جاؤ گے۔
جب تشریف فرما ہوئے تو آنے والی عورتوں سے فرمایا۔ میرا خان اور
نور خان کو افسر نے چھوڑ دیا ہے۔ وہ واپس آ رہے ہیں تم جلدی اپنے
گھر چلی جاؤ۔ بستی ملا نوالی کے قریب اس انگریز افسر کی یہ حالت ہوئی کہ

اس پر پیاس کا غلبہ ہوا اور اس قدر مجبور ہوا کہ راستے میں ایک موچی کے ہاں جوتوں کو تڑ کرنے والے پانی کا لگن پڑا دیکھا تو اشارہ کیا مجھے پانی دو۔ اس موچی نے گھر سے پانی لانے کا ارادہ کیا تو انگریز افسر گر پڑا اور مرنے کے قریب ہونے لگا آخر وہی جوتوں والا پانی اس کے منہ میں ڈالا گیا اور اسے کچھ ہوش آیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ فقیر صاحب نے وہاں سامنے ہو کر جلالی انداز میں اسے زور سے جھڑکا تو وہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

ڈھانڈلوں کا پیر کامل ہے

انگریز پولیس افسر کے ساتھ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اسی وقت اسی جگہ پر میر خان اور نور خان کو رہا کر دیا اور ان سے یہ بھی کہا کہ تمہارا اور کون سا بھتی ہے اچانک خوشی سے گھبراہٹ کے عالم میں ان کو ایک سا بھتی کا نام تو بھول گیا ایک دو کو چھڑا لائے چونکہ تفتیش میں کئی آدمی شامل تھے دوسروں کو وہ بھکر لے گیا۔

میر خان اور نور خان کو رہا کرتے وقت اس نے کہا "ڈھانڈلوں کا پیر کامل ہے ہم اس کو سلام کرنا ہے شام کے وقت میر خان اور نور خان اپنے ساتھیوں سمیت گھر آئے اور پوسے علاقے میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ڈھانڈلوں کو حضرت فقیر صاحب نے راستے ہی میں چھڑا لیا۔ اس واقعے سے ڈھانڈلہ خاندان کی عقیدت اور نیاز کو مزید تقویت پہنچی اور پھر انہوں نے ہر مشکل وقت میں حضرت فقیر صاحب سے روحانی امداد طلب کی۔



ڈھانڈلہ خاندان کے مزید حالات

میرخان ڈھانڈلہ کی اولاد سے حاجی احمد خان ڈھانڈلہ مشہور و معروف زمیندار ہوئے۔ حاجی احمد خان مرحوم کی عقیدت کے چند واقعات حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ضمن میں بیان کئے جائیں گے۔

حاجی احمد خان ڈھانڈلہ کی اولاد سے غلام سرور خان، بہاول خان اور محمد افضل خان ہوئے۔ غلام سرور خان مرحوم کو حضرت فقیر صاحب اور آپ کے خاندان سے بڑی محبت تھی۔ حضرت فقیر غلام اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ ان کی راقم الحروف کے والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوتی تو والد صاحب سے اکثر اوقات حضرت فقیر صاحب کے واقعات سنتے رہتے۔

محمد افضل خان مرحوم تحصیل کی سطح پر چوٹی کے معروف زمیندار اور سیاست دان تھے۔ ڈھانڈلہ خاندان میں محمد افضل خان جیسا بارعبد مدبر اور سیاست دان پیدا نہیں ہوا۔ ٹاؤن کمیٹی بھکر کے چیئرمین رہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے رکن رہے اور علاقائی سیاست پر چھائے رہے۔

موضع ہونوالہ کے کسانوں کے ساتھ زمین کے تنازعہ پر ایک قتل کے الزام میں محمد افضل خان کے بیٹے محمد اسلم خان اور بیٹے اللہ بخش خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس موقع پر محمد افضل خان کو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی پھر خواب ہی میں حضرت فقیر غلام اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لڑکوں کو چھڑا دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی ضمانت ہو گئی۔ مقدمہ چلتا رہا اور انہیں

بری کر دیا گیا۔ محمد افضل خان مرحوم نے اس موقع پر رقم الحروف کے قبلہ والد صاحب مرحوم سے کہا مجھے حضرت فقیر صاحب کا علیہ بتائیں جب انہوں نے علیہ بتایا تو مسکرا کر کہنے لگے مجھے حضرت کی زیارت ہوتی ہے اب بتائیں کہ میں کیا خیرات کروں۔ والد صاحب قبلہ نے فرمایا دربار شریف پر کھلے دل سے خیرات کرو چنانچہ محمد افضل خان نے دربار شریف پر خیرات کا وسیع انتظام کیا۔

محمد افضل خان ڈھانڈلہ مرحوم کا اظہار عقیدت

ایک مرتبہ بستی بختاور کے منشی سلطان محمود گادر کی چوری ہو گئی۔ ہمارے بعض مذہبی مخالفین کے ایما پر اس نے ہمارے خاندان کے بعض افراد اور بعض متعلقین کے خلاف رپورٹ درج کرائی۔ انکواری کے لئے پولیس آئی۔ محمد افضل خان ڈھانڈلہ مرحوم نے پولیس انسپکٹر کی برسرِ عام بے عزتی کی اور ہمارے افراد کو گھر بھجوا دیا۔

کچھ دنوں بعد خان صاحب اپنے گھر بستی مٹھو آئے تو منشی سلطان محمود چوری کی بازیابی کی خاطر وہاں پہنچ گئے۔ مجمع عام تھا سینکڑوں لوگ جمع تھے۔ جوں ہی وہ سامنے ہوا محمد افضل خان کی رگِ حمیت پھٹا ک اٹھی۔ اس موقع پر حضرت فقیر صاحب کے خاندان کے ساتھ احترام و عقیدت کا جو مظاہرہ انہوں نے کیا قابلِ تحسین ہے اور ڈھانڈلہ خاندان کے لئے عقیدت کا قابلِ عمل نمونہ ہے۔ خان صاحب نے گرج کر کہا۔

”کیا میں بے غیرت ہوں کہ فقیر خاندان کو چور بناؤں مہتیں اپنا مذہب پیارا ہے اور تم اپنے مذہب والوں کے کہنے پر فقیروں کا نام لیتے ہو اب تمہاری چوری واپس ہو جائے تو مجھے ڈھانڈلہ

کی نسل سے نہ کہنا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ
ورنہ کچھ اور ہو جائے گا۔“

ایک موقع پر بستی جمال کپڑے کا کوٹہ تقسیم ہو رہا تھا۔ خان صاحب آئے
ہوئے تھے۔ کوٹے پر ہندوؤں کی اجارہ داری تھی اور ایک چوہدری صاحب
ذمہ دار کی حیثیت سے ڈیوٹی دے رہے تھے۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ کپڑے کی
فلت کے باعث لوگ چوہدری صاحب کی منت سماجت کر رہے تھے اس
موقع پر قبلہ والد صاحب فقیر غلام رسول مرحوم بھی کپڑا لینے گئے تھے۔ چوہدری
صاحب نے کچھ ردی سے کپڑے دکھائے تو قبلہ والد صاحب نے کہا یہ
تو بے کار ہیں کچھ اور کپڑے دکھاؤ۔ چوہدری صاحب کا دماغ اونچا تھا،
لوگوں کی منت سماجت نے مزید خراب کر دیا تھا کہنے لگا لینے ہیں تو یہی
ہیں اور کپڑے وغیرہ نہیں ہیں۔ بس اس کا یہ کہنا تھا کہ قبلہ والد صاحب نے
زور سے ایک تھپتھرا اس کے منہ پر دے مارا اور کہا، کافر کتا تو ہے کپڑے
نہ دینے والا میں تمہارے باپ سے بھی کپڑے لیکر جاؤں گا۔ مزید بھی
کچھ پٹائی ہوتی۔ مگر لوگوں نے قبلہ والد صاحب کو پکڑ لیا۔ چوہدری صاحب
بھاگتے ہوئے روتے دھوتے خان صاحب کے پاس پہنچ گئے اور
سارا حال بیان کیا۔

محمد افضل خان صاحب کہنے لگے ”چوہدری! وہ تو فقیر صاحب ہیں
میں کیا کر سکتا ہوں وہ تو میرے ساتھ بھی ناراض ہو جائیں گے۔ جو کپڑے
وہ مانگتے ہیں انہیں دے دو اور جان چھڑاؤ۔“

چوہدری صاحب واپس آئے تو اندر سے سارے تھان اٹھا کر
سلنے رکھ دیئے۔ اور کہنے لگے آپ تو بڑے سخت لوگ ہیں۔

ایک مرتبہ دوٹوں کے سلسلے میں خان صاحب بہت سے معززین کے ہمراہ
بستی بختاوردئے بمسار خاندان ان کے مد مقابل اور قریبی عزیز محمد خان ڈھانڈلہ
کا معاون تھا۔ خان صاحب نے تعاون کا کہا، تو ہمارے خاندان کے کچھ لوگوں
نے خان صاحب کو سخت نشت کہا ناراضگی کا اظہار کیا اور غصے میں کہی
ایسی باتیں سنا دیں جو اس وقت مناسب نہ تھیں۔

خان صاحب یہ سب کچھ بڑی خندہ پیشانی اور حوصلے سے سنتے رہے
جب معاملہ زیادہ تیز ہوا تو ملک فتح روانہ اور ملک حسو کا بخو کھور جو خان
صاحب کے خاص معتمد تھے، کہنے لگے فقیر صاحبان اتنا غصہ نہ کریں کچھ تو
خان صاحب کا لحاظ کریں۔

اس موقع پر محمد افضل خان مرحوم نے انہیں ڈانٹا اور کہا، انہیں کچھ نہ
کہو یہ مجھے کچھ بھی کہتے رہیں، بجا ہے کیونکہ انہیں حق پہنچتا ہے۔ ہمیں
جو ہر حال میں نیاز ہے۔

غلام سرور خان ڈھانڈلہ کو بشارت

غلام سرور خان ڈھانڈلہ مرحوم کے اکلوتے بیٹے عبدالرحمن خان جوانی
میں فوت ہو گئے تھے، غلام سرور خان کو بڑا صدمہ ہوا، کافی عرصہ گزر
گیا خان صاحب کچھ بوڑھے ہو گئے، لوگ شادی کا مشورہ دیتے مگر
خان صاحب آمادہ نہ ہوتے، اور خیال کرتے کہ معلوم نہیں اولادِ نرینہ
ہوتی ہے یا نہیں، خواب میں حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت
ہوئی اور انہوں نے فرمایا، ”سرور شادی کیوں نہیں کرتے شادی کرو۔
بچوں کا منہ دھوتے دھوتے تمہاری بیوی تمہک جائیگی۔“

چنانچہ غلام سرور خان مرحوم نے شادی کر لی اور اللہ تعالیٰ نے
چھ لڑکے عطا کیے۔

محمد اکبر خان ڈھانڈلہ مرحوم کی عقیدت

نور خان ڈھانڈلہ مرحوم کی اولاد سے محمد خان اور محمود خان مشہور
زمیندار ہوئے۔ محمد خان کی اولاد سے محمد اکبر خان مرحوم کو حضرت فقیر میاں
عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا عقیدہ اور یقین تھا۔ کوئی مشکل موقعہ ہوتا تو ہمارے
دادا حضرت فقیر مرید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ جاتے
انہیں گھوڑے پر سوار کرا کے دربار فقیر صاحب پر دعا کے لئے روانہ
کرتے اور ساتھ ہی بار بار تاکید کرتے کہ حضرت فقیر صاحب سے جواب
ملے تب واپس تشریف لانا۔ ہمارے دادا صاحب اور خاندان کے دوسرے
بزرگ گرمیوں میں کتوں پر نہانے کے لئے جاتے اور کنواں نہ چل رہا ہوتا تو
محمد اکبر خان نوکروں کی موجودگی میں خود کنواں چلاتے اور اس پر فخر محسوس
کرتے۔ خان صاحب بار بار کہتے اچھی طرح نہائیں، خوب پانی بہائیں
اور بزرگ انہیں دعائیں دے رہے ہوتے۔

محمد اکبر خان پر قتل کا مقدمہ

دریائے سندھ کے پار ایک قتل کے سلسلے میں محمد اکبر خان پر الزام تھا
انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے جان چھڑالی۔ فریق مخالف نے ان کے
مخالف زمینداروں کے تعاون سے دوبارہ مسل نکلوالی اور بڑے زور
شور سے انکواری شروع ہو گئی۔

اس موقع پر سارا ڈھانڈلہ خاندان پریشان تھا۔ محمد اکبر خان کو صبح سویرے
 پتہ چلا تو فوراً بستی بختاورد پہنچے۔ حضرت فقیر مرید احمد صاحب کی خدمت
 میں حاضر ہوئے۔ گھوڑے پر سوار کرایا اور عرض کیا کہ حضرت فقیر صاحب
 کے مزار پر رات کو ضرور ٹھہرنا، جواب لے کر آنا میں یہاں آپ کی انتظار
 میں رہوں گا۔ حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ دربار پر حاضر ہوئے اور ظہر کی
 نماز پڑھ کر واپس روانہ ہو گئے۔ محمد اکبر خان کو کسی نے بتایا کہ فقیر صاحب
 تو واپس آ رہے ہیں۔ بیچلے رنگے پاؤں دوڑتے ہوئے آگے جا ملے اور عرض
 کیا خیر ہو آپ رات نہیں ٹھہرے فقیر صاحب نے فرمایا جاتے ہوئے جواب
 مل گیا تسلی رکھو مسل دفتر داخل ہو گئی ہے۔ پھر میں رات کس لئے ٹھہرتا۔
 بالکل اسی طرح ہوا۔ چند ہی دنوں میں مقدمے کا نام و نشان بھی نہ رہا۔
 اور محمد اکبر خان کو بلوایا تک نہ گیا۔

محمود خان ڈھانڈلہ مرحوم کی عیقت

نور خان ڈھانڈلہ مرحوم کے دوسرے لڑکے محمود خان مرحوم کے پوتے
 کا نام بھی محمود خان تھا یہ علی محمد خان کے فرزند تھے۔ اس قریب کے دور
 میں محمود خان ڈھانڈلہ مرحوم میں حضرت فقیر صاحب اور آپ کے خاندان
 سے محبت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ بغیر تکلف اور تصنع کے ان کے
 دل میں ہمارے خاندان کا قلبی احترام تھا جس کا مظاہرہ کئی مرتبہ ہمیں
 دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

بنیادی جمہوریت کے انتخاب تھے خان صاحب نے مجبور کر کے
 بستی بختاورد سے قبلہ والد صاحب کو امیدوار نامزد کر دیا۔ اس مرتبہ

بستی سوڑکپ کے بلوچوں نے بھی اپنا ممبر نامزد کیا ہوا تھا۔ خان صاحب کی کوشش تھی کہ مقابلہ نہ ہونے پائے۔ سوڑکپ کے بلوچ جمع ہو کر مٹھو پر محمود خان مرحوم کے پاس گئے کہ اگر بستی بختا در میں فقیر غلام رسول درخواست واپس لے لیں تو ہم سوڑکپ کی سیٹ پر اپنے امیدوار کی درخواست واپس لے لیں گے۔ محمود خان ڈھانڈلہ مرحوم نے یہ بات سنی تو سخت غصے میں آ کر کہا یہ غلط فہمی دل سے نکال دو۔ ہم یونین کونسل ڈھانڈلہ کی اپنی سب نشستیں چھوڑ سکتے ہیں مگر فقیر صاحب کی سیٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ راقم الحروف اور عزیز محمد نواز سلمہ، گاڑی پر بھکرے نو تک اسٹیشن اترے محمود خان مرحوم بھی اسی گاڑی سے نو تک آئے۔ ان کی سواری کے لئے گھوڑے لائے گئے تھے ہم نے خیال کیا سواری کی خاطر ان کے سامنے نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہم کچھ دیر ٹھہر گئے تاکہ وہ روانہ ہو جائیں۔ خان صاحب کو کسی طرح علم ہو گیا تھا۔ وہ کالی دیر انتظار کرتے رہے ہمیں بلوایا پہلے ہمیں گھوڑے پر سوار کرایا اور پھر خود سوار ہوئے۔ قبلہ والد صاحب مرحوم کے ساتھ محمود خان ڈھانڈلہ کو قلبی محبت تھی اس محبت کے اظہار کی کئی حسین یادیں ہیں جن کے نقوش اب تک ہمارے دل پر ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

حاجی غلام حسن خان ڈھانڈلہ مرحوم

حاجی غلام حسن خان ڈھانڈلہ مرحوم ضلع بھکر کی سیاست پر چھاپے ہے اور انہیں طویل دور اقتدار ملا۔ انہوں نے اپنے دور میں ڈھانڈلہ خاندان

کی سیاسی قوت کو بڑا مضبوط کر دیا تھا۔ حاجی غلام حسن خان مرحوم حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایات و کرامات کا بہت تذکرہ کرتے اور اپنی کامیابیوں کو حضرت فقیر صاحب کی دعاؤں کی برکت سمجھتے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آپ حضرت فقیر صاحب کے حالات قلمبند کریں گے تو میں آنجناب کے تصرفات اور عنایات کے تفصیلی حالات لکھ کر پیش کروں گا۔ مگر افسوس کہ ۱۹۸۴ء میں وہ جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ حاجی غلام حسن خان مرحوم ٹاؤن کمیٹی بھکر کے چیئرمین رہے۔ وفاقی مجلس شوریٰ کے رکن بنے اور دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ حاجی غلام حسن خان مرحوم کے فرزند محمد ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ اس وقت صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں، غلام سرور خان ڈھانڈلہ مرحوم کے فرزند نذیر اللہ خان ڈھانڈلہ ٹاؤن کمیٹی بھکر کے چیئرمین ہیں اور فیض اللہ خان ڈھانڈلہ یونین کونسل ڈھانڈلہ کے چیئرمین ہیں۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا برکت سے یہ خاندان اب بھی برسرِ افتداری ہے۔

ڈھانڈلہ خاندان کے بارے میں عجیب خواب

ڈھانڈلہ خاندان کا ہمنوالہ کے کسانوں کے ساتھ زمینوں کے بارے میں تنازعہ رہتا تھا۔ مولوی محمد بخش صاحب مرحوم کسانوں کی قیادت کرتے تھے اس لئے لڑائی جھگڑے مقدمہ بازی اور قید و بند تک بھی نوبت آتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب مرحوم کی والدہ ماجدہ نے حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے میاں جی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں عرض کیا کہ مدت ہو گئی ہے ہم ڈھانڈلہ قوم کے مظالم سے تنگ
 اچکے ہیں ہم نے کئی مرتبہ اپنے پیر خواجہ شہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے فریاد کی
 ہے مگر کوئی جواب نہ ملا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں آپ ان کی خدمت میں ہماری
 طرف سے فریاد کریں میاں جی عبداللہ نے فرمایا کل بتاؤں گا۔ رات کو میاں جی
 عبداللہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ دریا کے کنارے ایک بڑا اونچا درخت کھڑا
 ہے جنوب کی طرف سے ایک نورانی شکل بزرگ کلہاڑا کندھے پر رکھے ہوئے
 بڑے جلال میں آ رہے ہیں۔ وہ درخت کو کاٹنا چاہتے ہیں اور کلہاڑا اٹھاتے
 ہیں تو حضرت فقیر میاں عینی رحمۃ اللہ علیہ پہنچ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

”ہاں ہاں خیال کرنا یہ درخت ہمارے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔“
 یہ سن کر وہ بزرگ جنوب کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور ان کی نیند کھل
 جاتی ہے فرمانے لگے مسئلہ حل ہو گیا ہے ہماری فریاد پر شہ سلیمان تونسوی
 رحمۃ اللہ علیہ ڈھانڈلوں کو ختم کرنے کے لئے آئے مگر نانا جی قبلہ نے
 ان کو بچالیا۔

یہ روایت بڑی مشہور ہے اور ہم نے پختہ ذرائع سے سنی ہے ویسے
 بظاہر ایسے ہی ہوتا آیا ہے کہ جب بھی یہ خاندان کسی سخت پریشانی سے
 دوچار ہوتا ہے تو حضرت فقیر صاحب کی امداد اور توجہ سے ان کی مشکل
 حل ہو جاتی ہے۔



حضرت فقیر صاحب کا وصال

حضرت فقیر میاں علیسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع حلقہ ارادت کو فیضیاب کرنے اور ایک طویل و عریض پیمانہ علاقے کو فقر و درویشی کی برکات سے متبرک کرنے کے بعد پورے تریسٹھ سال کی عمر میں اس دنیا سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا۔ آپ کے سن وفات کا صحیح تعین تو نہیں ہو سکا لیکن خاندانی روایات تاریخی قرائن اور حالات کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۲۷۵ھ کے درمیان عالم قدس کا سفر اختیار کیا۔ البتہ اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ شعبان المعظم کی اٹھائیس تاریخ تھی۔

وصال کے وقت حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جذبِ مستی کا عجیب عالم تھا چونکہ بظاہر اس قسم کے حالات نہ تھے کہ آپ کے سفر آخرت کا اندازہ ہو جاتا اس لئے آپ کے فرزند حضرت فقیر غلام محمد صاحب اور حضرت فقیر غلام حیدر صاحب کچھ دیر کے لئے آپ کے ہاں موجود نہ تھے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حاضر خدمت تھیں کہ آپ یک دم وجد و جلال میں آگئے اور اپنے صاحبزادوں کو نام لے کر بلا یا۔ صاحبزادے حاضر خدمت ہوئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت محض ان کی انتظار میں تھے کہ امانت ان کے حوالے کی جائے۔ اپنے دونوں صاحبزادوں کو فقر و ولایت اور فیض باطن کی امانت سے مالا مال کیا اور اسم ذات کا ورد کرنے ہوئے جہانِ فانی سے سفر اختیار کیا۔

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد اتنا ایسہ را جعون

تجہیز و تکفین اور جنازہ و تدفین

حضرت فقیر صاحب کے وصال کی خبر تیزی سے پورے علاقے میں پھیل گئی اور آپ کے ہزاروں عقیدت مند آپ کی زیارت کے لئے آنے لگے جو ام الناس کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا اور نمازِ جنازہ کے بعد تدفین کے لئے آپ کے جنازہ کے صندوق کو دریائے سندھ کے پار مغرب میں لے جایا گیا یہ قبرستان آپ کے آبائی وطن میں تھا اور آپ کے آباؤ اجداد یہاں پر مدفون تھے۔

مخدوم صاحب اُچ شریف کا اظہارِ افسوس

علاقہ کے درویش اور صوفی بزرگوں نے تو اس باخدا مردِ درویش کے وصال پر جو اظہارِ افسوس کیا اپنے مقام پر تعجب ہے کہ سینکڑوں میل دور اُچ شریف کے مخدوم صاحب کو بھی اس سانحہ کا علم ہوا اور انہوں نے عجیب محبت بھرے انداز میں اظہارِ افسوس فرمایا۔ ہمارے علاقہ کے بہت سے لوگ اُچ شریف جاتے تھے کچھ لوگ حضرت مخدوم صاحب بخاری کی مجلس میں موجود تھے کہ اچانک انہوں نے زور سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی ران پر مارا اور ارشاد فرمایا۔

”تڑیسٹھ سال تک بستی بختاور میں خدا جلوہ گر رہا ہے افسوس کہ اندھی دنیا کو خبر نہ ہوئی۔“

پھر مخدوم صاحب نے وضاحت فرمائی کہ بستی بختاور والے فقیر صاحب اس جہان سے رخصت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ واقعی اسی دن اور اسی وقت فقیر صاحب کا وصال ہوا تھا۔



صندوق جنازہ برآمد کیا گیا

حضرت فقیر صاحب کا مزار تقریباً بیسٹ سال اسی آبائی قبرستان میں رہا یہاں تک آپ کے صاحبزادے فقیر غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہمیں دفن کیا گیا جب ان کی تدفین کو چھ سال گزر گئے تو حضرت فقیر صاحب نے اپنے صاحبزادے فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت دی کہ دریائے سندھ شدید طغیانی پر ہے ہمیں یہاں سے منتقل کرو۔ فقیر غلام حیدر صاحب نے خواب کا معاملہ سمجھ کر زیادہ غور نہ کیا۔ دوبارہ اسی رات پھر خواب میں فقیر صاحب نے فرمایا تو فقیر غلام حیدر صاحب سوچنے لگے۔ تیسری مرتبہ آپ نے بڑی تاکید سے فرمایا کہ دریا محض ہماری وجہ سے رکا ہوا ہے۔ جلدی کرو اور ہمیں یہاں سے منتقل کرو۔ صبح سویرے پروگرام بن گیا۔ فقیر غلام حیدر صاحب اپنی برادری اور شہر کے لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو راستے کے دیہات سے سینکڑوں لوگ یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے ساتھ چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو واقعی صرف مزارات محفوظ تھے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد عشق

سب سے پہلے حضرت فقیر میاں عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو کھولا گیا آپ کا جسدِ اطہر بلکہ کفن اور صندوق جنازہ بالکل صحیح سالم تھا اور خوشبو آ رہی تھی۔ یہی حال تھا آپ کے جدِ امجد، والد ماجد اور صاحبزادے کا کہ یہ تمام عارفین صادقین زندہ کرامت کے طور پر جلوہ گر تھے۔

تین دن تک عام زیارت

ان بزرگوں کے صندوق جنازہ لوگوں نے اٹھائے تو پورے علاقے سے عوام الناس زیارت کے لئے لوٹ پڑے۔ ہو سکتا ہے آجکل کے بعض لوگوں کو مشکل سے یقین آئے مگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس واقعہ سے فقر و ولایت کی حقانیت اور صداقت کو چار چاند لگ گئے۔

ایک دن بستی بختاورد پہنچنے میں لگ گیا دوسرے دن ہزاروں لوگ کھلے میدان میں زیارت کرتے رہے اور تیسرے دن آپ کے صندوق جنازہ کو موجودہ قبرستان میں جو نو تک سے ایک میل مشرق میں واقع ہے لایا گیا۔ یہی جگہ اب دربار فقیر صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

مقبرہ کی تعمیر

آپ کے چھوٹے فرزند حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مقبرہ کی تعمیر کا پروگرام بنایا، آپ نے ایک جگہ مقرر فرمائی کہ یہاں اینٹوں کے لئے بھٹی تیار کی جائے کچھ خدمت گاروں اور عقیدت مندوں نے آپ کے مشورے کے بغیر مزار شریف سے قریب بھٹی بنائی، بھٹی میں اینٹیں بھردی گئیں، ایندھن ڈال دیا گیا۔ آگ جلانے کی کوشش کی گئی، مگر ایک چنگاری بھی روشن نہ ہو سکی بڑی پریشانی ہوئی آخر حضرت فقیر غلام حیدر صاحب کی خدمت میں آدمی بھیجا گیا، آپ تشریف لائے تو سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تمہاری غلطی اور نافرمانی کی وجہ سے ایسا ہول ہے بھٹی دور ہی تیار کرو جس جگہ میں نے تمہیں کہا تھا۔

آگ نہ لگنے کی وجہ

خدا م اور مخلصین نے معذرت کی اور بھٹی دور تیار کر کے لگے حضرت ہمارا مقصد یہ تھا کہ اینٹوں کو دور سے لانے میں دیر اور تکلیف ہوگی یہاں نزدیک سے کام جلدی ہو جاتا۔ اس پر حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں اصل بات یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ نے خود حضرت فقیر صاحب کے قبرستان کی حد بندی کی ہے۔ لہذا اس حد کے اندر آگ نہیں جل سکی۔ انشاء اللہ فقیر صاحب کے قبرستان میں دفن ہونے والا جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

قبرستان میں دفن ہونے والا پہلا مردہ

ابھی حضرت فقیر صاحب کے مقبرے کی دیواریں کھڑی کی جا رہی تھیں حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ موضع بھڑ سید شاہ سے ایک میت لائی گئی جسے زمین پر رکھتے ہی لوگ منہ پیٹے دور ہونے لگے۔ حضرت فقیر غلام حیدر صاحب نے اس طرف کا رخ کیا تو لوگوں نے کہا۔ حضور اس طرف نہ آئیں میت کی حالت بہت خراب ہے۔ مزید بتلایا گیا کہ اس شخص کا چہرہ سیاہ ہے اور جھلسا ہوا ہے۔ بدبو اس قدر ہے کہ پاس ٹھہرا نہیں جاتا۔

حضرت فقیر غلام حیدر بر جلال کی کیفیت

حضرت فقیر غلام حیدر صاحب نے جب سارا حال سنا تو جلال میں آگئے

فرمانے لگے عارف سلطان کے قبرستان میں پہلی میت آئے اور ایمان سلامت
 نہ لے جلے یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

چہرہ منور کر دیا اور خوشبو آنے لگی

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ میت کی طرف روانہ ہوئے۔ دور ہی
 سے فرمایا منہ سے کپڑا ہٹا دو شہادت کی انگلی ماتھے پر رکھی اور کچھ دیر پڑھتے
 رہے۔ انگلی اٹھائی تو چہرہ چمک رہا تھا اور خوشبو پھیل رہی تھی۔ لوگوں سے
 فرمایا اب آؤ اور دیکھو۔ لوگ حیران رہ گئے کہ اس قسم کا نورانی چہرہ انہوں نے
 نہ دیکھا تھا۔

یہ واقعہ مشہور ہوا تو ہر طرف سے لوگوں نے فقیر صاحب کے قبرستان
 کا رخ کیا۔ یہ جگہ دریائے سندھ کے زیریں دیہات سے بہت دور ہو جاتی ہے
 پھر نو تک اور پہل میں پرانے قبرستان بھی موجود ہیں مگر حضرت فقیر صاحب کے
 عقیدت مند دور دراز کا سفر طے کر کے حصول برکت کے لئے مردوں کو
 تدفین کے لئے یہاں لے آتے ہیں۔

ڈھانڈلہ خاندان نے حضرت فاضل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نو تک کے
 قبرستان کو چھوڑ کر حضرت فقیر صاحب کے قبرستان میں دفن ہونا پسند کیا
 اسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی یہی سلسلہ اختیار کیا۔ کئی ایک طراراضی پر مشتمل
 قبہ قبرستان کے لئے وقف تھا مگر اب معمولی سی گنجائش رہ گئی ہے
 خدا کرے ساتھ کوئی رقبہ مل جائے جس سے کمی پوری کی جاسکے۔



حضرت فقیر صاحب کا ارشاد

روایت ہے کہ حضرت فقیر صاحب کے سامنے پاکپتن شریف کے مہتشی دروازے کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تو بادشاہ ولایت ہیں اس عاجز کے قبرستان میں بھی جو شخص دفن کیا جائے گا انشاء اللہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

مقبرہ کی تکمیل اور دیکھ بھال

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں پختہ مقبرہ کی تعمیر مکمل کرائی۔ دیکھ بھال کے لئے خود بھی آنا جانا رکھتے اور مستقل مجاور پھرانے کا بھی انتظام کیا۔ محل کے اس علاقے میں اس وقت پانی کی شدید قلت تھی چنانچہ حضرت فقیر غلام حیدر کے صاحبزادے حضرت فقیر غلام اسحاق نے دربار شریف پر کنواں کھدوانے کا اہتمام کیا اور اس طرح پانی نہ ہونے کی تکلیف رفع ہو گئی حضرت فقیر غلام حیدر کے وصال کے بعد مقبرے کی دیکھ بھال حضرت فقیر غلام اسحاق صاحب کرنے لگے۔ آپ کثرت سے خانقاہ پر حاضر ہوتے اور مقبرہ کی عمارت کی تزئین اور مرمت کا خاص خیال فرماتے۔ کافی عرصہ آپ یہ خدمت سرانجام دیتے رہے یہاں تک کہ آپ کے بھتیجے فقیر حاجی قادر بخش مرحوم نے دربار شریف پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اب تک فقیر حاجی قادر بخش کی اولاد دربار شریف پر قیام پذیر ہے۔



مزارات کا نقشہ

حضرت فقیر صاحب کے مقبرے کا دروازہ جنوب کی طرف ہے دروازہ کی دائیں جانب کے سامنے آپ کا مزار ہے اور دروازے کے بالکل سامنے آپ کے والد ماجد فقیر نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے مزارات کے نقشہ کو آسانی سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ مقبرہ میں داخل ہوں تو دائیں طرف دیوار کے ساتھ حضرت فقیر بن خوردار ان کے ساتھ حضرت فقیر غلام حیدر ان کے ساتھ حضرت فقیر میاں عیسیٰ ان کے ساتھ حضرت فقیر نور احمد ان کے ساتھ حضرت فقیر غلام محمد اور آخر میں حضرت فقیر غلام رسول آرام فرما ہیں۔ مقبرے کی مغربی دیوار اور مزارات کے درمیان کچھ فاصلہ ہے جہاں کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت فقیر صاحب کے مزار سے حصول فیض

بعض درویشوں کو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف سے بھی فیض حاصل ہوا۔ پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن کلاچی والہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ان درویشوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف ظاہری طور پر ہمارے بزرگ حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے مگر باطنی فیض انہیں حضرت فقیر صاحب سے حاصل ہوا۔ پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ سخت سردیوں کی راتوں میں اکیلے مراقبے کی صورت میں حضرت فقیر صاحب کے مزار شریف کی طرف متوجہ بیٹھے رہتے اور ان کی کئی راتیں اسی کیفیت



حضرت فقیرمیاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار تصویر میں آپ کے والد ماجد
صاحبزادوں کے مزارات بھی نظر آ رہے ہیں۔

میں گزر جاتیں۔ ایک مرتبہ مسلسل کئی راتیں وہ خاموش رہے اور مزار کی طرف متوجہ رہے۔ اچانک صبح کے وقت بہت خوش و خرم دیکھے گئے اور فرمانے لگے آج رات حضرت فقیر صاحب نے خیرات سے مالا مال کر دیا ہے۔ شاہ صاحب موصوف جانوروں اور پرندوں پر بڑے مہربان تھے سینکڑوں کے حساب سے بیخیر خرید لیتے اور انہیں اڑا دیتے۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے خصوصاً بارش کے لئے آپ کی دعا بہت مشہور تھی۔

میں مظلوم کے ساتھ ہوں

ایک مرتبہ شاہ صاحب موصوف کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے سے شکاری گھوڑوں اور شکاری کتوں کے زور سے آیا ہوا بارہ سنگھا گزرنے لگا۔ قریب تھا کہ گھوڑے اور کتے بارہ سنگھے کو روند ڈالیں۔ چنانچہ شکاریوں نے نعرے لگائے شاہ صاحب مرحوم نے جانور کی بے بسی دیکھی تو کھڑے ہو کر فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں یہ کہنا تھا کہ بارہ سنگھے کو پر لگ گئے۔ شکاری گھوڑے اور کتے زور لگاتے رہے مگر قبضے میں آیا ہوا بارہ سنگھا ان کی زد سے نکل گیا تمام لوگ حیران تھے اور اس غیر متوقع صورتحال کو شاہ صاحب مرحوم کی کرامت قرار دیتے تھے۔ پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر صاحب کے خاندان کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کا مزار کلاچی والہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہے وہاں باقاعدگی سے آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے بھکر کے سید رسول شاہ مرحوم آپ کے بھائی تھے۔ آپ کے ایک چھوٹے بھائی سید خدائ بخش شاہ موضع عنایت آباد میں قیام پذیر ہیں۔

مقبرہ کی تعمیر نو

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا جو مقبرہ آپ کے فرزند فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے تیار کرایا تھا تقریباً سو سال گزرنے تک قائم رہا۔ پھر چھت کچھ کمزور ہو گئی اور دیواروں میں بھی نقص پڑ گیا تو ضرورت پیش آئی کہ عمارت از سر نو تعمیر کی جائے۔ حضرت فقیر صاحب کے عقیدت مندوں کا اتفاقا بھی زور پکڑ گیا اور بالآخر آج سے تقریباً بیس سال پہلے مقبرہ کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ فقیر حاجی قادر بخش مرحوم کے فرزند فقیر محمد بخش اور فقیر غلام حیدر جو دونوں دربار پر مقیم ہیں اور مولانا محمد بخش کو ندروی مرحوم نے عقیدت مندوں کے تعاون سے تعمیر کے اس مرحلہ کو طے کرنے میں کافی حد تک کوشش کی۔

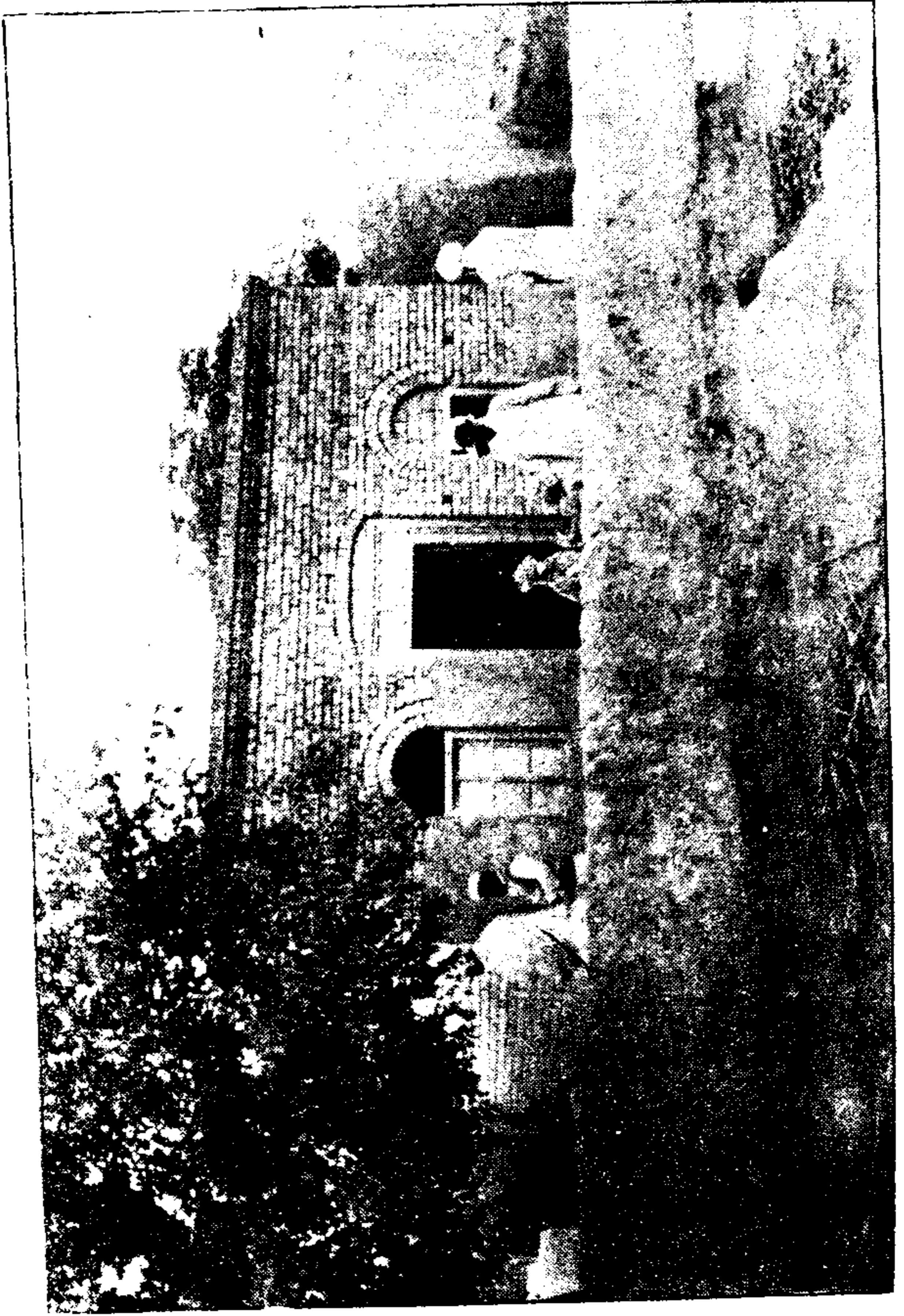
مسجد کی تعمیر

حضرت فقیر صاحب کے دربار پر پہلے تو مسجد کی کچی عمارت تھی جو کافی عرصہ تک قائم رہی۔ آج سے تقریباً بائیس سال پہلے حضرت فقیر صاحب کے عقیدت مند شیخ غلام احمد ساکن بستی کھیوانے مسجد کی نچتہ عمارت تعمیر کرائی۔ یہ مسجد فقیر صاحب کے مقبرے سے تقریباً چالیس گز کے فاصلے پر ہے۔ زائرین یہاں نماز ادا کرتے ہیں، عرس کے موقع پر وعظ و تقریر کی محفل یہاں منعقد ہوتی ہے اور خاص موقعوں پر شبینہ کا اہتمام بھی اسی مسجد میں کیا جاتا ہے۔





حضرت عارف سلطان فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ۔



دربار حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد۔

زائرین کی آمد و رفت

حضرت فقیر صاحب کے مزار پر زائرین کی آمد و رفت ہر موسم میں جاری رہتی ہے۔ جمعرات، جمعہ، محرم، رمضان المبارک اور عرس کے موقعے پر اچھے بھلے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ دنوں میں بھی لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہی رہتا ہے۔ نذر و نیاز کی علاقائی رسم و تقریب کے موقعے پر بھی کافی لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ زیرِ غور منصوبے کے تحت سڑک بن گئی تو زائرین کی آمد میں اضافہ ہو جائے گا۔ دربار شریف کے احاطے میں خلاف شرع حرکات پر سخت پابندی ہے اور غیر شرعی رسوم سے احتراز کیا جاتا ہے۔

حضرت فقیر صاحب کے تبرکات

حضرت فقیر صاحب کے تبرکات میں سے ہمارے پاس آپ کی دستار مبارک اور ایک رومال محفوظ ہے۔ ہلکے درمیانے کھدر کی یہ دستار تین ہاتھ لمبی اور ایک ہاتھ سے کم چوڑی ہے۔ کافی عرصہ گزرنے کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو چکا ہے۔ کئی مرتبہ مشکل اوقات میں اس دستار مبارک کی برکات اور فیوضات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس دستار کو ہم نے روحانی اثاثہ اور خیر و برکت کا خزانہ سمجھتے ہوئے بڑی توجہ سے محفوظ کیا ہوا ہے۔ سیرت اور تاریخ کی روایات میں ہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمود غزنوی کو اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی تھی۔ ہندوستان میں سومات پر حملے کے موقع پر سلطان سخت پریشان ہوا تو قمیص مبارک

کے وسیلے سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے فتح عطا فرمائی۔ خواب میں سلطان کو حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے ہماری قمیص کی قدر و منزلت نہیں پہچانی۔ اگر تم اس کے وسیلے سے یہ دعا کر دیتے کہ تمام دینا کے کافر و مشرک مسلمان ہو جائیں تو یہ دعا بھی قبول ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے آج کل کے بعض لوگ ان چیزوں کو عقیدت کا افسانہ قرار دیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ مقبولانِ خدا کے تبرکات میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و برکت ہوا کرتی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی برکت پر قرآن مجید شاہد ہے اسی طرح احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جُتہ مبارک اور مُوئے مبارک کو پانی میں گھول کر پانی بیماروں کو پلاتے تھے اور انہیں شفا ہو جاتی تھی۔

دستار مبارک کی برکت طبعی زک گئی

آج سے کوئی پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ دریائے سندھ میں شدید طبعیانی سے بستی بختاورد کو سخت خطرہ لاقی ہوا۔ آس پاس کے بہت سے دیہات پانی کی لپیٹ میں آگئے اور بہت سی نقصان ہوا۔ شام ہو چکی تھی شہر کے شمالی اور مغربی جانب کے حفاظتی چھوٹے بند خاص طور پر ہمارے محلے کا حفاظتی بند سخت خطرے میں پڑ گیا۔ اتنے میں معمولی بارش ہونے لگی اور تیز ہوا چل پڑی۔ دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ پانی کی سطح بند سے بلند ہے ہمارے خاندان کے لوگ اور شہر کے باشندے اسی بند پر زور لگا رہے تھے بند سے کوئی بیسن پچیس گز پر محلے کے مکانات تھے۔

لوگوں کی بے بسی اور پریشانی

جب تیز ہوا چل پڑی تو پانی کو اور تقویت مل گئی۔ ایک مرتبہ درمیان سے بند کو شکاف ہو گیا۔ قیامت صغریٰ کا نمونہ تھا۔ لوگ شکاف پر ٹوٹ پڑے چٹانیاں ڈال کر فوری طور پر قابو پایا گیا۔ مگر ہوا کے تیز جھونکوں سے بند ہلتا ہوا نظر آتا جانوروں کی ریاں کاٹ دی گئیں اور ظاہری طور پر بند قائم رہنے سے ناامیدی ہو گئی۔ شہر کے لوگوں نے چیخ کر کہا کہ اب اپنے بزرگوں کو بلائیں وہی کوئی امداد کریں تو بچ سکتے ہیں ورنہ کوشش کرنا فضول ہے۔

اولیاءِ راہست قدرت ازالہ

حیرت اور پریشانی کے اس عالم میں راقم الحروف کے چھوٹے بھائی عزیز محمد نواز سلمہ گھر کی طرف دوڑ کر گئے اور صندوق سے حضرت فقیر صاحب کی دستار مبارک نکال کر لائے۔ عجز دینا ز اور سوز و گداز کی ویسے بھی اس موقع پر فراوانی تھی پھر دستار مبارک وسیلہ بنانے سے اور ہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ تمام احباب رور و کر دعا مانگنے اور عرض کرنے لگے اللہ العالمین ہم فقیر صاحب کی دستار کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں مہربانی فرما ہمیں مشکل سے نجات عطا فرما۔

بغیر کسی مبالغہ اور تکلف کے یہ ایک حقیقت ہے کہ عین اسی وقت ہوا اور بارش رک گئی۔ فوری طور پر پانی کی سطح کم ہونے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں خطرہ ٹل گیا۔ لوگ بستی بچاؤ کو محفوظ پا کر حیران ہوتے تھے کہ اس کے بچنے کی تو کوئی توقع نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات عام پھیل چکی تھی کہ بستی بچاؤ و طبعانی

کی خاص زدیں ہے اور وہاں کا کوئی مکان نہیں بچ سکے گا۔ تعجب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے وریلے سندھ نے اس پورے علاقے سے رُخ موڑ لیا ہے اور اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک سیلاب نے اس علاقے کا رُخ نہیں کیا۔

حضرت فقیر صاحب کی اپنی اولاد کو ایک نصیحت

حضرت فقیر صاحب نے اپنے خاندان والوں کو خاص طور پر ایک نصیحت فرمائی تھی اور وہ یہ کہ علم دین پڑھنا، پڑھانا اور مساجد کو آباد رکھنے کا خاص خیال کرنا۔ اللہ تعالیٰ ان کاموں کی وجہ سے تمہارے رزق میں برکت کرے گا۔ اور تمہیں اطمینان اور سہولت دے گی۔

فقیر خاندان کی خدمت کرنا اولاد کو بشارت

حضرت فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جو شخص میری اولاد کی خدمت کرے گا اور ان کے ساتھ بھلائی کرے گا میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔ میری اولاد کو اگر کسی شخص نے پانی بھی پلایا تو انشاء اللہ یہ عاجز اس کو بھی قیامت کے دن ضرور بدلہ دے گا۔

حل مشکلات کے لئے فقیر صاحب کو پکارنا

ہمارے بزرگوں سے منقول ہے کہ مشکل اور پریشان کن حالات میں حضرت فقیر صاحب کے مزار کی طرف رُخ کر کے تین بار آپ کو مدد کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کے وسیلے سے مشکل حل فرمادے گا۔ یہ ہمارے

بزرگوں کا معمول رہا ہے اور بعض عقیدتمندوں نے بھی اس عمل کو مجرب پایا ہے۔

حضرت فقیر میاں علیسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اختتام پذیر ہوتے ہیں اور ان کے بعد آپ کے صاحبزادوں اور آپ کے خاندان کے حالات کا بیان شروع ہو گا۔ اگرچہ ضمناً پھر بھی آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے گا تاہم مستقل باب کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ پانچ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے برکات و فیوضات سے ہمیں مستفید فرمائے آمین۔

حضرت فقیر صاحب کے صاحبزادگان حضرات کے حالات شروع کرنے سے پہلے حضرت کی بارگاہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد فیض کا منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے اور یوں اس منقبت پر حضرت فقیر صاحب کے حالات اختتام پذیر ہوں گے۔

واضح ہو کہ حضرت فقیر میاں علیسی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور تاحال ان کی اولاد کے حالات لکھے جائیں گے۔ پھر آپ کے صاحبزادے حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ اور تاحال ان کی اولاد کے حالات درج کیے جائیں گے۔

منقبت

دریشان حضرت عارف سلطان فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ذاتِ حق میں فنا میاں عیسیٰ
 غوثِ اعظم کی مہر بان سے
 مردِ کامل حضور عاشقِ حسان
 نورِ احمد نے کر دیا جس کو
 شانِ فقیر محمدی کا نشان
 ماسوی اللہ سے دل کو صاف کیا
 اتباعِ نبیؐ کے ساتھ ہوا
 دے کے اولاد کو یہی تعلیم
 حق سے وصل ہوا میاں عیسیٰ

فیض ان کے صفات کیا لکھوں

رونقِ اولیاء میاں عیسیٰ

از رشحاتِ قلم

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد فیض ظلہ

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد ماجد کے ہاں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ بہت باعرب، صاحب جلال اور صاحب تصرف تھے۔ حضرت فقیر صاحب آپ کو وظائف اور ذکر و فکر کی تلقین فرماتے اور سلوک کی طرف متوجہ کرتے مگر آپ اس طرف دلچسپی کا اظہار نہ کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت فقیر صاحب نے بڑی سختی سے حکم فرمایا کہ ہمارے طریقہ کو اپنے لئے لازمی سمجھو اور اس کے آداب اور شرائط کا پورا پورا خیال رکھو۔ آپ نے عرض کیا حضرت آپ پر تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے مگر ہم سے تو فقر و غربت اور افلاس برداشت نہیں ہو سکتا۔ اگر نفس پر اس قدر ظلم کرنے کے بغیر فقر کا حصول مشکل ہے تو پھر ہم فقیر نہ سہی یہ مصیبت ہم سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ حضرت فقیر صاحب یہ سن کر مسکرانے لگے اور فرمایا پھر تم کیا چاہتے ہو۔

آپ نے تین شرطیں پیش کر دیں

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے والد ماجد کے جواب میں عرض کیا، حضرت فقر و تصوف کے آداب و شرائط بہر و چشم منظور مگر میری بھی تین گزارشات ہیں اگر وہ پوری ہو جائیں تو پھر مجھے اس بارے میں کوئی تردد نہیں رہے گا۔

ایک گزارش تو یہ ہے کہ جو بھی دعا کروں قبول ہو جائے۔ دوسری یہ کہ سواری کے لئے اچھا گھوڑا ہمیشہ میسر رہے اور تیسری یہ کہ بھینس کا دودھ بھی ہر موسم میں پینے کے لئے ملتا رہے اور مکھن گھی کی قلت نہ رہے۔

تینوں شرطیں منظور

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا غلام محمد تمہاری تینوں شرطیں منظور ہیں، بالکل اسی طرح ہوا۔ آپ نے جس کے لئے دعا فرمائی منظور ہوئی، سواری کے لئے ہمیشہ اچھا گھوڑا آپ کے پاس رہا، بھینس بھی ہر موسم میں آپ کے ہاں رہیں اور کبھی مکھن، دودھ اور گھی کی قلت نہ ہوئی۔

گفتہ اول گفت اللہ بود

آپ کی زبان مبارک میں زبردست تاثیر تھی جو بھی فرماتے وہی ہو کے رہتا بستی بخت اور میں تو مسلمانوں کے دس بارہ گھر ہیں ان کے باپ دادا کو حضرت فقیر غلام محمد صاحب نے مسلمان کیا تھا انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اگر آپ ہمیں بستی بخت اور میں رہنے کے لئے جگہ دلوا دیں تو ہم وہاں آباد ہونے کے لئے حاضر ہو جائیں کیونکہ یہاں ہماری جگہ تنگ ہے اور پھر آپ کی زیارت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے شفقت کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں وہاں کے زمینداروں سے رہنے کی جگہ لیکر دوں گا اور تمہارا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔ چنانچہ وہ لوگ بستی بخت اور منتقل ہو گئے چونکہ یہ لوگ نماز روزے اور شرعی احکام سے عموماً آزاد اور بے خبر

ہرتے ہیں اس لئے ان کے آنے پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت غلام حیدر
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ آپ نے یہ کیا مصیبت ہمارے گلے میں ڈال دی ہے
ان لوگوں کو حرام حلال کی تمیز نہیں ہوتی، ناز و زے کی خبر نہیں اور کلمہ تک
سیدھا نہیں آتا اب اگر یہ کلمہ بھی نہ پڑھیں تو پھر ان کے جنازے ہم کس
طرح پڑھائیں۔

کلمہ یاد پڑھایا یا ہو

یہ سن کر حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جلال طاری ہو گیا اور فرمانے لگے
بھائی غلام حیدر ان کو ہم نے وہ کلمہ پڑھایا ہے کہ ان کی قبر بھی کلمہ پڑھتی رہے گی
یہ کوئی دور کی بات نہیں بستی بخت اور کے لوگ شاہد ہیں کہ یہ نو مسلم جو ناز
وزے کا خیال نہیں کرتے جب ان کے خاتمے کا وقت آتا ہے تو فقیر صاحب
کے خاندان اور بستی بخت اور کے لوگوں کو بلا کر بلند آواز سے کلمے کا ورد
کر کے کہتے ہیں ہمارے کلمے کے شاہد رہنا۔ آپ کی دعا کی برکت آج تک
ان لوگوں کا یہی حال ہے کہ مرتے وقت یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہوئے اس
جہان سے رخصت ہوتے ہیں۔

قلندر سے ملاقات

آپ کو چونکہ بھینسوں کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا اس لئے ان کا کافی
خیال رکھتے تھے۔ گرمیوں کے موسم میں بستی بخت اور سے دو تین میل شمال
مغرب کی طرف ایک گاؤں بندو میں عقیدتمندوں کے پاس چند دن
قیام فرماتے اور بھینسیں دریائی علاقے میں چرنے کے لئے بھیج دیتے۔

دوپہر کے وقت آپ درختوں کے گھنے سائے میں آرام فرماتے عقیدتمندوں کا ہجوم ہوتا اور ایک روحانی رونق قائم رہتی۔ دوپہر کا وقت تھا آپ خوب آرام میں تھے عقیدت مندوں کو یہ دیکھ کر سخت حیرانی ہوئی کہ آپ اچانک بیدار ہوئے اور نئے پاؤں جنوب کی طرف دوڑنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درویش مگر صاحب جلال بناراضگی کے عالم میں معلوم ہوتے تھے فقیر صاحب کو دیکھ کر ٹھہراتے ہیں۔ آپ انہیں بڑی کوشش سے واپس لانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ بار بار کہتے ہیں اب مجھے کچھ نہ کہیں۔ مجھے بس جانے دیں میں واپس نہیں جاؤنگا آپ مجھے زیادہ مجبور نہ کریں۔ حضرت فقیر صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی خاطر دوڑ کر آیا ہوں۔ یہ لوگ بے چارے جاہل ہیں انہیں کیا معلوم آپ کون ہیں۔ ان کی گستاخی سے میں معذرت کرتا ہوں۔ آخر وہ بزرگ فقیر صاحب کے ساتھ واپس چل پڑے۔ آپ انہیں ڈیرے پر لائے کھانا تیار کرایا اور کھانا کھلا کر رخصت کیا اور کچھ آگے پہنچانے کے لئے بھی ساتھ گئے۔ واپس تشریف لائے تو لوگوں سے فرمانے لگے خدا کا شکر کرو کہ آج تمہارا شہر بچ گیا ہے یہ صاحب جلال بزرگ قلندر تھے اور سخت ناراضگی میں تھے قریب تھا کہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے اصل واقعہ یہ ہوا کہ وہ بزرگ گاؤں سے گزرے تو کھانا طلب کیا ان کی ظاہری شکل و صورت سے لوگوں کو اندازہ نہ ہو سکا لوگوں نے سمجھا کوئی پیشینہ درگاہ ہے پھر انہوں نے پانی مانگا تو بھی کسی نے نہ پلا یا۔ اس پر وہ ناراض ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور یہ سب آپ کی مہربانی ہے ورنہ ہم غریب تو مارے جاتے۔ آپ نے فرمایا ظاہری پھٹے پرانے لباس والوں کو حقیقت خیال نہ کیا کرو۔ ایسی گودریوں میں کئی عمل چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

توجہ دانی کہ دریں گرو سوارے باشد

روایت ہے کہ حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو والدِ گرامی حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کل نوبتک کے قریب جرنیلی نیک کے راستے انگریز فوج کے دستے گزریں گے ان کے آخر میں سامان سے لدے ہوئے اونٹ کا شتر بان صاحب کمال درویش اور ولی کابل ہوگا ان کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کرو اپنے لئے دعا طلب کرو اور باطنی فیض کے لئے التماس کرو میں تو گنہگار ہوں ہو سکتا ہے ان کی توجہ سے تمہیں کمال حاصل ہو جائے۔

والدِ گرامی کے فرمان کے مطابق دوسرے دن صبح سویرے آپ نوبتک کے قریب جرنیلی سڑک پر جا پہنچے اور انتظار کرنے لگے۔ دوپہر کے بعد فوجی دستے گزرنے لگے۔ دن غروب ہونے کے قریب تھا کہ سب سے آخر میں سامان سے لدے ہوئے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے وہ مرد درویش سامنے سے گزرنے لگا۔ حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ جذبہ شوق سے ان کی قدم بوسی کے لئے آگے ہوئے۔

ولی را ولی شناسد

اس مرد درویش نے دُور سے فرمایا آپ کے والد ماجد نے آپ کو میری طرف بھیجا ہے انہیں سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ خود کو چھپاتے ہو اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہو۔ پھر تاکید فرمائی کہ والد صاحب کی خدمت میں تمہیں سب کچھ ملے گا۔ جو نعمت ہمارے پاس ہے یہ بھی وہاں سے

مل سکتی ہے۔ اگر حصولِ مراد چاہتے ہو تو ان کی خدمت کرو۔

بستی چوہان کا سفر

بستی بختاورد سے چار میل شمال میں بستی چوہان کے لوگ حضرت فقیر صاحب کے خاص نیاز مند تھے۔ ملک موسیٰ چوہان اور اس کا سارا خاندان صرف عقیدت مند ہی نہیں بلکہ مریدین تھے۔ بستی چوہان والوں کو یہ سعادت حاصل تھی کہ فقیر صاحب نے انہیں بیعت فرمایا تھا حالانکہ آپ بہت کم ہی کسی کو بیعت فرماتے تھے۔ حضرت فقیر صاحب کی اسی شفقت کا اثر ہے کہ آج تک یہ خاندان بدستور حضرت فقیر صاحب کا سچا اور مخلص عقیدت مند چلا آ رہا ہے اور آپ کی دعا سے اس گئے گزرے دور میں یہ لوگ دنیا کے ساتھ دین کے معاملے میں بھی اچھی بھلی رغبت رکھتے ہیں۔ نماز روزے کا خیال رکھتے ہیں بچوں کو قرآن مجید بڑے شوق سے پڑھاتے ہیں اور مسجد کی آبادی اور رونق کو برقرار رکھتے ہیں۔ حضرت فقیر صاحب گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کو لے جانے والا عقیدت مند بیل پر سوار تھا۔ بستی سوڑکپ سے آگے نکلے تو اچانک بیل نے سبقت کی اور گھوڑے کے قریب ہوا تو گھوڑا زور سے اچھل پڑا۔

اکم ذات کا ورد

جوں ہی گھوڑا اچھلا حضرت فقیر صاحب نے ایک ہی مرتبہ جذبے سے فرمایا اللہ بس یہ کہنا تھا کہ راستے کے دونوں طرف سرکنڈوں اور درختوں کو آگ لگ گئی اور کافی سارے فاصلے تک آگ دکھائی دینے

لگی قریب تھا کہ خادم بیہوش ہو جاتا مگر آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا مطمئن رہو تمہیں آگ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ پھر آپ نے تین چار مرتبہ فرمایا فضل فرما، فضل فرما، فضل فرما تو یکدم آگ بجھ گئی۔ بستی جو ہان کے قریب پہنچے تو خادم سے فرمایا تم اس بیل سے اتارنے میں جلدی نہ کرنا۔ پہلے چھری منگوا لینا اس کی گردن پر رکھنا اور اسے نہایت جلدی سے ذبح کرنا۔ کیونکہ اسم ذات کی ضرب سے اس کا دل اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔

حضرت فقیر صاحب کا مقام

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج پر توجید کا بڑا غلبہ تھا۔ توجید کے انوار و تجلیات نے مزاج میں بے حد استقامت، سختگی اور تمکنت پیدا کر دی تھی۔ آپ جمال ذات کے پروانے تھے اور ہر منظر میں حسن ازل کی جھلک پر نگاہ رکھتے تھے۔

ہمارے بزرگوں سے روایت ہے کہ عالم رویا میں دیکھا گیا حضور سرور کونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے ارد گرد بہت سے درویش بزرگ ہیں جو آپ کے چہرہ انور پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔

تعجب خیز امر یہ ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس فقیر غلام محج کی طرف مسلسل متوجہ رہتی ہے۔ بزرگ درویشوں کو اس امر سے تعجب ہونے لگا تو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب میری طرف دیکھ رہے ہو اور میں اس درویش کی

طرف دیکھ رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجھے جمالِ ذات کا آئینہ سمجھ کر دیکھ رہا ہے جبکہ تم عشق و محبت کے غلبے کی بنا پر مجھے حقیقی مقصود سمجھ رہے ہو۔

ہم بھی آلِ رسول ہیں

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سرحد کے علاقہ دامان میں عقیدتمندوں کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں خانیں شریف علاقہ پر دیہ سے گزرے تو حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک مجذوب بزرگ تھے ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ آپ بغیر ملنے کے قریب ہی سے گزر گئے۔ آپ کے خادموں میں سے کسی نے کہہ دیا کیا اچھا ہوتا اگر شاہ صاحب کے ملاقات بھی ہو جاتی کیونکہ وہ آلِ رسول ہیں۔ یہ سن کر حضرت فقیر صاحب نے قدرے جلالی انداز میں فرمایا ہم بھی آلِ رسول ہیں۔ آل کا لفظ قرآن و حدیث اور لغت کی روشنی میں فرماں برداروں اور اطاعت کرنے والوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت فقیر صاحب سنتِ رسول کے پابند تھے اس لئے اظہارِ نعمت کے طور پر اس طرح فرمادیا کہ الحمد للہ شرفِ اتباع کی وجہ سے ہمیں بھی یہ سعادت حاصل ہے۔

ہمارے بزرگوں سے روایت ہے کہ آپ نے لوگوں کو تو ملاقات نہ کرنے کی وجہ نہ بتائی مگر کسی اور موقع پر فرمایا کہ شاہ صاحب قبلہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ روحانی ملاقات میں مصروف تھے اس لئے انہیں ملنا مناسب نہ تھا۔

سفرِ آخرت

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ خلیقِ خدا کو فیضیاب کیا۔ فقر و ولایت کے انوار سے لوگوں کے دلوں کو منور کیا اور اپنے کردار کی عظمت سے فقر و درویشی کی روایات کو پاپیہ تصدیق تک پہنچایا۔ آپ کے سن وصال کے بارے میں کوئی حتمی اور یقینی رائے تو پیش نہیں کی جاسکتی ناندانی روایات اور حالات و واقعات کے تاریخی قرائن سے غالب اندازہ یہ ہے کہ آپ نے تیرھویں صدی ہجری کے آخری عشرے میں انتقال فرمایا۔ یہ سفر کا مہینہ تھا اور چاند کی چھتیا یخ تھی۔ ہر سال چھ سفر کو دربار فقیر صاحب پر باقاعدگی سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں علاقے سے کافی عقیدتمند حاضر ہوتے ہیں۔ وعظ اور نعت کی محفل بھی منعقد کی جاتی ہے اور تبرک بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت فقیر مہاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔

- ۱۔ فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۲۔ فقیر غلام بسد لیق رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۳۔ فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ۔



حضرت فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

بڑی کوشش کے باوجود آپ کے تفصیلی حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے اس قدر نچتہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ آپ علم جفر، عملیات اور تعویذات میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ مشہور ہے کہ پرندہ کتنی بلندی پر اڑ رہا ہوتا اور آپ تعویذ لکھ کر انگلیوں میں دباتے تو پرندہ فوراً زمین پر گر جاتا۔ آپ اپنے متعلقین کے پاس دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے۔ حاجتمندوں کا ہجوم ہوتا اور آپ کافی دن سفر میں گزار کر واپس تشریف لاتے۔ آپ کے سن وصال کا تعین تو نہیں ہو سکا۔ البتہ اس قدر نچتہ روایت سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ستائیس رمضان المبارک کو وصال فرمایا۔ آپ کے دو فرزند ہوئے۔ فقیر حاجی قادر بخش مرحوم اور فقیر اللہ دتہ مرحوم۔

حضرت فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کی روایات کے پابند، دانا، مستقل مزاج اور نچتہ طبیعت کے مالک تھے۔ دربار فقیر صاحب پر آپ نے مستقل سکونت اختیار کی اور زائرین کا ہر طرح خیال رکھنے لگے۔ آپ نے اس زمانے دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی جب حج کا سفر بہت مشکل ہوا کرتا تھا۔ نماز تہجد کے بعد ذکر چہر اور مناجات آپ کا معمول رہا۔ عموماً ذکر و فکر میں رہا کرتے۔ آپ کی صحت بڑی اچھی رہی۔ آخری عمر تک گھوڑے کی سواری کرتے رہے۔ آپ نے کافی طویل عمر پائی۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا

مزار دربار شریف کی مسجد سے متصل جنوب میں واقع ہے۔

فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند فقیر محمد بخش صاحب اور فقیر غلام حیدر صاحب اور تین پوتے فقیر کریم بخش، فقیر حسین بخش اور فقیر غلام حسن دربار فقیر صاحب پر تقیم ہیں۔ فقیر محمد بخش صاحب اور فقیر غلام حیدر صاحب دونوں بڑے خوش اخلاق اور زندہ دل انسان ہیں۔ دربار شریف پر آنے والے زائرین کا خیال رکھتے ہیں مسجد میں پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے سلسلے میں فقیر محمد بخش صاحب خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کی درویشی اور فقر کی روایات کا خیال رکھتے ہیں۔ بڑی سادہ اور خوش مزاج طبیعت رکھتے ہیں۔ آپ کے ایک فرزند فقیر نور محمد اور ایک پوتے فقیر احمد نواز حافظ قرآن ہیں فقیر غلام حسن کے ایک فرزند محمد رمضان حافظ قرآن ہیں فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند فقیر غلام احمد جو بستی بختاورد رہتے ہیں بڑے درویش اور عبادت گزار ہیں فی سبیل اللہ قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ ان کے ایک فرزند مولوی شمس الدین مرحوم حافظ قرآن اور مدرسہ انوار العلوم ملتان سے فارغ التحصیل تھے ان کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا فقیر حاجی قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند فقیر اللہ بخش بستی بختاورد رہتے ہیں۔ اور بستی فتح ممب میں امامت کرتے ہیں ان کے ایک فرزند فقیر غلام محمد حافظ قرآن ہیں تنظیم المدارس سے سند یافتہ ہیں اور ہائی سکول میں عربی پڑھ رہے ہیں۔ فقیر اللہ دتہ مرحوم کی اولاد سے فقیر اللہ بخش ریٹائرڈ سکول پھر میں مسجد میں نماز باجماعت کی پابندی کرتے ہیں اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ رکھتے ہیں ان کے فرزند فقیر نور احمد تنظیم المدارس سے سند یافتہ ہیں اور ہائی سکول میں پڑھ رہے ہیں فقیر اللہ دتہ مرحوم کے ایک فرزند فقیر محمد عظیم

امام اور خطیب ہیں جبکہ فقیر اللہ دتہ مرحوم کے تین پوتوں میں فقیر غلام محمد حافظ قرآن ہیں جو تنظیم المدارس سے سند یافتہ ہیں اور ہائی سکول میں عربی پڑھ رہے ہیں۔ فقیر غلام جیدر امام اور خطیب ہیں اور حضرت مولانا فقیر کریم بخش عالم دین ہیں جن کے تفصیلی حالات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ کریم بخش مدظلہ

حضرت مولانا حافظ کریم بخش مدظلہ ولد فقیر نور محمد مرحوم ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر حاصل کی اور حفظ قرآن و دینی تعلیم کے لئے علاقائی درسگاہوں میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ قرآن مجید حفظ کرنے اور ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ نے جامعہ محمودیہ پپلاں ضلع میانوالی میں داخلہ لیا آپ نے اساتذہ العلماء حضرت مولانا فیض احمد حضرت مولانا سید احمد اور مفتی محمد حسین شوق مرحوم سے علمی استفادہ کیا اور بڑی محنت اور جانفشانی سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ علوم و فنون کی انتہائی کتابیں بھی آپ نے مدرسہ محمودیہ پپلاں میں پڑھیں۔ آپ نے دورہ حدیث کے اسباق کے لئے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۷ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا کریم بخش نے اپنے اخلاق و عادات اور تعلیمی دلچسپی سے اپنے اساتذہ کو متاثر کیا اور ان کے علوم و فنون سے خوب فائدہ حاصل کیا۔

ندری سی خدمات

حضرت مولانا کریم بخش فانیہ التحصیل ہونے کے بعد اساتذہ کے مشورہ

سے مدرسہ محمودیہ پبلاں میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔
 کچھ عرصہ یہاں پڑھانے کے بعد آپ حیدرآباد سندھ مدرسہ احسن البرکات
 میں مدرس مقرر کئے گئے چنانچہ آپ نے دینی خدمات کی خاطر طویل سفر برداشت
 کیا اور حیدرآباد سندھ پہنچ گئے۔ حیدرآباد سندھ میں آپ نے بڑی محنت
 سے تدریسی ذمہ داری سنبھالی اور شب و روز درسِ نظامی پڑھانے میں
 مصروف رہنے لگے۔ اس عرصہ میں مدرسہ رکن الاسلام حیدرآباد کی انتظامیہ
 آپ کو اپنے ہاں تدریس کی پیشکش کرنے لگی چنانچہ آپ مدرسہ رکن الاسلام
 میں تدریسی خدمات انجام دینے پر آمادہ ہو گئے۔

آپ نے مدرسہ رکن الاسلام میں سات سال تک تدریسی ذمہ داری
 سنبھالی ساتھ ساتھ خطابت و امامت اور رمضان شریف میں قرآن مجید
 سنانے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ نے ۱۹۶۶ء میں حیدرآباد سندھ ہی میں
 فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔ حضرت مولانا کریم بخش کے دوران تدریس
 اپنے خاندان اور علاقے کے کئی طلباء نے وہاں پر علم حاصل کرنا شروع کیا۔
 بعض نے فارغ التحصیل ہو کر وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی اور بعض نے
 امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ گویا آپ کی وجہ سے خاندان اور
 علاقے کے بہت سے افراد کو علم حاصل کرنے اور دینی خدمات سرانجام
 دینے کا موقع مل گیا۔

فرضیہ حج کی ادائیگی اور دینی مدرسہ کا قیام

۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا کریم بخش نے حیدرآباد سندھ ہی سے حجاز
 مقدس کا سفر اختیار کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل

کی مدینہ منورہ میں حرم نبوی کے قریب مدرتہ العلوم لشرعیہ کی نسبت سے آپ کو اسی نام سے مستقل دینی ادارہ قائم کرنے کی آرزو ہوئی اور آپ نے وہاں دیارِ حبیب میں پختہ عزم کر لیا کہ وطن عزیز کی سر زمین پر دینی ادارہ قائم کیا جائے۔ آپ سفر مقدس سے واپس آئے تو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کر دی۔

مدرتہ العلوم الشرعیہ جامعہ غوثیہ مہربہ

آپ نے حیدرآباد کے اجباب سے مدرسہ کے متعلق ذکر کیا اور وطن عزیز میں اس کے قیام کا مشورہ لیا۔ مولانا کے حلقہ اجتہاد میں مجتہد حضرات نے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا اور بڑے اطمینان سے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگے۔ علاقے میں قصبہ بہل کو جہاں ریلوے اسٹیشن ہائی سکول اور بڑا ہسپتال قائم ہے نیز کچھ اور تھل کے علاقے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے بھکر، کرڈ اور کچے کے دیہات سے روڈ کے ذریعے ملا ہوا ہے آپ نے مدرسہ کے قیام کے لئے منتخب کیا۔ بہل قصبہ کے مغربی کنارے چاہ اریاں والا پرفیقر عبدالرحیم صاحب ساکن بستی بختاورد کی کوشش اور تعاون سے آپ نے رقبہ حاصل کیا اور فوری تعمیر شروع کر دی۔ ۱۹۷۱ء میں تعلیم کا افتتاح ہوا اور مدرسہ کی عمارت مکمل کر لی گئی۔ طالب علموں کی رہائش، خوراک اور دیگر ضروریات کا مناسب انتظام کیا گیا اور آپ نے تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ حفظ قرآن کا شعبہ بھی قائم کیا گیا اور تدریسی خدمات کے لئے ایک دو مدرسے مقرر کئے گئے۔ مدرسہ کے قیام کے پہلے چند سالوں میں تو کتابیں پڑھنے والے طالب علموں کا خاصا ہجوم رہا۔ چنانچہ آپ نے ایک دو مرتبہ اس مدرسے

میں دورہ حدیث بھی پڑھایا۔ آپ کے مدرسے سے فارغ التحصیل علما مختلف علاقوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں حضرت مولانا کریم بخش تدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کا نظم و نسق اور حساب کتاب بھی سنبھالتے ہیں بلکہ امور عامہ کی ذمہ داری بھی خود ادا کرتے ہیں۔

آپ کافی عرصہ سے درس قرآن و درس حدیث دیتے چلے آئے ہیں ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ کا ایک اچھا بھلا کتب خانہ ہے جس میں مذہبی کتابوں کا خاطر خواہ ذخیرہ ہے۔ آپ چونکہ پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت قبلہ سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت رکھتے ہیں اس لئے درس گاہ کا نام مدرسۃ العلوم الشرعیۃ جامعہ غوثیہ مہریہ تجویز کیا۔

جامع مسجد کی تعمیر

مدرسہ کی تعمیر کے بعد آپ نے بس اڈا بہل پر رقبہ خرید کر کے بڑی وسیع جامع مسجد تعمیر کرائی جو سڑک سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر مغربی جانب واقع ہے۔ مولانا نے وہاں اپنی اور طلباء کی رہائش کے کچھ مکانات بھی تعمیر کرائے ہیں آپ اسی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت مولانا کریم بخش نے قصبہ بہل میں دینی ادارہ اور جامع مسجد تعمیر کر کے مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے اور اپنی دینی و مذہبی وابستگی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ آپ کو یہاں ادارہ قائم کرنے میں کئی مشکلات پیش آئیں مگر آپ نے بڑے عزم و ہمت سے کام لیا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا کر دم لیا۔

حضرت فقیر غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ بہت مسکین اور سادہ طبیعت تھے ہمارے خاندان میں سب سے پہلے باقاعدگی سے کھیتی باڑی کا کام انہوں نے شروع کیا۔ آپ کے فرزندوں میں فقیر غلام محمد مرحوم اور فقیر اللہ بخش مرحوم دونوں حافظ قرآن تھے فقیر اللہ بخش مرحوم بڑے درویش اور مسکین آدمی تھے۔ ساری عمر قرآن مجید پڑھاتے رہے اور بہت سے حافظ قرآن پیدا کئے فقیر غلام محمد مرحوم کے فرزند فقیر غلام صدیق حافظ قرآن ہیں اور ریٹائرڈ سکول ٹیچر ہیں۔ حضرت فقیر غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند فقیر یار محمد مرحوم کے پوتے فقیر محمد اقبال ولد غلام احمد فقیر حافظ قرآن ہیں تنظیم المدارس سے سند یافتہ ہیں۔ مدرسہ انوار العلوم سے تجویذ قرأت کی سند رکھتے ہیں اور اس وقت مدرسہ رحمت العلوم ملتان میں معاون مدرس اور ناظم ہیں۔ حافظ محمد اقبال کے چھوٹے بھائی فقیر اشفاق احمد حافظ قرآن ہیں اور جامع مسجد بستی بخٹاور میں امام ہیں۔

حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں کشف و کرامات اور دعا کی مقبولیت کے بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ پر اپنے والد ماجد حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپ کی زبان میں انتہائی درجے کی تاثیر تھی۔ آپ اکثر اوقات سر جھکائے ہوئے مراقبے کی حالت میں بیٹھے رہتے تھے۔

چہرہ مبارک نورانی، بارعب اور پرکشش تھا شفقت کے ساتھ طبیعت میں جلال بھی تھا۔ آپ نے نوے سال کی طویل عمر پائی اور اپنے کشف و کرامات اور دعاؤں کی تاثیر سے ایک وسیع حلقہ ارادت پیدا کیا۔ دم، دعا اور تعویذات کے خواہش مندوں کا ایک ہجوم آپ کے پاس رہتا۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں فنا تھے اور ہر وقت ان کی طرف منوجہ رہتے۔ قرآن مجید کی تلاوت بڑے شوق اور باقاعدگی سے فرماتے۔ آخری عمر میں تو بہت زیادہ تلاوت کرتے اور عموماً تیسرے دن ختم قرآن فرماتے۔

اب بھی علاقے میں بہت سے لوگ آپ کی چشم دید کرامات اور واقعات کے شاہد ہیں۔ عقیدت مندوں اور مریدوں کے پاس تشریف بھی لے جاتے اور جہاں ہوتے وہاں حاجتمندوں کا اچھا بھلا اجتماع ہو جاتا۔

باؤلے کا دم

یوں تو بہت لوگ باؤلے (کاٹے ہوئے) کو دم کرتے ہیں احتیاط بتاتے ہیں اور کئی دنوں تک ان کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا ہے چنانچہ بعض لوگوں کو آرام آجاتا ہے۔ مگر اس طرح کا دم کرنا بہت کم ہی دیکھنے میں آیا ہو گا کہ کاٹے ہوئے کورسیوں سے باندھ کر لایا جائے اس کا رنگ نیلا ہو جائے وہ کاٹنے کے لئے زور لگا رہا ہو اور پھر کوئی عامل مقوڑی دیر ہی میں اُسے درست کر دے۔ حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ وہ مردِ کامل تھے جو ایسے حالات میں لائے ہوئے باؤلے کو بڑی ہمت اور جرات سے دم فرماتے اس کی رسیاں کھلوا دیتے اور مقوڑی ہی دیر میں وہ تندرست ہو جاتا۔

لوب محفوظ است پیش اولیاء

ہمارے گھر کے ساتھ دیوار بردیوار آپکی رہائش تھی۔ ہماری دادی مرحومہ کے ہاں اولاد نہ تھی۔ ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا، تم جو فقیر بنے بیٹھے ہو اور تمہاری اس بیٹی کی اولاد نہیں دعا کیوں نہیں کرتے۔ فرمانے لگے دعا کروں گا مگر ذنبہ لوں گا۔ ہماری دادی مرحومہ نے کہا ہم آپ کی خدمت میں ذنبہ پیش کریں گے آپ دعا کریں۔ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر والا لڑکا عطا کرے گا اور یاد رکھنا بائیں جانب اس کی کمر پر سفید نشان بھی ہوگا۔ کوئی ذنبہ وغیرہ بھی نہیں لوں گا۔ اپنے بچوں سے بھی کچھ لیا جاتا ہے ویسے خوش طبعی کر رہا تھا۔

آپ کی دعا سے تقریباً ایک سال بعد راقم الحروف کے والد فقیر غلام رسول مرحوم پیدا ہوئے اور ان کی کمر پر بائیں جانب سفید نشان موجود تھا۔

دعا کرتے کرتے وجد میں آگے

قبلہ والد مرحوم کو تقریباً پچیس سال کی عمر میں صفر اور تلی کے بڑھ جانے کی شدید تکلیف ہو گئی۔ ہمارے دادا اچھی فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ خوشاب کے علاقے میں ایک حکیم سے دوا لینے کی خاطر والد صاحب مرحوم روانہ ہوئے۔ بہل اسپیشن تک تو آدمی ساتھ گیا اور گاڑی میں سوار کرایا مگر سفر میں اکیلے تھے۔ ہماری دادی مرحومہ بہت پریشان ہوئیں اور رات دن روتی رہیں۔ صبح سویرے فقیر غلام نبی صاحب کی خدمت

میں حاضر ہوئیں تو بے ساختہ رونے لگیں۔ فقیر صاحب نے فرمایا خیر ہے کیا ہو گیا ہے؟ فقیر صاحب کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا خیر کب ہے غلام رسول جو بیماری کی حالت میں اتنے لمبے سفر پر اکیلا چلا گیا ہے یہ بیماری تو رات دن روز ہی ہے دعا فرمائیں و دخریت سے واپس پہنچے فقیر صاحب دعا فرمانے لگے اور خود بھی رونے لگے پھر کھڑے ہو گئے، گلے میں کپڑا ڈال لیا اور دربار شریف کی طرف ہاتھ باندھ کر روتے ہوئے عرض کرنے لگے میرے دادا جی قبیلہ! میرے والد قبیلہ! ہماری امداد کرو میرا بچہ خیریت سے شفا یاب ہو کر گھر آئے۔ پھر فرمانے لگے مطمئن ہو جاؤ وہ سفر میں خیریت سے ہے شفا یاب ہو کر نو تک اتر کر پہلے دربار شریف پر جائے گا اور پھر یہاں ہمارے پاس خود چل کر خیریت سے پہنچے گا۔ بالکل اسی طرح ہوا والد صاحب مرحوم شفا یاب ہو کر آئے پہلے دربار شریف پر حاضری دی حضرت فقیر صاحب کے مزار پر چادر چڑھائی اور پھر چل کر گھر آ پہنچے۔

جذبہ فقر کا کلام نوشتہ تقدیر

بستی بخت اور سے دو تین میل شمال مغربی جانب ایک گاؤں بندو میں فقیر غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کافی عقیدت مند تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام بھی فرمایا۔ بندو کے ساتھ جنوب کی جانب محمد افضل خان نے کنواں کھدوانا چاہا اور اپنے بھتیجے اللہ بخش خان ڈھانڈلہ کو اس کام کی نگرانی کا حکم دیا۔

آپ کے عقیدت مندوں نے عرض کیا کہ جناب یہ کنواں ہمارے گھروں کے قریب ہے یہاں ہر قسم کے لوگ آئیں گے اور ہمیں اس طرح تکلیف

ہوگی آپ ڈھانڈ لوں کو حکم دیں کہ یہاں کنواں نہ کھدو ایسے فقیر صاحب نے اللہ بخش خان کو پیغام بھیج لیا کہ یہاں کنواں تیار نہ کرو۔ جوانی اور دنیا کا نشہ تھا اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں چچا کے حکم کو کس طرح ٹال دوں۔ آپ نے پھر کہلا بھیجا بہتر ہے یہاں کنواں نہ کھدو اور تمہارے چچا سے بھی میں بات کر لوں گا۔

اللہ بخش خان نے کہلا بھیجا فقیر صاحب آپ بادشاہ آدمی ہیں میں اتنی دیر کنواں کس طرح روکے رکھوں کتنے آدمی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ بس اس کے جواب کا پہنچنا تھا کہ آپ پر جلال طاری ہو گیا فرمانے لگے اس کو جا کر کہدو۔ تم کنواں مکمل کرو اس کنوئیں میں خنزیر آکر گریں گے اور یہ کبھی آباد نہ ہوگا تم بھی یاد رکھو کہ جس طرح دنیا میں اکیلے آئے ہو اسی طرح جاؤ گے اگر تمہاری اولاد زینہ ہو جائے یا یہ کنواں آباد ہو جائے تو پھر مجھے غلام نبی نہ کہنا۔

حضرت فقیر صاحب نے جس طرح فرمایا اسی طرح ہوا، کنواں تیار ہوا جنگل میں خنزیر کا شکار کیا جا رہا تھا تمام لوگ حیران تھے کہ خنزیر آبادی کا رخ کئے ہوئے بھاگ رہے تھے اور آتے آتے سیدھے اسی کنوئیں میں آگرتے تھے۔ ایک شور مچا ہو گیا۔ کنوئیں کے قریب بھی کوئی آدمی نہ آتا تھا اور بڑی بڑی طرح کنواں برباد ہو گیا۔ اللہ بخش خان نے دو شادیاں کیں، دو اعلان کئے، تعویذ لئے دم کرائے مگر اولاد زینہ سے محروم رہے۔

بہاول خان ڈھانڈلہ پر عتاب

ہمارے بزرگوں میں فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ دنیا داروں کو کبھی کبھی جھوٹ کر درست کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بہاول خان ڈھانڈلہ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا نذرانہ جلدی بھجوادو مجھے دوائی خریدنا ہے۔ بہاول خان نے

نال مٹول سے کام لیا۔ خادم واپس آیا۔ حال سن کر فرمانے لگے انشاء اللہ کل مجبور ہو کر آئے گا اور دو گنا نذرانہ پیش کر کے معافی بھی طلب کرے گا۔ بالکل اسی طرح ہوا۔ بہاول خان اپنے کنویں پر جا رہے تھے کہ ایک باؤ لاکتا قریب سے آگزا جس سے ان کو کچھ اثر محسوس ہوا۔ فوراً بستی بختا ور مہینچے فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے دیکھا تو فرمایا۔ اب درست ہوا ہے کہ نہیں آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ بہاول خان نے نذرانہ پیش کیا۔ دم کرایا معذرت طلب کی اور واپس ہوئے۔

حضرت فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ نے نوے سال کی عمر میں بائیس صفر ۱۳۵۸ء کو اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ بستی بختا ور میں آپ کے نوے فقیر محمد بخش ولد فقیر یار محمد مرحوم ہر سال آپ کا عرس مناتے ہیں ختم شریف ہوتا ہے اور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔

فقیر غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ فقیر غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ۔

فقیر غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ

فقیر غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ فقیر غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے زبان میں اچھی تاثیر تھی۔ کسی سے بات منوانا ہوتی تو منوا لیتے۔ گفتگو کا طریقہ بڑا نرم، مؤثر اور پرکشش ہوتا۔ دوسرے اور دو ظائف کے ساتھ ساتھ قصیدہ غوثیہ کو بڑی توجہ سے پڑھا کرتے۔ ایک مرتبہ چھت پر بیٹھے قصیدہ غوثیہ پڑھ رہے تھے سامنے آپ کے چچا فقیر غلام صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ایک بڑا مرغنا اذان دے رہا تھا۔ فقیر غلام احمد نے دیکھا تو فرمایا اے مرغے کاش

آج تمہارا گوشت کھاتے فقیر غلام صدیق صاحب نے فرمایا یہ تمہارے لئے نہیں
 کھڑا اس کا خیال چھوڑ دو۔ فقیر غلام احمد صاحب نے تین مرتبہ قصیدہ غوثیہ کا
 یہ مصرع پڑھا۔ سَقَانِي الْحَبَّ كَأَسَاتِ الْوِصَالِ۔ اور ساتھ فرمایا
 مرجاؤ اے مرغے پہلی اور دوسری مرتبہ مرغالڑ کھڑانے لگا اور تیسری مرتبہ تڑپ
 کو زمین پر گر پڑا۔ فقیر غلام صدیق صاحب نے فوراً اذبح کیا اور اٹھا کر انکی طرف
 چھت پر پھینک کر فرمانے لگے۔ ”او خدا کی بلا مرغا کھاؤ اور ہماری جان چھوڑو۔“
 فقیر غلام احمد صاحب کے تین فرزند ہوئے فقیر سلطان محمود، فقیر
 غلام قاسم مرحوم اور فقیر غلام رسول۔ فقیر سلطان محمود جھوک فقیر عطا محمد پر
 امام ہیں۔ دربار گولڑہ شریف سے بہت عقیدت رکھتے ہیں اور تلامذہ قرآن
 میں کثرت سے مصروف رہتے ہیں۔ فقیر غلام رسول ڈگر شاہی تھل میں امامت
 کرتے ہیں اور قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ فقیر غلام قاسم مرحوم کے ایک ہی
 فرزند فقیر محمد نواز ہیں جو بستی کھیوا میں امامت کرتے ہیں ان کا ایک
 فرزند فقیر احمد نواز حافظ قرآن ہے۔

فقیر محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

فقیر محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فقیر غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند
 تھے اپنے والد ماجد سے دم اور تعویذات کی اجازت رکھتے تھے۔ ان کے
 پاس کافی لوگ دم کرانے اور تعویذ لینے کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ مریدوں
 کے پاس بھی جایا کرتے تھے اور اپنے والد ماجد کا عرس باوت عدگی
 سے کیا کرتے تھے۔

ان کی اولاد نہ تھی اس لئے طبیعت میں غمگینی اور اداسی کی کیفیت

دیکھی جاتی۔ چھوٹے بچوں سے بڑا پیار کرتے اور بڑی شفقت فرماتے۔
 اچھا لباس پہنتے اور گھوڑے پر سواری کرتے۔ راقم الحروف کے ساتھ
 بہت شفقت فرماتے میں سکول کی دوسری جماعت پڑھتا تھا مجھ سے
 بار بار یہ کہانی سنتے، دعائیں دیتے اور انکی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ فرماتے
 ہاں بیٹا ذرا وہ کہانی تو سنا دو۔

وہ کہانی یہ تھی کہ ایک بادشاہ نے ایک بوڑھے مالی کو دیکھا کہ پودا لگا
 رہا تھا تو کہا کہ بڑے میاں تمہاری عمر بہت زیادہ ہے تم تو اس درخت کا پھل
 نہ کھا سکر گے۔ مالی نے جواب دیا بادشاہ سلامت پہلے لوگوں نے درخت
 لگائے اور چل دیتے ہم ان کا پھل کھا رہے ہیں ہم درخت لگا کر چلے جائیں گے
 تو آنے والے لوگ ان کا پھل کھاتے رہیں گے۔ فقیر محمد بخش صاحب کا مزار
 اپنے والد ماجد کے ساتھ دربار فقیر صاحب پر ایک چار دیواری میں ہے۔

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے
 چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کے مزاج پر ابتدا ہی سے فقر و مسکنت
 اور درویشی کا غلبہ تھا۔ والد ماجد کی تربیت نے سونے پر سہلگے کا کام کیا اور
 آپ عجز و نیاز، انکساری اور تواضع کا مجسمہ بن گئے۔ آپ نے ساری زندگی
 زیادہ تر وقت مسجد میں گزارا۔ خاص طور پر والد ماجد کے بعد تو زہد و عبادت
 اور یادِ الہی میں بے حد مصروف رہتے۔

والد ماجد کی خدمت

حضرت فقیرمیاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس چھوٹے فرزند کو اپنی خدمت پر مقرر فرمایا۔ آپ نے جس جذبے اور محبت سے اپنے والد ماجد کی خدمت کی وہ قابل تحسین ہے۔ جب حضرت فقیرمیاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف ہو گئے تو خدمت کا کام اور زیادہ ہو گیا۔ والد ماجد کو آپ سے اتنا لگاؤ تھا کہ کسی خدمت اور ضرورت کے موقع پر آپ نہ ہوتے اور کوئی دوسرا خدمت گار خدمت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تو آپ اجازت نہ فرماتے بلکہ آپ کو بلوانے کا حکم دیتے آپ فوراً حاضر خدمت ہوتے اور خدمت سرانجام دیتے۔

منّت منہہ کہ خدمت سلطان ممیکنی

ایک مرتبہ فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خدمت کی ذمہ داری کے بارے میں کچھ فکر محسوس ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ خدا کرے اس مستقل ذمہ داری کے پورا ہونے میں کمی واقع نہ ہو ساتھ ہی یہ خیال بھی آگیا کہ اگر کوئی اور بھی معاون ہوتا تو شاید اچھا رہتا۔ بس اسقدر خیال آنا تھا کہ حضرت فقیرمیاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دل کے اس خیال پر واقف ہو گئے۔ آپ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

منّت منہہ کہ خدمت سلطان ممیکنی

منّت از دشنا کس بخدمت گزاشتت

بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ کرو بلکہ بادشاہ کا احسان سمجھو کہ

اس نے تمہیں خدمت کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہ سن کر فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر خیال سے معذرت کی اور خدمت کے نئے جذبے سے کمر بستہ ہو گئے روایت ہے کہ آپ اس وقت حضرت فقیر صاحب کو وضو کرا رہے تھے۔

مسجد میں قیام

وال ما جد کے وصال کے بعد حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ مسجد میں زیادہ تر قیام فرماتے۔ عشاء کے بعد کافی دیر سے گھبراتے پھر تہجد مسجد میں پڑھ کر نماز اشراق سے فارغ ہو کر آتے اسی طرح نماز پنجگانہ بھی مسجد میں باقاعدگی سے ادا فرماتے۔

ایک آزمائش

حضرت فقیر غلام حیدر بڑے خوبصورت تھے آپ کے سیاہ گھنگریالے بال تھے اور شکل و صورت میں بڑی جاذبیت اور کشش تھی۔ بستی بختاورد کی ایک ہندو عورت آپ پر عاشق ہو گئی۔ آپ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو وہ مسجد کے دروازے پر کھڑی رہتی۔ آپ اپنے شغل میں مصروف رہتے کافی وقت گزر جاتا مگر وہ عورت واپس جانے کا نام تک نہ لیتی جب آپ مسجد سے اٹھنے لگتے تو در کے مارے وہ عورت تیزی سے بھاگ جاتی ایک مرتبہ آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس سے پوچھو یہ کس وجہ سے مجھ پر عاشق ہے اور اسے میری کیا چیز پسند ہے۔ اس عورت نے کہا مجھے ان کے گھنگریالے سپید بالوں سے محبت ہے اور یہ مجھے بہت ہی پسند ہیں۔

آزمائش رفع ہوگئی

بزرگوں کا طریقہ اصلاح حسن اخلاق پر مبنی ہوتا ہے۔ اگرچہ آپ کو ہندو عورت کے اس رُیتے سے کوفت ہوئی اور طبیعت پر انقباض رہتا مگر اسے مجبور سمجھ کر صبر فرماتے۔ جب اس نے محبت کی وجہ بتائی کہ مجھے گھنگریالے سیہ بال پسند ہیں تو آپ نے اسی وقت حجام کو بلوایا اور سر کے بال متڈا کر ایک رومال میں باندھ کر خادم کو دیئے کہ جاؤ اس عورت سے کہو جس چیز سے تمہیں محبت ہے وہ میں نے تمہارے پاس بھیج دی اب آئندہ مجھے تنگ نہ کرنا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس عورت نے یہ خیال چھوڑ دیا پھر کبھی فقیر صاحب کے سامنے نہ ہوئی اور بطریق احسن یہ آزمائش رفع ہوگئی۔

ہر سال لیلة القدر سے مشرف

حضرت فقیر غلام جید رحمۃ اللہ علیہ ہر سال رمضان شریف میں لیلة القدر کی سعادت سے مشرف ہوتے اور آپ کے ساتھ قیام کرنے والے خادموں اور عقیدتمندوں کو بھی یہ مشرف حاصل ہو جاتا آپ سے روایت ہے کہ عموماً یہ فضیلت اکیس رمضان کو حاصل ہوا کرتی تھی۔

آپ کی اولاد کے لئے بشارت

ایک مرتبہ والد ماجد کی خدمت کے دوران آپ کو اپنی اولاد کی دنیا اور آخرت کے بارے میں کچھ تشویش ہوئی تو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے

دل کے خیال پر مطلع ہو کر بڑے جلالی انداز شفقیت میں فرمایا غلام حیدر تمہاری اولاد کو ہم نے اس مقام پر پہنچا دیا ہے جو بڑے صاحب کمال لوگوں کو بھی بہت مشکل سے نصیب ہوتا ہے۔

ایک مظلوم کی گزارش

بستی چوہان کا ملک حسو چوہان بچپن ہی میں یتیم ہو گیا تھا۔ اس کی وراثت کی جائیداد اور مال و متاع پر جھوک حافظ والی کے بختا ورنون نے قبضہ کر لیا تھا۔ حسو چوہان کی نانی فقیر صاحب کی عقیدت مند تھی۔ ایک مرتبہ وہ اپنے نواسے حسو چوہان کو بھی آپ کی خدمت میں لے آئی اور عرض کیا کہ یہ لڑکا یتیم ہے اس کی جائیداد پر بختا ورنون قابض ہو گیا ہے اور اس نے اس پر مقدمہ بھی کر دیا ہے۔ حالات ایسے ہیں کہ یہ غریب کامیاب ہونا نظر نہیں آتا۔ بختا ورنون نے علاقے کے زمینداروں اور لوگوں کو ساتھ ملا لیا ہے اور رقم بھی خرچ کر رہا ہے آپ مہربانی فرمائیں اور اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اس کو اپنا حق مل جائے۔

عجیب و غریب وظیفہ

قرآنی آیات اور اسمائے الہی تو خیر بطور وظیفہ پڑھے جاتے ہیں اور ان میں خاص اثرات بھی پائے جاتے ہیں مگر تعجب اس امر کا ہے کہ بعض مقبولان خدا کوئی ایسا کلمہ تلقین فرماتے ہیں جو ظاہری طور پر ورد وظیفہ نہیں ہوتا مگر ان کے فرمانے کی بنا پر اس میں زبردست تاثیر پائی جاتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ایسا کلمہ خلاف شریعت نہ ہو ورنہ اس کا پڑھنا ناجائز ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے کلمات سے کہ جو خلاف

شرع نہ ہوں دم کرنے کی اجازت فرمائی۔
 حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب فیصلے کی پیشی ہو اور
 یہ لڑکا بھگت جانے لگے تو عدالت تک راستے میں یہ پڑھتا جائے۔
 بھٹی بٹے بالنسربٹے بختا ورنون خالی وٹے
 یعنی بھٹی جلتی رہے اور ایندھن بھی جلتا رہے اور بختا ورنون خالی واپس آئے

مقدمہ خارج ہو گیا

جس دن مقدمے کے فیصلے کی پیشی تھی بختا ورنون بڑا خوش تھا کہ آج
 قانونی طور پر بھی مجھے جائیداد پر قبضے کا حق حاصل ہو جائے گا۔ اسے یہ معلوم
 نہیں تھا کہ اللہ والوں کی امداد اور اعانت کیا چیز ہوتی ہے۔
 ملک حسو چوہان نے فقیر صاحب کے تکلانے ہوئے وظیفے کو خوب یاد
 کیا ہوا تھا۔ گھر سے روانہ ہوا تو پڑھنا شروع کر دیا۔ فقیر صاحب کا یہ بھی فرمان
 تھا کہ اونچی آواز سے پڑھا جائے۔ راستے میں لوگ یہ وظیفہ سنتے تو حیران
 ہوتے بہر حال حسو چوہان یہ وظیفہ پڑھتے پڑھتے بھگتے جا پہنچا اور عدالت
 کے صحن میں بھی ایک دو مرتبہ اس وظیفے کو پڑھ ڈالا۔ عدالت میں بلوایا گیا تو
 دونوں فریق پیش ہوئے۔ حاکم نے فوری طور پر بختا ورنون کا مقدمہ خارج کر دیا اور
 لوگ حیران رہ گئے کہ ایک سیکس یتیم کس طرح کامیاب ہو گیا۔

خاندان اور عقیدتمندوں کی تربیت

چونکہ آپ کے بڑے بھائی حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ سے
 کافی عرصہ پہلے وصال فرما گئے تھے اس لئے اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ

عقیدہ مندوں اور متعلقین کی تربیت اور دیکھ بھال کی زبردست ذمہ داری آپ پر آگئی۔ آپ نے بڑے اچھے طریقے سے اپنے خاندان اور تعلق والوں کی تربیت فرمائی۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا تھا آپ نے خداداد صلاحیت اور استعداد کے ذریعے اسے پرکھ دیا اور خاندان والوں اور عقیدہ مندوں کو کمی محسوس نہ ہونے دی۔

مساجد کو آباد رکھنے کی تاکید

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے مساجد کو آباد رکھنے کے بارے میں تاکید فرمائی تھی۔ حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی مسجد کی آبادی اور رونق کے لئے وقف کر کے علی طور پر والد ماجد کی نصیحت کو اپنا وظیفہ بنالیا۔ آپ نے اپنی اولاد کو خاص طور پر تاکید فرمائی کہ وہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کریں۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور ذکر الہی سے مسجد کی رونق کو دو بالا کریں۔ یہ آپ ہی کا فیض تربیت تھا کہ محلے کی مسجد میں نماز تہجد کے وقت چراغ روشن ہوتا اور کئی درویش سجدہ ریز ہو کر بجز دنیا کا اظہار کرتے۔ درویشوں کے پیر درد سینے سے اللہ اللہ کی صدائے دلنواز بلند ہوتی تو بستی بختاورد کی فضا روحانی انوار و تجلیات سے معمور ہو جاتی۔ قرآن مجید کے حفاظ کرام عشاء کی نماز پڑھ کر الحمد سے شروع کرتے تو صبح کے وقت والناس پراختتام ہوتا اور یوں ساری رات قیام و سجد میں گزر جاتی۔ حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کی رونق اور قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کا جو اہتمام کیا پوری ایک صدی

گزرنے کے باوجود آج بھی اس کے برکات اور فیوضات کی حسین جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس گئے گزے دور میں ہمارے خاندان اور ہماری نئی نسل کا اسلامی اقدار و تعلیمات کی ترویج میں کوشش کرنا حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ہے۔

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصے تک فقر و تصوف کے انوار سے ہزاروں دلوں کو روشن کیا۔ اپنے کردار اور عمل سے اپنے اکابر کی پاکیزہ سیرت اور تعلیمات کو اجاگر کیا۔ فقر و مسکنت اور درویشی کے بلند اوصاف کو فروغ عطا کیا، زہد و قناعت اور عبادت و ریاضت میں بھرپور جد و جہد کی اور اخلاص و محبت، صدق و صفا اور مہر و وفا کے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

آپ کے وصال کی تاریخ کا تعین تو نہیں ہو سکا البتہ خاندانی حالات و واقعات کے تجزیے اور روایات کے قرائن سے غالب اندازہ یہی ہوتا ہے کہ آپ نے چودھویں صدی ہجری کے عشرہ اول کے آخر میں اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔

آپ کے تبرکات

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات میں آپ کی دستار مبارک ہمارے پاس محفوظ ہے۔ سفید موٹی ٹمبل کی یہ دستار چارہا تھ سے زائد طویل ہے اور ایک ہاتھ چوڑی ہے۔ آپ کی دستار مبارک کی زیارت

اور اس سے حصول برکت ہمارے بزرگوں کا معمول رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان تبرکات کو سنبھالنے اور ان سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ہوئے۔ فقیر برخوردار رحمۃ اللہ علیہ، فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر برخوردار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر برخوردار رحمۃ اللہ علیہ مجذوب بزرگ تھے۔ بعض اوقات اتنی طویل نماز ادا کرتے کہ دن اور رات کا اکثر وقت اس میں صرف ہو جاتا کسی دن تک غذا اور لباس کی پرواہ تک نہ ہوتی۔ بڑی مشکل سے انہیں کھانا کھلایا جاتا اور لباس تبدیل کرایا جاتا۔ کبھی صبح سویرے تمام گھروالوں سے الوداع فرماتے اور کہتے کہ آج ہم بڑے لمبے سفر پر جا رہے ہیں۔ سب لوگ فکرمند ہو جاتے پھر اچانک شام کو واپس آجاتے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ آپ نے تو طویل سفر کرنا تھا تو فرماتے اس طریقے سے ہم نے بدطینت لوگوں کو دھوکا دیا ہے وہ ہمیں دور کہیں ڈھونڈتے رہیں گے۔ اور ہم گھر واپس آگئے ہم ان کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

مثنوی شریف سے محبت

آپ کو مثنوی شریف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی

سارا دن ٹنٹوی شریف بعل میں لئے پھرتے۔ اپنے صاحبزادے حضرت مولانا محمد موسیٰ سے بعض اوقات درس لیتے۔ کبھی کبھی اونچی آواز سے بعض اشعار بھی پڑھ رہے ہوتے۔ راقم الحروف کے والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ آپ کسی مرتبہ یہ شعر پڑھتے۔

آن کے خرداشت، پالانش نہ بود یافت پالاں گرگ خرد در بود
 آب بود و کوزہ مے نامد بدست آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
 توجہ :- ایک آدمی کے پاس گدھا تو تھا لیکن پالان نہیں تھا،
 جب پالان میسر ہوا تو بھیڑیے گدھے کو کھا گئے۔ پانی تھا تو کوزہ نہیں ملتا
 تھا جب پانی مل گیا تو کوزہ ٹوٹ گیا۔

مجدوبانہ گفتگو

آپ عمو ناروٹی کے ٹکڑے لسی میں ڈال کر چوری تیار کرتے اور بڑے شوق سے کھاتے۔ ایک مرتبہ اپنی پسندیدہ چوری تیار کر کے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر بار بار بڑی محبت سے فرماتے۔ آجاؤ جلدی آجاؤ، مزیدار چوری تیار ہے تمہیں کھلاؤں گا۔ کب کے بھوکے ہو آؤ تو سہی۔ گھر والوں نے عرض کیا حضرت کس مہمان کا انتظار ہے اور کس سے باتیں ہو رہی ہیں فرماتے لگے اللہ میاں سے کہہ رہا ہوں۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چرواہے کا اسی قسم کا واقعہ ٹنٹوی شریف میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی باتوں پر ناراض ہوئے تو وہ پریشان ہو کر جنگل میں گرگرواں پھرتا رہا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ الہی سے عتاب ہوا۔

وہی آندھوئے موسیٰ از خدا بندہ مارا چرا کردی خدا
 اے موسیٰ تو نے ہمارے بندے کو کیوں جدا کر دیا وہ جس انداز سے
 ہمارے ساتھ گفتگو کر رہا تھا ہمیں بہت پسند تھا۔ کیونکہ ہم ظاہر کو نہیں
 دیکھتے ہم تو باطن اور حال کو دیکھتے ہیں۔
 مابروں را بنگریم و قال را مابروں را بنگریم و حال را

کرامات کا ظہور

آپ سے کئی قسم کی کرامات کا صدور ہوتا اور جب موج میں ہوتے
 تو جو کچھ زبان سے فرماتے اسی طرح ہو جاتا۔

اچانک زبردست بارش آگئی

سخت گرمی کا موسم تھا خاندان کے بچے جوان اور بزرگ درختوں
 کے سائے میں گرمی سے بقیاب پڑے تھے۔ آپ بھی ایک درخت کے
 نیچے چار پائی پر بیٹھے تھے اور ذرا فاصلے پر تھے۔ والد صاحب مرحوم بیان
 کرتے تھے کہ ہم بچے تھے بزرگوں نے کہا دادا جی کے پاس چلے جاؤ اور
 انہیں کہو آج بہت گرمی ہے اور ہم گرمی سے بے چین ہیں دعا فرمائیں
 بارش ہو جائے۔ ہم حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا تو فرمایا اچھا، شمالی
 جانب ایک سفید معمولی سی بدلی کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور اتنا کہا
 بچی، یعنی اے سفید بدلی آجاؤ۔ بس وہی وقت تھا اچانک ہر طرف سے
 بادل چھا گئے اور زبردست بارش شروع ہو گئی، بارش کی افراتفری میں
 سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور گھروں کو چل دیئے۔ گلیوں میں سیلاب

کی طرح پانی بہنے لگا اور کچے مکانوں کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ اچانک بزرگوں کو یاد آیا تو فرمانے لگے: سچو جلدی کرو دادا جی کا پتہ کرو اور ان سے کہو اب تو ہمارے مکان گرتے ہیں ہم گئے تو فقیر صاحب اسی چار پائی پر بدستور بیٹھے ہوئے تھے سارے کپڑے بھیگ چکے تھے اور چار پائی کے نیچے پالی بہ رہا تھا۔ ہم نے حالت عرض کی تو فرمایا اچھا بگی ابس یعنی اے سفید بدلی اب بس کرو۔ اسی وقت بارش رُک گئی اور ہم فقیر صاحب کو اپنے ساتھ گھر لے آئے۔

پہلوان کی ٹانگ توڑ دی

ایک دن بستی بنجا اور کا اللہ بخش ہرل فقیر صاحب کو راستے میں مل گیا۔ سخت خشک سالی تھی اور بارش کی بڑی ضرورت تھی۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا قبلہ بارش کی دعا فرمائیں۔ آپ نے کوئی توجیہ نہ کی۔ اس نے خوش طبعی کے طور پر کہا دعا کرو ورنہ میں پانی کے جوہر میں آپ کو غوطے دوں گا۔ خیر آپ نے دعا فرمادی بارش بھی ہو گئی مگر طبیعت پر ملال تھا۔ گھر آئے تو فرمانے لگے آج مجھے اللہ بخش ہرل نے بہت پریشان کیا ہے۔ چند دن گزرے شہر کے باہر کھلی جگہ پر جوانوں کی دوڑ ہو رہی تھی۔ فقیر صاحب قبلہ سایہ دار درختوں کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ ادھر دوڑ شروع ہوئی اور ادھر آپ اٹھ بیٹھے کچھ دیر بعد ہاتھ کو بندوق بنا کر زور سے فرمایا اٹھاہ قریب لیٹے ہوئے بزرگوں نے پوچھا حضرت یہ کیا ہوا۔ فرمانے لگے اللہ بخش ہرل مجھے تنگ کرتا تھا۔ آج میں نے اس کی ٹانگ توڑ دی ہے۔ بالکل اسی طرح ہوا۔ وہ بیچارہ میدان میں چند قدم ہی دوڑا تھا کہ اچانک بڑی طرح گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔

انگریز افسر نے اٹھ کر سلام کیا

بستی بختاورد میں کستی شیوہ مذہبی مسئلہ جس کا تفصیلی تذکرہ بعد میں آئیگا کی ابتداء تھی۔ پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔ انگریز پولیس افسر بیانات لے رہا تھا۔ ہمارے بزرگوں کو احمد خان ڈھانڈلہ کے ڈیرے پر بلوایا گیا۔ جب مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا اور وہاں کافی تاخیر ہوئی تو فقیر برخوردار رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو مولوی موسیٰ صاحب سے بڑی محبت تھی۔ سیدھے احمد خان ڈھانڈلہ کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئے۔ سادہ لباس سادہ چال ڈھال، مجذوبانہ انداز سے تھلے پر قدم رکھا اور احمد خان ڈھانڈلہ کو دور ہی سے فرمایا۔ زمیندار بنے پھرتے ہوئے موسیٰ کو یہاں کیوں بلوایا ہے۔ احمد خان ڈھانڈلہ نے قدموں پر ہاتھ رکھے پھر دست بستہ عرض کرنے لگے آپ کے موسیٰ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا میں جو غلام حاضر ہوں۔ انگریز افسر یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور خان صاحب سے پوچھنے لگا۔ خان صاحب نے کہا جناب یہ ہمارے بزرگ ہیں ہمیں ان کی دعا سے سب کچھ بلا ہے۔ ان کی زبان سے جو بات نکل جائے ہو کر رہتی ہے۔ انگریز افسر فوراً کھڑا ہو گیا اور فقیر صاحب کو سلام کیا۔

حضرت فقیر برخوردار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی تاریخ کا تعین تو نہیں ہو سکا۔ تقریباً ۱۹۲۸ء کے لگ بھگ آپ کا وصال ہوا ہے۔ آپ کا مزار حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے اندر ہے۔

حضرت فقیر بخوردار رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ مولوی محمد موسیٰ
رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف بندہ کو
حاصل ہے۔ آپ کی سیرت و کردار کا جو نقشہ میرے ذہن میں ہے تو
پلاشبہ آپ اس حدیث پاک کا مصداق تھے جس میں ارشادِ نبوی
ہے کہ بندگانِ خدا کی علامت یہ ہے کہ انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے
میانہ قد، کشیدہ قامت، سفید گندی رنگ، سفید لباس میں ملبوس، چہرے
اور پیشانی پر وقارِ شریعت کے انوار اور شبِ بیداری کے لطیف آثار،
شکل و صورت کا یہ پرکشش نقشہ آج بھی قلب و دماغ کو ایک روحانی
سکون و مسرت عطا کر دیتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی
مزید ذوقِ طلب نے سفر پر مجبور کیا تو کربستہ ہو گئے۔ حضرت میاں جی کامل
رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے نانا جی تھے اور جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے آپ سے
بہت محبت رکھتے تھے۔ ان کے ہاں بستی کھیوا آپ کثرت سے جاتے
وہاں ٹھہرتے اور ان سے فیضیاب ہوتے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

جب آپ نے میاں جی کامل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سفر کا ارادہ
ظاہر کیا اور اجازت طلب کی تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور فرمانے لگے موسیٰ!
یہ بتاؤ تمہیں حصولِ علم سے غرض ہے یا سفر سے؟ آپ نے عرض کیا،

مقصد علم حاصل کرنا ہے۔ فرمانے کے موسیٰ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم گھر پر ہی رہو انشاء اللہ تم بہت بڑے عالم و فاضل بن جاؤ گے۔ مرد کابل کے دل سے نکلی ہوئی دعا پوری ہو کر رہی۔ حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ گھر پر ہی رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و حکمت سے مالا مال کر دیا۔ وعظ فرماتے تو لوگوں کو رلا دیتے زنگ آلود قلوب کو دھو ڈالتے اور پتھر کی طرح سخت دلوں کو موم کر ڈالتے۔ فقہ حنفی کی مستند کتابوں در مختار اور شامی سے فتویٰ لکھتے علمی بحث اور مناظرہ میں اپنی فوقیت کا مظاہرہ کرتے اور پوسے علاقے میں آپ کے فتویٰ کو حجت سمجھا جاتا۔

ذکرِ تہرا اور سوز و گداز

تہجد کے بعد ذکرِ تہرا آپ کا معمول تھا۔ وہ سوز و گداز اور کیفیتِ مستی جو آپ کے ذکر میں پائی جاتی تھی الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بچپن کے اس عالم میں جب کبھی آنکھ کھل جاتی اور آپ کی درد بھری آواز کان میں پہنچ جاتی تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پھر طبیعت نیند سے اچاٹ ہو جاتی اور اس لطیف صدائے شوق کو تسلسل کے ساتھ سننے کا جذبہ غالب ہو جاتا۔ آپ کے ذکرِ تہرا کی پُرسوز آواز آج بھی دل و دماغ کے گوشوں میں گونج رہی ہے۔

علاقائی زبان کے یہ منظوم بول آپ عموماً پڑھا کرتے تھے۔
 کرتوں منظور اللہ ہو۔ بقیوم دکھ دور اللہ ہو۔ علم محبوب اللہ ہو
 ذکر کرتے کرتے جب عشقِ رسولؐ کے جذبے سے مغلوب ہوتے تو

بے قرار ہو کر اس طرح اظہار فرماتے۔
 رب ڈکھاوم نال اکھیں دے روضے پاک دیاں جالیاں

حج کا سفر

آپ ۱۹۴۴ء میں حج پر تشریف لے گئے۔ علاقے میں خیر ہوئی تو مخلوق کا سیلاب اُٹا آیا۔ ریلوے اسٹیشن تک پہنچانے کے لئے ایک بڑا اجتماع ہو گیا۔ آپ نے ہمارے والد مرحوم فقیر غلام رسول کو کراچی تک پہنچانے کا حکم فرمایا۔ گاڑی میں سوار ہوئے۔ رات کو جب تہجد کا وقت ہوا تو حرب معمول نوافل پڑھے اور ذکرِ چہر فرمایا۔ والد صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ منیہ کا خاص وقت تھا اور لوگ خوب سوئے ہوئے تھے مگر جس وقت آنے لگے ذکرِ چہر فرمایا تو سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کچھ وضو کر آئے۔ کچھ ویسے سر جھکا کر مستی کے عالم میں بیٹھے رہے۔ کئی آدمی رو رہے تھے اور کئی کھڑے ہو کر ذکر سن رہے تھے۔ صبح ہوئی تو سارے مسافر آپ کی خدمت کر رہے تھے دعائیں کر رہے تھے اور اپنی خوش قسمتی پر فخر کر رہے تھے کہ ہمیں آپ کی رفاقت نصیب ہو گئی۔

حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف سے ملاقات

اسی سال حضرت سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب بابو جی قبلہ حرمہ علیہ السلام مع اہل و عیال حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ مغرب کے قریب میں کچھ دور سمندر کے کنارے چلا گیا دیکھا تو حضرت پیر صاحب قبلہ کی کار پھوڑے فاصلے پر کھڑی ہے اور آپ اکیلے سمندر کے

کنائے کھڑے ہو کر بڑے غور سے سمندر کو دیکھ رہے ہیں۔ میں آپکی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ آپ نے حال پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ میرے چچا صاحب حج پر جا رہے ہیں انہیں پہنچانے آیا ہوں۔ حضور اجازت ہو تو میں انہیں لے آؤں تاکہ زیارت کر لیں۔ آپ نے اجازت فرمادی میں واپس آیا تو فقیر صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ ساتھ ہی نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ کافی دیر ہو گئی۔ کچھ فاصلہ بھی تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اتنی دیر قبلہ پر صاحب کب ٹھہرتے ہیں خیر، تم چلے گئے۔ آپ اسی مقام پر کھڑے تھے فرمانے لگے میں تمہاری انتظاریں ہوں۔ بڑی مہربانی فرمائی دعا بھی فرمائی اور فرمایا سفر میں ہمارے لائق کوئی کام ہو تو ضرور بتانا۔

جہاز کی روانگی

جب جہاز کی روانگی کا وقت آیا تو آپ کچھ غمگین ہونے لگے اور فرمایا بیٹے غلام رسول تمہارے ساتھ رہنے کی وجہ سے اب تک تو سفر محسوس ہی نہیں ہوا، اب طبیعت پریشان ہو رہی ہے۔ جہاز پر سوار ہونے کے وقت والد صاحب مرحوم کو سینے سے لگایا۔ روتے رہے اور دعائیں دیتے رہے اور کافی دور تک ان کو دیکھتے رہے۔ والد مرحوم کی ابھی اولادِ زینہ نہ تھی فرمانے لگے تمہیں اللہ تعالیٰ اولادِ زینہ عطا فرمائے گا میں اب بھی دعا کر رہا ہوں اور وہاں عرب شریف میں بھی دعا کر دوں گا۔ آپ ہی کی دعاؤں کی برکت تھی کہ کچھ دن بعد راقم الحروف کی پیدائش ہوئی۔



مدینہ عالیہ میں عجیب خواب

آپ نے پیر صاحب گولڑہ شریف کی زیارت تو کی مگر یہ خیال کیا کہ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ اور مقام تھا۔ آپ نے مدینہ عالیہ میں خواب دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ ساتھ عوام الناس کا بہت بڑا اجتماع ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک ربڑ ہے۔ آپ پیر صاحب گولڑہ شریف سید غلام محی الدین شاہ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ ربڑ عطا فرما کر ارشاد فرماتے ہیں: ”غلام محی الدین جن لوگوں کے حج تمہیں منظور ہیں ان کا نام ربڑ میں درج کر لو۔“

آپ فرماتے تھے کہ میں بڑا پریشان ہوا کہ مجھے تو آپ کی یہ شان معلوم نہ تھی۔ آپ کا تو بڑا مقام ہے معلوم نہیں میرا حج منظور کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت پیر صاحب نے میری طرف دیکھا اور قدرے مسکرا کر فرمایا: ”مولوی موسیٰ صاحب آپ کا حج منظور ہے۔“

بس صبح ہوئی تو آپ پیر صاحب کی زیارت کے لئے بیقرار تھے حاضر خدمت ہوئے۔ قدم بوسی کی تو حضرت نے بہت ہی مہربانی اور شفقت فرمائی۔

آپ کے معمولات اور خلق خدا کی آمد

حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نماز پنجگانہ شہر کی جامع مسجد میں پڑھاتے نماز چاشت کے بعد دوپہر تک اور ظہر کے بعد عصر تک مسجد

سے ملحق وسیع صحن میں تشریف رکھتے۔ دم اور تعویذات والوں کا اثنا زبردست اجتماع ہوتا کہ آپ کو بڑی مشکل سے مغرب کے قریب فراغت ہوتی تعویذات اور عملیات کے متعلق بہت لوگوں کے بارے میں سننے میں آیا ہے کہ وہ اس شغل میں ماہر تھے۔ مگر حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ عامل ہی نہیں بلکہ کامل تھے۔ ان کا تعویذ قضا و قدر کا نوشتہ ہوتا تھا۔ فی الفور تاثیر اور حل مقصد کے لئے تعویذ خود ضمانت ہوتا اور حاجتمندوں کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑتی تھی۔ آمد و رفت کے ذرائع میں قلت کے باوجود ملتان مظفر گڑھ ڈیرہ غازیخان تک کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ مسجد سے ملحق وسیع صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا اور شہر کی گلیوں میں آنے جانے والوں کا تانا بانہا رہتا۔

اتباع شریعت کا غلبہ

آپ پر اتباع شریعت کا زبردست غلبہ تھا۔ خلاف شریعت کسی امر کو برداشت نہ کرنے اور علی الاعلان اس کی مخالفت کرتے۔ آپ کی ہیبت اور رعیب کا یہ عالم تھا کہ پورے علاقے کے لوگ آپ کی گرفت سے خوف کھاتے اور اعلانیہ خلاف شرع امر کا ارتکاب کرنے سے گھبراتے۔ آپ مسجد میں آتے تو مجلسوں سے اٹھ کر لوگ فوراً نماز میں شریک ہوتے۔ نماز جمعہ اور عیدین کے اجتماع سے خطاب فرماتے۔ شرعی مسائل بیان فرماتے۔ اصلاحی عنوانات پر تقریر کرتے۔ خلاف شرع امر کے ارتکاب کرنے والوں کو بر ملا ڈانٹتے اور حق و صداقت کا جھنڈا بلند کرتے۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت فرماتے اور رات و دن میں

ایک ختم کر لیتے۔ سینکڑوں افراد نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔
قرآن مجید کے حفظ اور ضبط میں آپ کی مثال نہ تھی۔

آپ کی فقہی اور علمی حیثیت اس قدر مسلم تھی کہ رمضان شریف اور
عید کے چاند کے باجے آپ کا قول حجت سمجھا جاتا۔ دور دراز علاقوں
سے گھوڑے سوار آپ کے پاس حاضر ہو کر تسلی کرتے اور آپ کا فیصلہ
لوگوں کو جاسنتے۔ پورے علاقہ میں کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ چاند کے
باجے میں یوں ہی کوئی افواہ اڑا دے۔

آپ نے پوری زندگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گزار دی خلق
خدا کی اصلاح کی۔ لوگوں کو دین سکھایا، قرآن پڑھایا، وعظ سنایا اور سیدھا
راستہ دکھایا۔

آپ نے ۱۹۱۳ء میں اس جہان سے انتقال فرمایا
آپ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی صرف ایک صاحبزادی مرحومہ تھیں جو
استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد صاحب کے عقدِ نکاح میں
آئیں۔ مرحومہ ۱۹۱۶ء میں انتقال کر گئیں۔

حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ایک علیحدہ مقبرے میں
ہے جو عقیدت مندوں کے تعاون سے آپ کے بھتیجے فقیر عبدالرحمن صاحب
مرحوم نے تعمیر کرایا تھا۔

فقیر محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر بخوردار رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند فقیر محمد عیسیٰ
تھے۔ بڑے شہ سوار، خوش پوش اور جرأت مند تھے۔ ان کے پاس

کاشتکاری کے لئے بڑے اچھے بیل اور سواری کے لئے بڑا اچھا گھوڑا ہوتا۔ ان کے فرزند ابھی چھوٹے ہی تھے کہ وہ اس جہان سے رخصت ہو گئے۔

ان کے تین فرزند تھے۔ فقیر اللہ بخش مرحوم، فقیر عبدالرحمن مرحوم اور فقیر قمر الدین صاحب۔

فقیر اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

فقیر اللہ بخش مرحوم ہمارے نانا جی تھے۔ بڑے صاف دل، حق گو اور کھرے آدمی تھے۔ اپنے چچا حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی مسند پر بیٹھے۔ نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھاتے اور دم تعویذات کے لئے آنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے۔ انہوں نے بڑی مستقل مزاجی سے مسجد کی آبادی اور حضرت مولوی محمد موسیٰ صاحب کے نام پر آنیوالے عقیدت مندوں کا خیال رکھا۔

ان کی زبان میں بڑی تاثیر تھی اور وہ مستجاب الدعوات تھے۔ اپنے بزرگوں سے ان کی عقیدت اور محبت درجہ ہفتین کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور بزرگوں کی بھی ان پر نظر عنایت تھی۔

بزرگوں کی عنایت کا ایک واقعہ

بستی جمال کے ملک بختاوردنوں حج کر کے آئے تو کچھ دنوں بعد فقیر اللہ بخش مرحوم انہیں مبارک دینے کے لئے گئے۔ اور ایک تسبیح کی فرمائش کی۔ حاجی بختاوردن مرحوم کھجور اور کچھ تبرکات لائے اور معذرت کی کہ

تسبیح وغیرہ تو میں تقسیم کر بیٹھا ہوں۔ آپ دیر سے اُسے ہیں ورنہ ضرور پیش کرتا۔ فقیر صاحب کچھ شکستہ دل ہو کر چل پڑے اور دوسرے تبرکات بھی ساتھ نہ لائے۔ بس وہی رات تھی کہ خواب میں ملک بختاور کو حضرت فقیر میاں علی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلال میں نظر آئے اور بڑے جذبے سے سنا دیا۔

”ہماری توجیہ ہوتی تو تم حج کر کے آتے تمہیں اتنا خیال نہ آیا

کہ میرے پوتے کو ایک تسبیح بھی نہ دی۔“

ملک بختاور بیچارہ خوف سے کانپنے لگا اور معافی مانگی صبح سویرے چار عدد تسبیح اور دوسرے تبرکات فقیر اللہ بخش مرحوم کی خدمت میں پیش کئے اور معذرت بھی کی۔

دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ

فقیر اللہ بخش مرحوم سستی چوہان عقیدت مندوں کے ہاں بہت جاتے تھے۔ ان کے ایک عقیدت مند نے وہاں کے ایک قریشی صاحب کو گھوڑا بیچ دیا۔ مگر سووے میں وہ پشیمان تھا اور اسے نقصان تھا اس نے فقیر صاحب سے عرض کیا کہ قریشی صاحب سے سفارش کریں اور گھوڑا واپس دلوادیں۔ کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ فقیر صاحب نے قریشی صاحب سے سفارش کی تو وہ ضد کرنے لگے۔ جب فقیر صاحب نے انہیں کہا اس طرح کرو تمہارا بھی فائدہ ہے اور لوگوں نے بھی انہیں کہا فقیر صاحب کی بات مان لو کہیں نقصان نہ اٹھاؤ تو وہ ذرا فوقیت جتانے لگے کہ ہم بھی بزرگوں کی اولاد ہیں۔ فقیر صاحب جوش میں آگئے اور فرمایا۔ اب گھوڑا تم اپنے

پاس رکھو اگر تین دن کے اندر گھوڑا ختم نہ ہو جائے تو مجھے فقیر نہ کہنا جو مرضی آئے کہہ دینا۔

بستی چوہان کے لوگ شاید ہیں کہ تیسرے دن گھوڑا چرہا تھا۔ پادوں میں رسی ڈالی ہوئی تھی۔ اچانک پانی کے جوہر کے کنارے گرا پھر گہرے پانی میں جا پڑا اور پانی میں ہی مر کر ختم ہو گیا۔
فقیر اللہ بخش مرحوم کے دو جوان فرزند یکے بعد دیگرے وفات پا گئے انہوں نے اس صدمے کو برداشت تو کر لیا مگر ان کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ ان کی وفات کے دو سال بعد ۱۹۶۰ء میں اس جہان سے رخصت ہوئے صفر کی بیس تاریخ تھی۔ ان کا مزار حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے بالکل سامنے ہے۔

فقیر عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

فقیر عبد الرحمن مرحوم اپنے چچا حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ سفر میں جاتے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خاص متعلقین جو ڈیرہ اسماعیل خان سے چشمہ بیراج جانے والی سڑک کے آس پاس بستی لاڈلہ، رنگپور، مٹھ پور، کڑی وغیرہ میں رہتے تھے، فقیر عبد الرحمن مرحوم سے عقیدت رکھنے لگے۔
فقیر صاحب ان کے پاس اکثر آتے جاتے تھے اور اس وسیع علاقے میں ان کا اچھا اثر رسوخ تھا۔ ملک نظام اتر مرحوم کا سارا خاندان اور دوسرے بہت سے لوگ ان سے منسلک ہے۔
فقیر عبد الرحمن مرحوم مرخیاں مرخ اور خوش طبع انسان تھے طبیعت

میں بڑی نرمی اور حوصلہ تھا۔ اپنے بھائی فقیر اللہ بخش مرحوم کی وفات کے بعد کافی عرصے تک جامع مسجد کی امامت اور آبادی کا خیال رکھا۔ تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ دم کرتے اور تعویذ بھی دیا کرتے تھے۔ وفات سے قبل اولاد کو نصیحتیں کرتے رہے اور یادِ خدا میں مصروف رہے ۱۹۸۶ء میں انتقال کیا۔ ان کا مزار حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے سے باہر شرقی دیوار سے متصل ہے۔

فقیر عبد الرحمن مرحوم کے فرزند فقیر ڈاکٹر غلام محمد حافظ قرآن ہیں۔ جن کے ایک فرزند فقیر سجاد احمد حافظ قرآن ہیں اور آج کل جامع مسجد المرتضیٰ جی سیون۔ ون اسلام آباد میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور دوسرے فرزند فقیر ریاض احمد بھی حافظ قرآن ہیں۔

فقیر قمر الدین صاحب مہر صدیقی

فقیر قمر الدین صاحب ریٹائرڈ سکول ماسٹر ہیں۔ شاعرانہ مزاج رکھتے ہیں قمر تخلص ہے صوم و صلوة کے پابند ہیں اور عملیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا انہوں نے خاص خیال رکھا ہے ان کے فرزندوں میں فقیر خورشید احمد بڑے سمجھدار اور معاملہ شناس ہیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول ڈھانڈلہ میں ایس۔ ایس ٹی ہیں اور زراعت سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ فقیر جمشید احمد چشتی تنظیم المدارس سے سند یافتہ ہیں اور ہائی سکول میں پیکر ہیں۔ فقیر محمد اشرف چشتی فیڈرل بورڈ اسلام آباد سے ایف اے پاس ہیں۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں باقاعدہ دینی

تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں اور تنظیم المدارس کا امتحان پاس کر کے سند حاصل کر چکے ہیں۔ اس وقت جامعہ غوثیہ دربار گولڑہ شریف میں دینی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔

مولانا محمد اشرف سلمہ، خاندان کے نوجوان طبقے میں مذہبی نقطہ نظر رکھنے والے باصلاحیت آدمی ہیں اور اپنے اسلاف کی علمی روایات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ جامع مسجد غوثیہ سید پور اسلام آباد میں خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ فقیر اختر حسین سکول پتھر ہیں۔ فقیر قمر الدین صاحب قمر کے چھوٹے فرزند فقیر محمد اسلم حافظ قرآن ہیں۔ جامعہ نظیریہ مدنیۃ العلوم میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور جامع مسجد بھوبیرہ اسلام آباد میں امامت کرتے ہیں۔

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خاندان کے بزرگوں میں بہت سی خصوصیات کے لحاظ سے امتیازی شان رکھتے ہیں آپ تسلیم و رضا توکل علی اللہ، خلق خدا سے شفقت، حق گوئی اور صداقت کے پاکیزہ اوصاف سے موصوف تھے۔ اپنے جد امجد حضرت فقیر میاں علی رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست فیضیاب تھے اور کمال عشق و محبت کی بنا پر ان کی ذات میں فنا تھے۔ آپ بڑے قد اور بارعب اور باوقار شخصیت کے مالک تھے عموماً سبز لباس پہنا کرتے تھے مزاج میں توحید کا غلبہ تھا۔ ہر مشکل موقع پر آپ کی زبان سے اسم ذات کا ورد جاری ہوتا۔ دن رات میں کئی مرتبہ یہ کلمہ زبان پر لاتے۔ خیر یا اللہ خیر، آواز میں

بڑا رعب اور تمکنت تھی۔ جب بھی کوئی پریشانی کا موقعہ ہوتا تو نہایت تحمل اور بردباری کا ثبوت دیتے اور فرمایا کرتے۔

”چنگاں تھئے تے چنگاں تھئسی“ یعنی عالم غیب سے جو کچھ ظاہر ہوا ہے اچھا ہوا ہے اور آئندہ بھی اچھا ہوگا۔

خلق خدا سے شفقت

آپ خلق خدا کے ساتھ بہت ہی شفقت فرماتے اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ محلے والے، شہر والے اور علاقے والے لوگ سب آپکی شفقت سے فیضیاب ہوتے۔ ہر ایک کے ساتھ بڑی نرمی اور اخلاق سے گفتگو فرماتے، تکلیف اور مصیبت میں لوگوں کے کام آتے اور کبھی کسی کے ساتھ تلخی اور رنجش نہ فرماتے۔ باہر سے جو کچھ نذر نیاز لے آتے یا گھر پر ہونڈر نیاز آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا سائے خاندان پر تقسیم کرتے۔ برادری میں کوئی اگر شادی عہمی کے موقعہ پر شریک نہ ہوتا تو آپ اس کی طرف سے مالی حقوق ادا کر دیتے اور اسے برادری سے منقطع نہ ہونڈر دیتے۔ خلق خدا سے شفقت کا یہ عالم کہ بستی بختاورد سے قصبہ بہل جانے لگے تو خاندان اور شہر کے لوگ بلا روک ٹوک آپ کو ضرورت کی چیزیں بتا دیتے اور رقم دے دیتے آپ سب کی چیزیں خرید کر لاتے اور گھروں میں حب پہنچاتے۔ آپ جب گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے واپس آ رہے ہوتے تو لوگوں کے سودا سلف اور ساز و سامان سے گھوڑا لدا ہوا ہوتا تھا۔ سادگی کا یہ عالم کہ بعض اوقات گھوڑے پر سوار ہوتے اور سر پر بڑی سی گٹھری اٹھائی ہوتی۔ لوگ کہتے، قبلہ! سر پر بوجھ کیوں اٹھائے ہوئے ہیں؟

تو فرماتے گھوڑے کو کچھ سہولت ہو جائے گی۔

جد امجد سے عشق و محبت

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جد امجد حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی اور ان کی ذات میں فنا کا مقام حاصل تھا۔ آپ ان سے براہ راست فیضیاب تھے۔ کوئی بھی پریشانی کا معاملہ ہوتا تو فوراً دربار شریف پر حاضر ہوتے۔

پختہ روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپ مزار شریف پر حاضر ہوتے تو حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ ملاقات اور گفتگو کرتے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ بستی بختاورد کے ایک شخص جو مشکل قوم سے تعلق رکھتا تھا کی وجہ سے آپ کی طبیعت پر قدسے ملال آ گیا تو گھوڑے پر سوار ہو کر اسی وقت مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کھل گیا۔ آپ نے اپنے اوپر سے بہت سی چادریں ہٹائیں اور ایک قیمتی چادر کو ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا غلام اسحاق یہ چادر اس شخص کے دادا عمر مشکل نے میری وفات کے بعد مجھ پر ڈالی تھی مجھے اس بات کا لحاظ ہے تم واپس چلے جاؤ وہ شخص تمہیں راضی کرے گا اور معافی طلب کرے گا۔ آپ گھر واپس آئے تو وہ شخص بڑی عاجزی سے حاضر خدمت ہوا اور معافی طلب کی۔

حق گوئی اور صداقت

صداقت اور حق گوئی آپ کا شعار تھا۔ ہمیشہ حق و صداقت پر قائم رہے

اور ہر موقع پر حق و صداقت کا ساتھ دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے حکم سے مولوی عمر نامی ایک شخص نے ایک عورت کا نکاح پڑھا جسے ایک جگہ سے طلاق ہو چکی تھی اور عدت بھی گزر چکی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اس عورت کے دائروں نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ نکاح پڑھا گیا ہے۔ چونکہ آپ کے حکم سے نکاح ہوا تھا اس لئے عدالت نے آپ کو بھی طلب کیا۔ چند تاریخوں کے بعد فیصلہ کی تاریخ تھی۔ احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم نے وکلاء سے مشورہ کیا تو انہوں نے تاکید کی کہ آپ فقیر صاحب سے کہیں کہ وہ عدالت میں انکار کر دیں ورنہ فرد جرم عائد ہو سکتا ہے۔ اور تین سال تک سزا دی جا سکتی ہے۔ خان صاحب کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ فقیر صاحب کو یہ مشورہ دے سکیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ کسی صورت اس پر آمادہ نہ ہوں گے۔ دل ہی دل میں احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم پریشان بھی تھے کہ خدا نخواستہ اگر کچھ ہو گیا تو ہمارا کچھ باقی نہ بچے گا۔

فیصلے کی پیشی

یہ فیصلے کی پیشی تھی۔ احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم نے پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ عورت نے بھی خلاف بیان دیا ہے اور جج فرد جرم عائد کر چکا ہے۔ اگر فقیر صاحب نے اقرار کیا تو تین سال سزا کا حکم سنائے گا۔ عدالت میں پیشی کے لئے حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ پہنچے تو احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم بڑے پریشان ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ فقیر صاحب عدالت کے برآمدے میں بیچ پر تشریف رکھے ہوئے تھے طبیعت پر پریشانی اور اضطراب کا کوئی اثر نہ تھا اور بے خوف و خطر بڑے اطمینان سے بیٹھے

ہوئے یادِ الہی میں مصروف تھے۔

فقیر غیبیور اسلان صدقت

سردار احمد خان ڈھانڈا مرحوم جنہیں آپ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی موقع پا کر کان میں عرض کرنے لگے قبل آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا باقی رہ جانے گا میں نے مسل خوان سے پتہ کرایا ہے صاحب فرد جرم عائد کر چکا ہے اگر جناب نے نکاح کا اقرار کیا تو وہ تین سال سزا کا حکم سنا دیگا۔ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہماری عزت کا خیال فرمائیں فقیر صاحب کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور گرجدار آواز میں ارشاد فرمایا۔ او احمد! کیا کہہ رہے ہو سزا سنا دے گا۔ سزا کا نام لے اور بنگلے کی چھت اس پر نہ گرے تو پھر فقیر کی کوئی کمائی نہ ہوئی۔ خان صاحب یہ سن کر قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا جناب، جناب آپ کا حکم سر آنکھوں پر مجھ سے غلطی ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اند سے پکار ہوئی آپ اندر تشریف لے گئے انگریز جج بار بار آپ کو دیکھتا رہا اور کچھ متفکر اور حیران سا معلوم ہونے لگا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

کچھ دیر بعد جج نے کہا باباجی آپ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کر کے کہیں کیا آپ نے نکاح پڑھا ہے؟ فقیر صاحب نے بلند آواز سے جذبِ مستی کے انداز میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کرنے کی ضرورت نہیں وہ تو ہر وقت حاضر ناظر ہے اس کا ارشاد ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ (تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) انگریز جج منہ میں انگلی ڈالے

حیران ہو کر آپ کو کچھ دیر پھر دیکھنے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ نکاح میرے حکم سے پڑھا گیا ہے اور اس عورت کو طلاق ہو چکی تھی، عدت بھی گزر چکی تھی۔ ہماری شریعت میں یہ نکاح بالکل درست ہے۔ صاحب نے فوراً کہا بابا جی آپ کو تکلیف دی گئی میں آپ سے معذرت کرتا ہوں اور اس مقدمے کو خراج کرتا ہوں۔ عدالت سے باہر تشریف لائے تو لوگ آپ کے قدموں پر ٹوٹ پڑے۔ احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم کی خوشی کی انتہا نہ رہی سارے دکلا حیران ہوئے اور اس فیصلے کو فقیر صاحب کی کرامت قرار دیا۔

بھالی کے خلاف حق کی گواہی

بستی بختاور کا ایک ہندو دکاندار جو خانوں کراڑ کے نام سے مشہور تھا آپ کے چھوٹے بھائی فقیر نور محمد مرحوم اس سے قرض اور سود اسلف لیتے رہے۔ بالآخر چودہ سو روپے قرضہ ہو گیا جو اس وقت کے حساب سے بھاری رقم تھی۔ خانوں کراڑ کا مطالبہ زور پکڑتا گیا اور فقیر نور محمد مرحوم غرت اور مجبوری کی وجہ سے مال منول کرتے رہے۔ جب اس نے زیادہ تنگ کیا تو تنگ آمد بھنگ آٹک کے طور پر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ ہندو نے بھکر عدالت میں فقیر نور محمد کے خلاف دعویٰ کر دیا اور حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو بطور گواہ طلب کرایا۔ عدالت نے آپ کو طلب کیا۔ تمام گھر اور خاندان والے چونکہ آپ کی طبیعت جانتے تھے اس لئے بہت پریشان ہوئے۔ بڑا زور لگایا اور بڑی منت سماجت کی کہ آپ لا علمی کا اظہار کر دیں آپ نے فرمایا انشاء اللہ بہتری ہوگی۔

جب عدالت میں پیش ہوئے تو صاحب نے دریافت کیا آپ نے صاف فرمایا کہ فقیر نور محمد نے اس ہندو کے چودہ سو روپے قرض دینا ہے۔ صاحب نے فقیر نور محمد کو حوالا بھیج دیا۔ سب خاندان والوں اور عقیدت مندوں کو اس واقعہ سے پٹھی کو فت ہوئی۔ حضرت فقیر صاحب بھکڑے گھر واپس نہ آئے بلکہ عقیدت مندوں کے ہاں دورے پر چلے گئے اور دریائے سندھ کے پار سرحد کے علاقہ دامان تک تشریف لے گئے کوئی آٹھ دن گزرے تھے کہ کشتی کے راستے وطن واپس ہوئے۔ مریدین کے نذر و نیاز میں بہت سی بھیڑ بکریاں اور کچھ بیل بچھڑے، غلہ اور نقد رقم شامل تھی۔ آتے ہی آپ نے خانوں کراڑ کو بلایا اور وہ بھیڑ بکریاں اور بیل بچھڑے اس کے حوالے کئے اس نے آپ کے کردار اور صداقت سے متاثر ہو کر آدھا قرض معاف کر دیا۔ جانوروں کی چودہ سو روپے قیمت لگائی۔ سات سو روپے نقد آپ کو واپس کر دیئے۔ اور قرض وصولی کی رسید لکھ دی جو اسی دن عدالت میں پیش کر دی گئی اور فقیر نور محمد رہا ہو کر گھر آ گئے۔

فقیر محمدی کے جلوے

اگرچہ لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں نذر و نیاز پیش کرتے لیکن آپ کے ہاں دنیا کی کسی چیز کو قرار نہ تھا۔ گھر میں دو چار دن کی خوراک کم ہی پائی جاتی تھی۔ دادی صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ حضرت فقیر صاحب صبح کو ٹالہ ہونامی ہندو دکاندار سے کچھ گندم ادھار لے آتے ہم آٹا پس کر کھانا تیار کرتیں۔ ظہر کے کافی دیر بعد آپ مسجد سے واپس آتے تو عرض کیا جاتا قبلد رات کے لئے تو آٹا نہیں ہے پھر کسی دکان سے

گندم اُدھار لاتے اور رات کا کھانا تیار کیا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی رقم نقد یا نقد وغیرہ آجاتا تو قرضہ ادا فرما دیتے۔ دادی صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ کبھی معاش اور ضروریات کا فکر آپ کے پیہرے سے محسوس نہ کیا جاتا۔ ایک مرتبہ بڑی خشک سالی تھی اور بارش نہ ہونے کے سبب آئندہ فصلوں کی امید نہ تھی لوگ بڑے پریشان تھے حضرت فقیر صاحب چھت پر بیٹھے اللہ اللہ میں مصروف تھے کہ ادبچی آواز میں فرمانے لگے۔

”اللہ مہر داینبہ و ساڈیوے۔ مقل کچھی دامان پلا ڈیوے

کنڑک چوٹھڑ پے دی لاڈیوے“

یعنی اللہ تعالیٰ فضل و کرم کی بارش عطا فرمائے۔ مقل کچھی اور دامان کو سیراب کر دے اور گندم کا نرخ اتنا سستا کر دے کہ روپے میں ڈیڑھ من سے بھی زائد گندم ملے۔

اچانک یکدم بارشیں شروع ہوئیں۔ سارا علاقہ خوب سیراب ہوا۔ فصل کی اتنی فراوانی ہوئی کہ واقعی گندم ڈیڑھ من فی روپے فروخت ہوئی اور خوشحال کا عجب سماں معلوم ہونے لگا۔

انگریز ڈپٹی کمشنر سے عجیب ملاقات

ضلع میانوالی میں ایک انگریز ڈپٹی سی کا لقرہ ہوا جو فطری تری اور طبعی رحمدلی کے جذبے سے اتنا مغلوب تھا کہ کسی جانور پر زیادہ بوجھ نہ اہوا دیکھتا یا ڈبل سواری ہوتی تو بڑا محسوس کرتا۔ ایسے موقعے پر وہ الجھنے کی کوشش کرتا اور بڑی پریشانی پیدا کر دیتا۔ یہ ڈپٹی کمشنر بھکرے کے

کے علاقے کا دورہ کر رہا تھا کوئی تیس چالیس گھوڑے سوار زمیندار اس کے ساتھ تھے سردار احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم بھی ساتھ تھے۔ پہلی کے راستے میں ہزارہ کے شمال میں یہ لوگ مغرب کا رخ کر کے تیزی سے جا رہے تھے ڈی سی آگے تھا۔ اچانک اس نے جنوب کی طرف اپنا گھوڑا دوڑانا شروع کیا۔ ہزارہ سے گزر کر فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس آ رہے تھے گھوڑے پر کافی سارا سامان لدا ہوا تھا اور خود بھی سوار تھے۔ آپ ہی کو دیکھ کر ڈی سی نے گھوڑا دوڑایا تھا۔ باقی لوگ تو دیکھتے رہے مگر احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم پریشان ہو کر بڑی تیزی سے صاحب کے پیچھے آ پہنچے۔ انگریز ڈی سی نے فقیر صاحب کے بالکل آگے گھوڑے کو روکا اور کہا بابا یہ بتاؤ تم بڑا ہے کہ یہ بڑا ہے کیوں اتنا ظلم کر رہے ہو۔

قرآن کی آیت سے جواب

حضرت فقیر صاحب نے نگاہ اٹھائی اور جلالی انداز میں قرآن مجید

کی یہ آیت پڑھی۔

وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْجُمَيْرِ لِتَرْكَبُواَهَا وَزِينَةً. اور

گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے

گئے۔ انگریز نے جواب سنا تو فقیر صاحب کو سیلوٹ کرتے ہوئے کہا

بابا جی السلام علیکم پھر تیزی سے واپس ہو گیا اور آپ سے الجھنے کی

کوئی کوشش نہ کی۔



آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

ایک مرتبہ گندم کی سخت قلت ہو گئی اور سارے خاندان کو پریشانی کا سامنا تھا۔ آپ کی خدمت میں بار بار عرض کیا گیا تو سردار احمد خان ڈھانڈا مرحوم سے فرمایا کہ حضرت فقیر صاحب کے خاندان کو تنگی محسوس ہو رہی ہے کچھ انتظام کرو۔ انہوں نے کہا کہ بستی جمال ہماری گندم کا سٹاک ہے میں منشی بخٹور کے نام خط لکھ دیتا ہوں کوئی آدمی اور اونٹ بھیج کر منگوائیں۔ آپ نے خط لے لیا اور بستی جمال روانہ ہو گئے کہ یہاں انتظام کرتے رہے ہو جائے گی وہاں سے ہی آدمی اور اونٹ مل جائیں گے۔ آپ بستی جمال سے جنوب مغربی جانب کچھ فاصلے پر تھے کہ خیال آیا کیا اچھا ہوتا اگر حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی طرف بھی کھوڑی سی تو جہ فرما لیتے، آج ہمیں دنیا کی خاطر تکلیف نہ اٹھانا پڑتی۔ ساتھ ہی راستے سے واپس ہونے کا بھی خیال آیا۔ راستے کے آس پاس کھیتوں میں ہل چلائے جا چکے تھے۔ اور بڑے بڑے ڈھیلے نکلے پڑے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بالکل سامنے جلال میں کھڑے ہوئے فرماتے ہیں۔ او غلام اسحاق اگر دنیا کی ضرورت ہے تو جس قدر مرضی آئے سونا اٹھا لو۔ فقیر صاحب فرماتے تھے کہ میں جس طرف بھی دیکھتا ڈھیلے اور کھیت سونے کے نظر آتے ہیں خوف سے کانپنے لگا تو فقیر صاحب نے فرمایا اگر میرے طریقے پر رہنا ہے تو پھر جس کام کیلئے جا رہے ہو کر کے آؤ ورنہ جس قدر سونا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔ آپ نے عرض کیا مجھے بھی آپ کا طریقہ پسند ہے۔ چنانچہ آپ بستی جمال تشریف لے

گئے اور اونٹوں پر گندم لے کر گھر واپس ہوئے۔ آدھی رات کی وقت انگریز سیشن جج کی کوٹھی پر

بستی بختاورد میں سٹی شیعہ مذہبی تنازعہ آپ کے آخری دور میں کھڑا ہوا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ ہمارے بزرگوں کے مریدوں اور عقیدتمندوں نے جراثمدانہ کردار ادا کیا اور فریق مخالف کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ ہمارے بزرگ اگرچہ تصادم میں شریک نہ تھے مگر فریق مخالف نے دعویٰ میں ان کا نام لکھوایا۔ بھکر عدالت سے ہمارے بزرگوں جن میں فقیر حافظ غلام محمد، فقیر مرید احمد اور فقیر اللہ دتہ شامل تھے بعض کو دو سال اور بعض کو چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپیل کے سلسلے میں میانوالی گئے۔ رات کو دیر سے گاڑی جا پہنچی بسادگی کا یہ عالم کہ اسٹیشن ہی سے سیدھے انگریز سیشن جج کے بنگلے پر چلے گئے کہ رات ہی رات اس کو حقیقت حال تسلی سے سنالیں گے۔ عدالت میں تفصیل کا موقع نہ ملے گا۔ دروازے پر سنتری نے روکا اور کہا باباجی یہ وقت ملاقات کا نہیں صاحب آرام میں ہیں اس وقت اونچی آواز بھی نہ نکالیں کہیں وہ جاگ پڑا تو مجھے معطل کر دے گا اور آپ کی بھی خیر نہیں۔ آپ نے فرمایا ہم درویش لوگ ہیں دین کی خاطر تکلیف اٹھا رہے ہیں ہم حق پر ہیں اور جن لوگوں پر دعویٰ ہے وہ بے قصور ہیں۔ آپ کی آواز بڑی بھاری اور گرجدار تھی۔ اچانک سیشن جج جاگ پڑا اور باہر آ گیا۔ آپ کو دیکھ کر بڑے نرم لہجے میں کہنے لگا باباجی اس وقت تو ہمارے بنگلے پر کوئی بھی نہیں آسکتا۔ آپ

کیسے آگئے۔ آپ نے اسے حال سنایا اور فرمایا ہمارا کام کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید ترقی دے گا۔ اور ہماری دعائیں ہمیشہ تمہیں فائدہ دیں گی۔ اس نے کہا بابا جی اب آپ آرام کریں میں بھی آرام کرتا ہوں کل عدالت میں درخواست پر غور کروں گا۔

سزائیں خصوصی تخفیف

بھکر کے تمام دکلا، نے منع کیا تھا کہ کیس بڑا سخت ہے اس کے مطابق سزا کم ہے اپیل نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ سزائیں اضافہ ہو جائے بہر حال فقیر صاحب نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپیل دائر کر دی۔ انگریز سیشن جج عدالت میں آیا تو ادھی رات کے وقت بنگلے پر ملنے والے دردیش بزرگ کو دیکھ کر قدرے مسکرا کر حیرت کا اظہار کیا مگر درخواست پر غور کر کے بلا تامل دو سال سزا کو چھ ماہ اور چھ ماہ کو دو ماہ کرنے کا حکم دیا۔ فقیر صاحب نے کمرۂ عدالت میں اسے ادنیٰ آواز سے دعائیں دیں اور شکر یہ ادا کیا۔

حضرت مولانا غلام حسن سواگ رحمتہ علیہ کا اظہارِ مملوری

حسن اتفاق سے ان ہی ایام میں جبکہ ہمارے بزرگ میاں نوالی جیل میں قید و بند کی تکلیف برداشت کر رہے تھے حضرت مولانا غلام حسن سواگ رحمتہ علیہ بھی شیعوں کی سازش سے ایک قتل کے کیس میں بلا تصور میاں نوالی جیل لائے گئے۔ آپ ہمارے خاندان کو اچھی طرح جانتے تھے۔ جیل کی بیرک میں جب دردیش بزرگوں کو دیکھا تو ان کی آنکھوں سے

آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے داد میرے قلبی دوست آپ پر پڑی
 آزمائش آگئی اور افسوس یہ کہ اس وقت میں آپ کی کوئی امداد نہیں کر سکتا
 دین اسلام کی خاطر آئے ہو اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ہو۔ کچھ دنوں بعد
 حضرت مولانا غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ جیل سے باہر آگئے اور پھر عدالت
 نے باعزت طور پر انہیں بری کر دیا۔

سفرِ آخرت

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر اور اسلاف کی
 پاکیزہ روایات کو عروجِ کمال تک پہنچایا۔ اپنے اخلاق و کردار سے صدق
 اور حقانیت کا پرچم بلند کیا۔ فقر و درویشی کا حسین عملی نمونہ پیش کر کے
 فقرِ محمدی کی عظمتوں کو اجاگر کیا اور خلقِ خدا سے شفقت و رحمت کا
 مثالی سلوک کیا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے سجدے کی حالت
 میں سبحان ربی الاعلیٰ کا ورد کرتے ہوئے اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔
 آپ کی وصیت اور تمنا کے مطابق حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
 کے قدموں کی سمت میں آپ کو دفن کیا گیا۔ نچتہ انداز سے اور قرآن کی
 رُو سے آپ نے تقریباً ۱۹۲۵ء میں وصال فرمایا۔

جسدِ خاکی صحیح سلامت

آپ کے وصال سے بیس پچیس سال بعد آپ کے صاحبزادے
 فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال کیا تو آپ کی قبر سے متصل
 ان کی قبر کھودنے کے دوران آپ کی لحد کھل گئی اور خوشبو آنے لگی۔

قبر کھودنے والوں نے کچھ مٹی ہٹائی تو کفن صحیح سالم نظر آیا۔ جب انہوں نے منہ سے کفن ہٹایا تو سبحان اللہ تروتازہ جسم چمکتا ہوا چہرہ ماتھے پر تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا۔ انہوں نے فوراً حاجی فقیر قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو چچا حاجی فقیر غلام اسحاق ہیں پھر قبر بند کرادی گئی اور ساتھ قبر نہ کھدوائی گئی۔ آپ کی قبر پر دو شعر لکھے ہوئے ہیں ایک ثنوی شریف کا شعر ہے اور دوسرا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

۱- سایہ یزداں بود بندہ خدا

مردہ ای علم و زندہ خدا

۲- ہرگز نیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر حسبیدہ عالم دوام ما

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی شادی اپنے چچا حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ مرحوم کی وفات کے بعد آپ نے قصبہ بہل کے اراہیں خاندان کی ایک نیک سیرت خاتون سے دوسری شادی کی جن کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کتاب کی سابقہ ترتیب اور عمر کے تقاضے کے لحاظ سے حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں پہلے حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ پھر حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

درج کئے جاتے۔ مگر راقم الحروف نے ذرا تبدیلی کرتے ہوئے پہلے حضرت
 فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور تاحال آپ کی اولاد کے حالات کو درج
 کیا ہے۔ کیونکہ آپ کے حالات میں حضور قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ
 گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی بیعت کا تذکرہ ہے۔ نیز استاذ العلماء
 حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کے حالات درج ہیں جو خاندان کے
 اہل علم و فضل افراد کے استاذ محترم ہیں۔ چنانچہ اب حضرت فقیر غلام اسحاق
 رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں پہلے حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ
 اور تاحال آپ کی اولاد کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد
 حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر
 اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ اور تاحال ان کی اولاد کے حالات درج کئے
 جائیں گے۔

حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے
 دوسرے گھر سے دوسرے فرزند تھے۔ راقم الحروف کو آپ کی زیارت
 کا شرف حاصل ہے۔ آپ مناسب قد و قامت سفید گندی رنگ
 چکدار کشادہ پیشانی موٹی سیاہ آنکھیں، پر و قار چہرہ اور نورانی شکل و
 صورت رکھتے تھے۔ سر پر دستار باندھتے اور چھوٹا سا شملہ رکھتے
 جس سے فقر و درویشی کی ایک عجیب شان نظر آتی۔ حضرت فقیر حافظ
 غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر بزرگوں کی سراپا تصویر تھے۔ فقر و استغناء
 توکل علی اللہ، زہد و قناعت، ذکر و فکر اور عشق و محبت آپ کے خاص

اوصاف تھے۔ جب آپ مسجد میں نماز کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اس پاس کی گلیوں سے گزرنے والے لوگ ٹھہر کر آپ کی تلاوت سے محفوظ ہوتے اور محلے کے چھوٹے بچے بھی خاموش ہو کر آپ کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ عشاء پڑھ کر نوافل میں قرآن مجید شروع کیا اور صبح صادق کے وقت ختم کر لیا۔ آپ کی تلاوت میں جاذبیت اور کشش کا یہ عالم تھا کہ ہر مکتب فکر کے لوگ منہمک ہو کر آپ کی اقتداء میں نوافل ادا کرتے اور پوری رات عبادت میں گزار دینے سے تھکان محسوس نہ کرتے۔ ایک مرتبہ بھکر شبینہ کی تقریب منعقد ہوئی جس میں دور دراز علاقوں سے حفاظ قرآن شریک ہوئے۔ جب آپ نے تلاوت کی تو مجلس پر خاص ذوق طاری ہوا اپنا پتہ بھکر کے مشہور خطیب اور عالم قاضی عبداللہ مرحوم کہنے لگے حق تو یہ ہے کہ جس طرح آپ نے قرآن پڑھا ہے دل گواہی دے رہا تھا کہ ابھی قرآن نازل ہو رہا ہے۔ آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ عالم رویا میں مشہور قاری و صحابی رسول اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے قرأت و تجوید کی سند عطا فرمائی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مہر ثبت فرمائی۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد کو تمام فرزندوں سے آپ کے ساتھ زیادہ محبت تھی اس لئے انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ آپ نے ناظرہ قرآن مجید گھر ہی میں پڑھا۔ ابتدائی فقہی مسائل

سیکھے اور کچھ قرآن مجید بھی حفظ کیا۔ پنچگرائی کے قریب لستی مائی روشن میں سید جند و ڈا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن بڑا مشہور تھا۔ شاہ صاحب مرحوم حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زلی شریف کے خلیفہ مجاز تھے اور دینی تعلیم و تدریس میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد کی اجازت سے وہاں درس میں داخل ہو کر قرآن مجید حفظ کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد شاہ صاحب مرحوم وفات پا گئے۔ تو آپ حفظ قرآن کی تکمیل کے لئے ٹھٹھی حمزہ علامہ سناواں ضلع مظفر گڑھ میں حافظ عطا محمد مرحوم کے درس میں داخل ہوئے اور کافی عرصہ قیام کر کے قرآن مجید مکمل حفظ کیا۔

گھوٹہ (ملتان) کے مشہور مدرسہ میں داخلہ

ملتان کے مضافات لستی گھوٹہ میں حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تعلیم و تدریس کے لحاظ سے شہرت کے عروج پر تھا۔ آپ دینی کتابوں کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدہ میں بھی آپ مشغول رہتے۔ حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاق و اوصاف سے بڑے متاثر ہوئے اور آپ کے حال پر خاص مہربانی فرمانے لگے۔

بچپن ہی سے آپ کو بزرگانِ دین کے اعزاز اور مزارات پر حاضری کا بڑا شوق تھا۔ تعلیم کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھتے۔ اسباق کا ناغہ بھی ہو جانا اور اساتذہ کرام محسوس بھی کرتے۔ گھوٹہ

میں آپ نے مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف تک کتابیں پڑھیں تو ورد و ظائف، تخلیہ میں ریاضت اور مزارات پر حاضری کا شوق کچھ زیادہ غالب ہو گیا۔ حضرت شیخ الجاموہ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے مزاج سے واقفیت رکھتے تھے فرمانے لگے حاقظ صاحب آپ درویش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی طبیعت پر سلوک و تصوف کا غلبہ ہے یہ درس و تدریس اور تکمیل علوم تو مکمل توجہ اور یکسوئی کے بغیر مشکل ہے۔ اس کے بعد آپ نے مزید تعلیم حاصل نہ کی اور زیادہ توجہ تزکیہ نفس اور ریاضت کی طرف مبذول کی۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

اگرچہ آپ اپنے والد گرامی حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے تاہم بلندی ہمت اور ذوق طلب کے پیش نظر مقبولان خدا کی تلاش میں رہتے اور گوہر مقصود حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت سے بزرگوں کی زیارت کی جو اپنے دور میں صاحب فیض و کمال تھے۔ نقشبندی سلسلے کے کچھ بزرگوں سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی اور کچھ دوسرے بزرگوں کے پاس بھی آپ جا پہنچے۔ مگر ہر مقام پر اپنے والد ماجد کا ایسا تصرف محسوس کرتے کہ وہاں سے طبیعت اچاٹ ہو جاتی۔ راقم الحروف کے والد مرحوم جو عموماً سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے آپ سے روایت کرتے تھے کہ آپ جس بزرگ کے ہاں قیام کرتے عموماً رات کو خواب میں دیکھتے کہ آپ کے والد ماجد

نماز پڑھا رہے ہیں اور وہ بزرگ ان کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں۔ صبح اٹھتے تو وہاں طبیعت قرار نہ پکڑتی اور گھر واپس آجاتے۔

قادری بزرگ سے ملاقات

ڈیرہ اسماعیل خان کے شمال میں کڑی خسور نامی گاؤں میں قادری سلسلہ کے مہمّر بزرگ بابا نور قادری رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے جن کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ ان کی مہنویں لٹک کر رخساروں پر آپڑی تھیں اور وہ انہیں اٹھا کر کسی چیز کو دیکھ سکتے تھے۔ یہ بزرگ ایک حجرے میں تنہا رہتے اور بڑی مشکل سے کسی ملاقات کرتے۔ عموماً خدام ان کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے اور حاجتمند حجرے کے باہر کھڑتے۔

آپ کہیں میرا حکم ہے

حضرت بابا نور قادری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آپ کڑی خسور حاضر ہوئے۔ بابا صاحب کو خدام نے اطلاع دی تو فرمایا انہیں اندر لے آؤ۔ آپ حجرے میں داخل ہوئے تو ملاقات کے بعد کہنے لگے جناب میرا عرض ہے فقیر صاحب فرمانے لگے آپ اس طرح فرمائیں کہ میرا حکم ہے۔ آپ اس طرح کہنے پر تیار نہ تھے مگر فقیر صاحب کے اصرار پر آخر عرض کیا کہ میرا حکم ہے۔ فرمانے لگے بتائیں! آپ نے کہا اللہ کا نام سیکھنے آیا ہوں۔ یہ سن کر فقیر صاحب جوش میں آکر فرمانے لگے حافظ صاحب! تمہارے والد ماجد کا بہت بلند مقام

ہے میری کیا جرات کہ میں آپ کو کچھ تلقین کروں۔ ساتھ ہی یہ فرمایا: مطمئن رہو۔ آپ کو ایک گیلانی بزرگ سے گوہر مقصود ملے گا۔ وقت کی انتظار کرو۔ مزید تلاش کی مشقت نہ اٹھاؤ اور اپنے والد ماجد کے بتائے ہوئے وظائف پر پابندی رکھو۔ قادری بزرگ کی پیش گوئی سے آپ کو اطمینان تو ہوا مگر انتظار کی گھڑیاں بسر کرنا مشکل ہو گیا۔

حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قادری بزرگ کی پیش گوئی سنی تو آتش شوق مزید بھڑک اٹھی اور گوہر مقصود کے حصول کے لئے بے تابی میں اضافہ ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانگرہ ضلع مظفر گڑھ میں تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی تو آپ جذبہ شوق و طلب میں محو ہو کر انتظار کرنے لگے۔ گھوٹہ میں حضرت شیخ البجا مومہ مولانا غلام محمد گھولوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی وساطت سے قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و استفادہ کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور وعدہ فرمایا کہ میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گا اور تمہارے بارے میں توجہ کے لئے حضور کی خدمت میں عرض کروں گا۔

اے نقائے توجواب ہر سوال

حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخلص عقیدتمند نواب عبداللہ خان مرحوم کے ہاں خانگرہ تشریف لائے تو علماء و صوفیاء، امرار اور

عوام الناس کا بے پناہ اجتماع ہو گیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ زیارت کے لئے سیلاب کی طرح اٹھ آئے۔ بیعت کے لئے کئی گز لمبا کپڑا خدام کے ہاتھ میں ہوتا لوگ اسے پکڑ لیتے اور بیعت ہو جاتی۔ فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دور سے زیارت کی تو دل نے گواہی دی کہ مقدر چمکنے والا ہے۔ ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی ہوا کہ آپ تو سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے بزرگ ہیں۔ قادریہ سلسلہ میں بیعت کی تمنا کس طرح پوری ہوگی حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مشکل سے قریب پہنچ کر آپ کو بیعت کے لئے پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔ حضور یہ حافظ صاحب درویش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈاکرو شافل ہیں اور جناب سے بیعت کی استدعا کرتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف نظر اٹھائی، توقف فرما کر ارشاد فرمایا انہیں کل بیعت کروں گا۔ آپ بڑے متفکر ہوئے کہ یہاں بھی شاید وہی معاملہ ہے کہ آباؤ اجداد حضرات کی مرضی نہیں یا کوئی اور رکاوٹ ہو گئی ہے۔ ساری رات آپ پریشان رہے۔ صبح سویرے وظائف پڑھنے کے دوران حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا وہ کل والے حافظ صاحب کہاں ہیں انہیں بلا لیجئے۔ حضرت شیخ الجامعہ بڑی تیزی سے باہر آئے اور آپ کو تلاش کر کے حضور کی خدمت میں لے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال تھا کہ آپ مجھے سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمائیں کیونکہ ہمارے آباؤ اجداد اس سے منسلک ہیں اور میرا طبعی ذوق بھی تقاضا کرتا تھا۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی این رات سوپر دم

آپ حاضر ہوئے تو حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، آپ کے آباؤ اجداد سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں؛ آپ نے عرض کیا جی ہاں حضور! فرماتے لگے مجھے سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت کرنے کی اجازت ہے اور میں آپ کو سلسلہ قادریہ ہی میں بیعت کروں گا۔ آپ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تو حضور ہاتھ پکڑ کر کافی دیر کچھ پڑھتے رہے اور بعد میں ارشاد فرمایا۔ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی این رات سوپر دم" یعنی اے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اسے میں نے آپ کے حوالے کر دیا۔ حضور نے آپ کو وظائف تلقین فرمائے۔ تکمیلِ علم نہ کر سکنے کے بارے میں آپ نے عرض کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا اشعۃ اللمعات فارسی شرح مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف اور تفسیر حسینی کا مطالعہ رکھا کرو بس تم عالم ہو۔

بیعت ہونے پر والد ماجد کا اظہارِ مسرت

آپ بیعت ہو کر گھر آئے تو حسبِ معمول والد ماجد نے دریافت فرمایا حافظ صاحب بیعت ہو آئے۔ آپ نے سارا حال بتایا تو خوش ہو کر فرماتے لگے۔ الحمد للہ تمہیں حضور غوث پاک قدس سرہ کی اولاد سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ تمہیں بیعت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا یہ اسی خاندانِ پاک کی شان ہے جس کے دامن سے تم وابستہ ہوئے۔ انشاء اللہ دین و دنیا کی سعادتوں سے مشرف ہو گے۔

کوئی موقعہ نکل سکے تو مجھے بھی اپنے پیڑ کاہل کی زیارت کرانا۔

سناروں میں چودھویں کا چاند

حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان شریف سے واپسی پر کنڈیاں ملتان ریلوے لائن کے ذریعے بھکڑے سے گزرنے لگے تو آپ نے اپنے والد ماجد حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اس راستے سے تشریف لارہے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ بھکڑا سٹیشن پر عقیدتمندوں کا ہجوم تھا۔ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے الگ ایک جگہ پیٹ فام پر کھڑے تھے گاڑی پہنچی تو لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے تاکہ آپ تک رسائی حاصل کریں۔ حضور قبلہ عالم جس ڈبے میں تشریف فرما تھے وہ حضرت فقیر صاحب کے بالکل سامنے آڑ کا۔ اور جب کھڑکی کھولی گئی تو فقیر صاحب، قبلہ عالم گولڑوی کے بالکل سامنے تھے جب لوگوں کا ہجوم ہلکا ہوا تو فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے قدم آگے بڑھائے اور ملنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لوگوں کو آگے سے ہٹ جانے کا حکم فرمایا اور اونچی آواز سے فرمایا یا جی السلام علیکم فقیر صاحب نے مصافحہ کیا۔ حضور نے خیر و عافیت پوچھی اور نظر شفیقت فرمائی۔ گاڑی روانہ ہو گئی تو حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند عزیز سے فرمایا حافظ تمہیں مبارک ہو۔ تمہارے پیر کے متعلق جس طرح سنا اس سے زیادہ پایا۔ یہ سارے جہان کے پیر ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ
 میں نے اس وقت رٹے زمین کے تمام اولیائے کرام پر نظر ڈالی ان
 میں تمہارے پیر کابل یوں نظر آئے جیسے ستاروں میں چودھویں کا
 چاند ہوتا ہے۔ گرامی قدر والد ماجد نے حضرت فقیر حافظ غلام محمد
 کے حسن انتخاب پر مہر تصدیق ثبت کی تو انہیں بے حد خوشی ہوئی
 اور قلبی مسرت حاصل ہوئی۔

خاندان کے محض عظیم

قانون قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی وجہ سے
 ان کی اولاد اور متعلقین سے خاص مہربانی فرماتا ہے۔ اور ان کی امانتوں
 کی حفاظت کا انتظام فرماتا ہے۔ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے ذریعے ان نیکیوں کے
 خزانے کو محفوظ کیا جن کے آباؤ اجداد میں ایک صالح بزرگ گزرے
 تھے۔ علم و معرفت کا خزانہ تو مال و دولت سے بہت زیادہ اہمیت
 رکھتا ہے۔ ایسے اہم اور قابل قدر خزانے کی حفاظت یقیناً اللہ تعالیٰ
 کے خاص فضل و کرم سے ہو سکتی ہے۔ جس طرح بیان کیا جا چکا ہے
 بحمد اللہ ہمارے آباؤ اجداد میں صالحین کی ایک ایسی جماعت گزری ہے
 جس نے پوری زندگی رضائے الہی کے حصول میں بسر کی۔ علم و معرفت
 کے انوار سے معاشرے کو منور کیا اور فقر و ولایت کی عظمتوں کو
 برقرار رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبول صالحین کے خزانہ علم و معرفت
 کی حفاظت کا ارادہ فرمایا تو اپنے فضل و کرم سے تحفظ کے اسباب

پیدا فرمائے چنانچہ کئی پشتوں تک سلسلہ فقر و ولایت جاری رہا۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے تحفظ کے نمایاں سبب کے طور پر حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ توفیق اور سعادت نصیب ہوئی کہ وہ بادشاہِ فقر و ولایت سلطان الاولیاء عوثِ اعظم محبوبِ بحالی سیدنا شیخ عبدالقادر حیدرستانی رحمۃ اللہ علیہ کے لختِ جگر اور نورِ نظر میدانِ علم و عرفان کے شہسوار، فقر و ولایت کے تاجدارِ قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دامانِ لطف و کرم سے وابستہ ہوئے اور اپنے خاندان کو درگاہِ غوثیہ گولڑہ شریف کی عقیدت اور نیاز مندی سے مشرف کیا۔ خاندان پر یہ آپ کا احسانِ عظیم ہے جس کا شکریہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس احسان کی جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

آپ کی بیعت پر خاندان کے بعض بزرگوں اور عوام الناس کا اظہارِ تعجب

ہمارے خاندان میں چونکہ باہر کسی جگہ بیعت ہونے کا معمول نہ تھا اور یہ سلسلہ اپنے بزرگوں تک ہی محدود تھا اس لئے آپ کے بیعت ہونے پر خاندان کے بعض بزرگوں اور عوام الناس نے اظہارِ تعجب کیا۔ بعض حضرات نے تاثر دیا کہ حافظ صاحب نے ہمارے فقر کی چار دیواری کو گرا دیا ہے، بعض سے سنا گیا کہ آپ نے بیعت کر کے ہمارے خاندانی سلسلہ کو ضعیف پہنچایا ہے۔ اسی طرح علاقہ کے لوگوں نے بھی اس بارے میں مختلف تاثرات کا اظہار کیا اور اپنے بزرگوں

کے علاوہ کہیں سے فیض حاصل کرنے کو تعجب کی نظر سے دیکھا۔ آپ کے صدق و اخلاص کی برکت تھی اور شیخ طریقت کی توجہ تھی کہ اس قسم کے کسی تاثر سے آپ متاثر نہ ہوئے اور محبت و عقیدت میں استقامت کے مقام پر فائز رہے۔ رفتہ رفتہ خاندان کے اکثر افراد کو اللہ تعالیٰ نے سعادت بخشی کہ وہ دربار گولڑہ شریف سے عقیدت رکھنے لگے۔ اور بیوت سے مشرف ہو گئے۔ آپ جانتے تھے کہ علم و معرفت اور فقر و تصوف کے حصول میں اس قسم کے اعتراضات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور معاصرین کی تنقید بھی گوارا کرنی پڑتی ہے۔ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شمس العارین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو آپ کے خاندان کے بعض افراد نے بھی یہی اعتراض اٹھایا تھا۔ اسی طرح حضرت پیر امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ چوتیاں والے جن کا ذکر خیر گزر چکا ہے۔ جب حضرت خواجہ خدابخش خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو آپ کے خاندان والوں نے آپ کو طعنہ دیا اور اعتراض کئے۔ بزرگوں کی سیرت میں اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں۔ معرفت الہی کی دولت کہیں سے بھی ملے اس کو حاصل کرنے میں سعادت اور نیک نعتی ہے اور پھر تمام بزرگان دین اور طریقت کے تمام سلسلے دراصل ایک منزل مقصود تک جا پہنچتے ہیں جس میں غیرت، تفریق اور اختلاف کا کوئی تصور نہیں اس لئے وہ لوگ بڑے باہمت اور صاحب عزم ہیں جو اس قسم کے خدشات سے بلند و بالا ہو کر محبوب حقیقی کی طلب میں رواں دواں رہتے ہیں اور اس کے ایوان رحمت سے خیر طلب کرنے میں جدوجہد جاری رکھتے ہیں۔

آپ کی علمی بصیرت

حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظرِ کرم فرمائی تو اس کے بے شمار اثرات اور برکات ظاہر ہوئے اگرچہ آپ علوم و فنون کی تحصیل نہیں کر سکے تھے مگر شرعی مسائل پر آپ کو عبور تھا۔ اس لئے آپ کے وعظ و نصیحت میں بڑی جامعیت اور تاثیر تھی اور آپ کی گفت گو بڑی مدلل اور معقول ہوتی۔ جب آپ سرحد کے علاقہ میں بمقام رنگپور جنوبی قیام رکھتے تھے تو خواجہ محمد عثمان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف کے خلیفہ مجاز مشہور عالم قانونیچہ امیری کے مولف مولانا محمد امیر دامانی مرحوم سے ایک مرتبہ تراویح کے درمیان باواز بلند مردوبہ درود و سلام پر بات چل پڑی۔ انہوں نے اس طرح درود و سلام کو بدعت قرار دیا تو آپ نے فرمایا آیت مبارکہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں درود و سلام پڑھنے کا واضح حکم ہے اور آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنے کی کوئی تخصیص نہیں اگر بلند آواز سے سلام پڑھنے کی قرآن و حدیث سے ممانعت ثابت ہو تو پیش کریں بصورت دیگر آہستہ اور باواز بلند سلام پڑھنا آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔ مولانا محمد امیر مرحوم یہ استدلال سن کر خاموش ہو گئے اور پھر کبھی آپ کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث نہ کی۔

اسی طرح ایک مرتبہ گڑہ کھوکھراں نزد موسیٰ زئی کے عقیدتمندوں غلام حسین کھوکھرا اور غلام حسن کھوکھرا کے دوست اور درابن کلاں کے معزز شخص حاجی غلام شاہ مرحوم کی دعوت پر آپ تشریف لے گئے

تو شاہ صاحب نے سوال کیا کہ زندہ بزرگوں سے فیض حاصل کرنا تو غیر درست ہے مگر آپ حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر کیا حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اصل فیض حاصل کرنا تو روح سے ہوتا ہے کیونکہ ظاہری جسم روح کے تابع ہے۔ وفات کے بعد روح باقی رہتی ہے بلکہ ترقی کر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف کی دسے عام مومن کی قبر پر بھی سلام کا حکم ہے اگر روح کو بقائے ہوتی تو بے شعور جسم پر سلام کرنے کا کیا فائدہ ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ زندہ بزرگ بھی روحانی قوت سے فیض عطا کرتا ہے اور فوت شدہ بزرگ کی روح بھی زندہ ہوتی ہے اور فیض پہنچا سکتی ہے۔ پس اس سے فیض حاصل کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

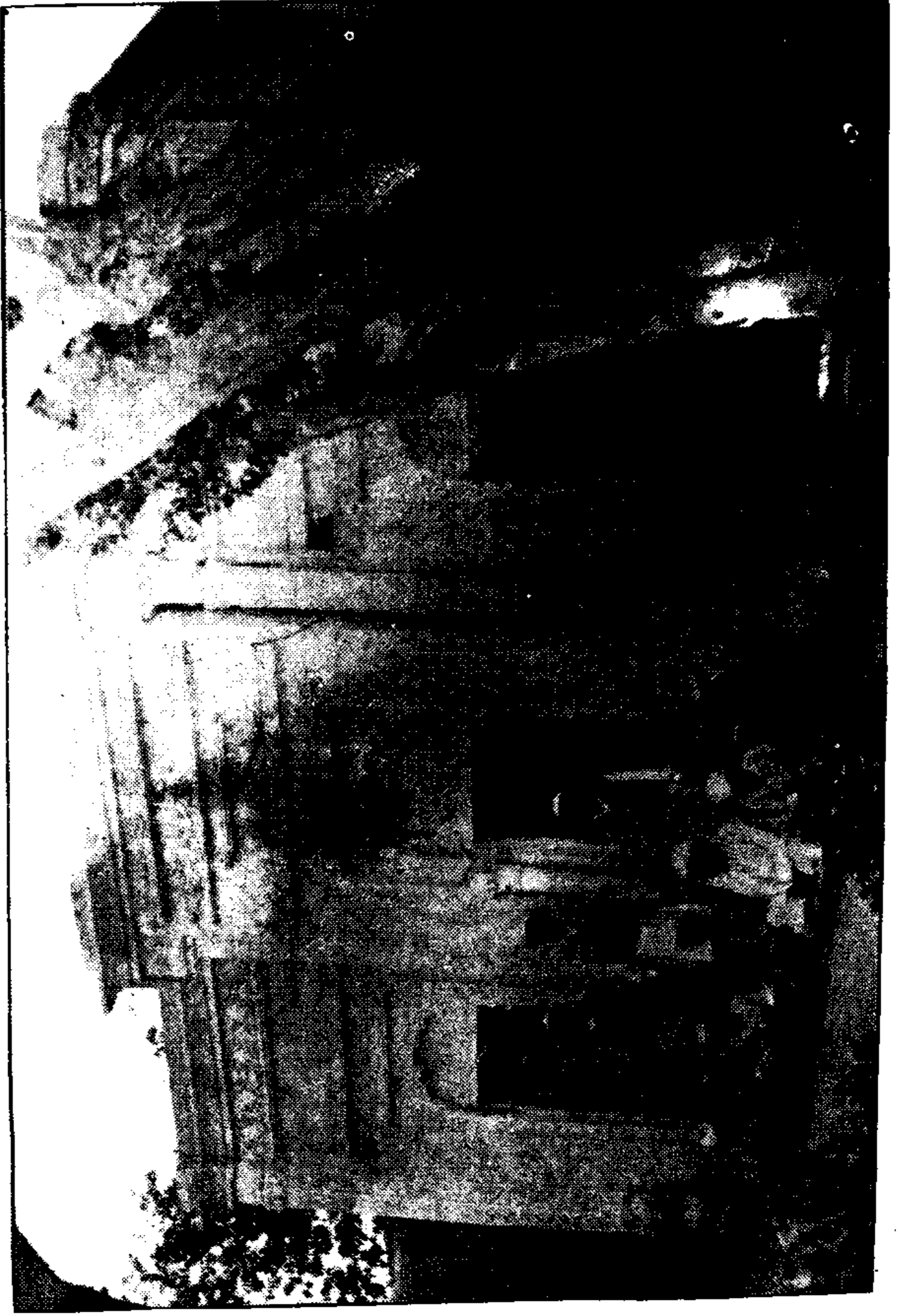
شاہ صاحب مرحوم لاجواب ہوئے تو کہنے لگے لوگ قبروں پر میلہ لگاتے ہیں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور جاہل لوگ کہتے ہیں قبر والا سب کچھ دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم جاہلوں کے ذمہ دار نہیں۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ زیارتِ قبور شرعی طریقے کے مطابق ہو۔ عورتیں اپنے محرم کے ساتھ جائیں اور پردہ کی پابندی کریں۔ مسنون طریقہ کے مطابق ایصالِ ثواب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے حاجت طلب کی جائے البتہ بزرگ کے توسل میں کوئی حرج نہیں۔ شاہ صاحب مرحوم آپ کی گفتگو سے بڑے متاثر ہوئے آپ کے دوست بن گئے اور پھر آپ سے ملنے کے لئے آئے۔

ایک مرتبہ مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے پر عام خاص باغ میں مولوی غلام اللہ خان تقریر کر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ بھی

وہاں موجود تھے۔ مولوی غلام اللہ خان نے کہا قبروں پر جانے والے مشرک ہیں اور انہوں نے بزرگوں کو خدا بنا رکھا ہے ساتھ ہی یہ آیت پڑھی۔
 اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وُرَهْبَانَهُمْ اَدْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ
 آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا خدا کا خوف کرو اہل کتاب کے بارے میں نازل شدہ آیت کو تم مسلمانوں پر چسپاں کر رہے ہو کیا توحید بیان کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اس پر جلسہ میں مشرک مزید کچھ لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور مولوی غلام اللہ خان کے تشدد آمیز رویے کے خلاف آواز بلند کرنے لگے آخر مولوی صاحب کو تقریر بند کرنا پڑی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے تقریر شروع کر کے لوگوں کو بٹھانے کی کوشش کی۔

مسجد کی تعمیر

حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات میں مسجد کی تعمیر کو اس لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے کہ آپ نے ذاتی زرعی رقبہ فروخت کر کے مسجد کی تعمیر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ زمین کی فروخت پر علاقہ کے ایک زمیندار نے آپ سے کہا کہ آپ بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر جائیں گے۔ یہی زرعی زمین تو آپ کا سارا اثاثہ تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا مجھے لوگوں سے چندہ مانگ کر خانہ خدا تعمیر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس کی مہربانی سے انہیں زمین بھی بل جائے گی۔ بستی بختاورد کے شمال مشرقی حصے میں ہمارے آبائی محلے سے متصل جنوب میں یہ مسجد



فقیر خاندان کے محلے سے متصل مسجد تعمیر نو کے بعد فقیر خاندان کے تمام بزرگ
اسی جگہ پر نماز ادا کرتے رہے۔

اسی جگہ تیار کرائی گئی جہاں سے پہلے حضرت فقیر میاں علی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری پر کچی مسجد بنائی گئی تھی اور بعد میں حضرت فقیر غلام حید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد کے مقبرہ کی تعمیر کے موقع پر اسی جگہ پختہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۸ء میں اس مسجد کو تعمیر کرایا اور مشہور معمار مستری غلام رسول ساکن سپرا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے خاص توجہ سے اس کی آرائش اور زیب و زینت کا کام سرانجام دیا۔ علاقائی سطح پر تعمیر و آرائش کے لحاظ سے یہ مسجد ایک خوبصورت قابل دید نمونہ قرار پائی۔ ۱۹۴۰ء میں پھر اسی جگہ موجودہ مسجد تعمیر ہوئی جو اب تک قائم ہے۔

موجودہ مسجد کی بیرونی چار دیواری کے دروازہ پر جو شمالی جانب ہے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما

اس مسجد کی تولیت، امامت اور دیکھ بھال ہمارے خاندان

سے وابستہ ہے۔

متعلقین کی اصلاح و تربیت

اپنے بزرگوں کے حلقہ ارادت سے منسلک لوگوں کی اصلاح و تربیت میں آپ کے حکمت آمیز مواعظِ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ کو بڑا دخل تھا۔ اخلاص و محبت اور حسن اخلاق کے ذریعے آپ نے جس سادہ اور مؤثر طریقے سے متعلقین کی رہنمائی کی بلاشبہ وہ آپ

کے آباؤ اجداد کی تبلیغی جدوجہد کا نمونہ کامل تھا۔ اپنے بزرگوں کے حلقہ ارادت کو مزید پھیلانے میں بھی آپ کی سیرت و کردار کا گہرا اثر ہے۔ سرحد کے علاقے میں زیادہ تر سلسلہ آپ کی وجہ سے پھیلا۔ آپ جب سرحد کے علاقہ دامان تشریف لے جاتے تو دیہاتی علاقوں سے سینکڑوں لوگ آپ کی زیارت کے لئے جمع ہوتے گره کھڑاں، جھوک مستو خان اور رشید آپ کے عقیدتمندوں کا مرکز تھا۔ رشید کے غلام سرور خان کلاچی بلوچ مرحوم آپ کے مخلص اور جاں نثار خادم تھے۔ ان کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو گئی مگر اولاد تریبہ نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے دعا فرمائی اور ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام حافظ غلام صدیق ہے۔ سالوں خان کلاچی بلوچ ساکن رشید بھی آپ کے مخلص عقیدتمندوں میں سے ہے۔

وصال پر ملال

رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ میں آپ نے قصبہ بہل میں قرآن مجید تراویح میں سنایا اور وہاں پر ہی علیل ہو گئے۔ آپ کے فرزند ابرار استاذ العلماء مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا۔ آج رات سحری سے کچھ دیر پہلے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ کتب حدیث صحاح ستہ کے مؤلفین محدثین کرام اور جلالین شریف کے ہر دو مؤلف علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ جلال الدین

محلّی بھی موجود ہیں اور مجھے اپنی کتابوں کی سند عطا فرماتے ہیں۔ یہ تمہارے لئے بشارت ہے کہ تمہارا علم مقبول ہے جو میرے نامہ اعمال میں لکھا گیا ہے۔ علالت کی حالت میں آپ کو بستی بختا اور لایا گیا۔ علاج اور دوا سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوا اور طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ علالت کی شدت کے باوجود نماز ادا فرماتے اور ذکر میں مشغول رہتے۔ وصال سے کچھ دیر پہلے ہاتھ اٹھا کر سلام فرماتے اور دھیمی آواز سے فرماتے پیر صاحب قبلہ کی موٹر آگئی ہے موٹر کے لئے راستہ بناؤ۔ اس وقت آپ اپنے شیخ طریقت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمالِ باکمال سے مشرف ہوئے تھے۔ ذوقِ محبت کی اسی کیفیت میں سات شوال ۱۳۶۸ھ اسیم ذات کا ورد کرتے ہوئے آپ کی روح پرواز کر گئی۔

آپ کی نمازِ جنازہ حضرت فقیر حاجی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور آپ کو اپنے والد گرامی حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن کیا گیا۔ آپ کی لوحِ مزار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

نہ کیوں رحمتِ حق کی بارش ہو یاں پر
یہاں سوراہا ہے غلامِ محمد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا فرمائے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ حضرت مولانا سید احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا شتاق احمد صاحب مدظلہ اب ان حضرات کا تفصیلی تذکرہ ملاحظہ ہو۔

استاذ العلماء مفتی اعظم حضرت مولانا فیض احمد صاحب

حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ ہمارے خاندان کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ آپ نے علم و عمل اور کردار کی بلندی سے اپنے اکابر بزرگوں کے نام کو روشن کیا اور خاندانی عظمت و وقار کو چار چاند لگائے۔ آپ نے جہاں اپنے خاندان سے اور متعلقین کے حم غفر کو علم و حکمت سے مالا مال کیا وہاں دوسرے ہزاروں افراد کو بھی علوم و فنون کے فیوضات و برکات سے مشرف کیا۔ نصف صدی کا طویل عرصہ مسلسل تبلیغ، تدریس، تصنیف و تالیف، اصلاح و تربیت، اتحاد بین المسلمین، تہذیب اخلاق، ترویج شریعت و طریقت کی عظیم الشان خدمات سرانجام دے کر آپ نے علمی اور روحانی قبولیت و شہرت کا بلند مقام حاصل کیا۔ آپ بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، مکالم، مدرس، خطیب، مفتی، صوفی، درویش، بلیغ النظر، مجتہدانہ بصیرت کی مالک وہ شخصیت ہیں جس کے علمی و اصلاحی کمالات کو تمام اسلامی مکاتب فکر کے اہل علم و بصیرت خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ آپ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگردوں کی کثیر تعداد پاکستان کے طول و عرض اور دوسرے اسلامی ممالک میں تبلیغ و تدریس اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ آپ اپنے علمی و تحقیقی فتاویٰ فصیح و بلیغ مواعظِ حسنہ اور علوم تصوف میں بصیرت کی بنا پر اہل علم و سلوک کے نزدیک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے قحط الرجال میں آپ کا وجود مسعود

نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمرِ خضر عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین! اب آپ کے تفصیلی حالات ملاحظہ ہوں۔

ولادت

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ گیارہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق بائیس ماچ ۱۹۲۱ء سوموار چاشت کے وقت متولد ہوئے آپ کے آباؤ اجداد کے مرشد حضرت عاشق خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے دو بزرگوں نے جو سردی کے موسم میں مشرقی افغانستان سے ڈیرہ اسماعیل خان آیا کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کو آپ کی ولادت سے پہلے بشارت دی تھی کہ حضورِ غوث پاک قدس سرہ اور حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کو یکے بعد دیگرے دو فرزند عطا فرمائے گا۔ یہ بھی ساتھ تاکید فرمائی کہ ان کے نام ہمارے ناموں پر رکھنا۔ ان بزرگوں کے نام فیض احمد اور سید احمد تھے۔ ان حضرات کی بشارت کے مطابق کچھ عرصہ بعد آپ پیدا ہوئے اور آپ کا نام فیض احمد رکھا گیا۔

آپ کی پیدائش پر خاندان کے بزرگوں کا اظہارِ مسرت

حضرت قبلہ فقیر بن خوردار رحمۃ اللہ علیہ جو مجذوب بزرگ تھے، آپ کی پیدائش سے چند روز پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کو چمڑے کی شرمہ دانی مع شرمہ دے کر فرمانے لگے تمہاں لڑکا ہوگا یہ شرمہ اس کے لئے

ہے اور اس کا نام مقربین فرشتہ ہے۔ ایک دن ان ہی بزرگ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ بچہ روتا بہت ہے تو فرمانے لگے اچھا ہم اس کے شیطان کو مار ڈالتے ہیں۔ بڑی موٹی سی لکڑی اٹھائی اور سامنے پڑے ہوئے ایک کٹورے کو توڑ پھوڑ کر فرمانے لگے ہم نے اس کے شیطان کو ختم کر ڈالا ہے۔

آپ کے جدِ امجد حضرت قبلہ فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش پر بڑے جذبے اور ذوق سے فرمایا کہ آج صبح صادق کا ستارہ روشن ہوا ہے جس کی چمک دمک سے زمانہ روشن ہوگا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے بستی بختاؤر گھر پر اپنے والد ماجد سے قرآن مجید پڑھا اور ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں سکول کی تعلیم بھی حاصل کی۔ طلب علم کے لئے رخت سفر باندھا تو مدینۃ الاولیاء ملتان کا رخ کیا۔ آپ نے کنز، کافیہ اور شرح تہذیب تک کے اسباق حضرت مولانا شاہ بخش چشتی ملتانی اور حضرت مولانا اللہ دیوایا مدرس مدرسہ حضرت صوفی نبی بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ بشرح و قایہ۔ شرح جامی حضرت مولانا عطاء محمد شاہ بجمالی برادر حضرت مولانا فیض محمد شاہ بجمالی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں کافی عرصہ ملتان تحصیل علوم کے بعد آپ مدرسہ منطقیہ وال پھراں ضلع میانوالی میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا غلام یسین سے مختصر المعانی، توضیح تلویح، سلم، مقامات اور میبذی کے اسباق پڑھے یہاں سے قریب مشہور مذہبی متشدد مولوی حسین علی رہتے تھے جن کے

طلباء ان کے مذہبی تشدد کا پرچار کرتے ان سے بحث مباحثہ کی نوبت آجاتی اور وقت ضائع ہوتا اس لئے ایک مرتبہ کنڈیاں میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ تو ان کے فرمان پر آپ تونسہ تشریف حاضر ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے خاندان کے فخر و درویشی سے متعارف تھے آپ کے متعلق صدر المدرسین مدرسہ محمودیہ حضرت مولانا خان محمد صاحب کو تاکید فرمائی۔ آپ ایک سال تک یہاں قیام پذیر رہے اور ہدایہ، عبد الغفور وغیرہ تک کے اسباق پڑھے۔ اسی سال حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر صاحب گولڑہ تشریف ساتھ عرس پر تونسہ تشریف لائے۔ اور آپ کو اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور کے ہاں جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ جامع المعقول والمنقول اور نہایت متقی صاحب کشف بزرگ عالم دین تھے جنہیں حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل تھا۔ استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ تین سال مسلسل حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور ۱۹۴۵ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ تقسیم اسناد کے سلسلے میں حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ اچھرہ تشریف لائے۔ آپ کی سند پر دستخط فرمانے کے علاوہ یہ اضافی جملہ بھی تحریر فرمایا۔ (ذِکْرٌ يُسْتَفَادُ مِنْهُ) یہ بہت ذہین ہیں جن سے علمی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ نے تجوید و قرأت کے اسباق حضرت قاری غلام محمد

پشاور میں رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد درگاہ گولڑہ شریف سے پڑھے۔
تصوف کے اسباق حضرت شیخ النجاشی رحمۃ اللہ علیہ سے
پڑھے۔ آپ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ حضرت قبلہ بابو جی سید
غلام محی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف میں لوائح جامی
اور سوار اسبیل کلیمی کے چند اسباق تبرا کا آپ کو پڑھائے۔

بیعت و ارادت

پندرہ برس کی عمر میں آپ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضور
قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کوئی
چار دن پہلے آپ وہاں گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور آنجناب سے بیعت
سے مشرف ہوئے۔ مہر منیر میں آپ کے بیعت ہونے کا تفصیلی تذکرہ
ہے۔ بعد میں آپ نے کئی مرتبہ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
میں تجدید بیعت کے لئے عرض کیا۔ مگر آنجناب توقف فرماتے۔ ایک
مرتبہ آپ کی کسی علمی خدمت پر آنجناب بہت خوش ہوئے تو پھر
استاذ العلماء نے سلسلہ قادریہ میں بیعت کے لئے عرض کیا جس پر آنجناب
نے آمادگی کا کچھ اظہار فرمایا۔ بالآخر ۱۹۷۰ء میں جمعہ کے دن آپ کو
مزار شریف پر طلب فرمایا۔ آپ کا ہاتھ مزار شریف پر رکھا اوپر
اپنا دست مبارک رکھا بیعت فرمائی اور وظائف تلقین فرمائے۔
استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ تجدید بیعت کے بعد گولڑہ شریف میں قیام
کے دوران خواب میں دیکھا کہ ایک بلند عمارت کی دیواروں پر تازہ پکی
ہوئی روٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت بابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں وہ

روٹیاں تقسیم فرما رہے ہیں اتنے میں عالم غیب سے آواز آتی ہے کہ یہ
حصنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے جسے سیدنا غلام محی الدین
تقسیم فرما رہے ہیں۔

تدریس کی خدمات

دورانِ تعلیم اساتذہ کرام نے آپ کی علمی قابلیت اور فکری استعداد
کا اندازہ لگا لیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جس مدرسے میں بھی پڑھا
وہاں مجھے پڑھانے کی پیشکش ضرور ہوئی اگرچہ بعض جگہوں پر میں یہ
ذمہ داری بعض مجبوریوں کی بنا پر قبول نہ کر سکا۔ جامعہ مستحیہ اچھرہ لاہور
سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک سال تک جامعہ میاں صاحب
شرقیہ شریف ضلع شیخوپورہ پڑھاتے رہے پھر ایک سال مدرسہ
فتحیہ اچھرہ میں استاد محترم حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے
حسب ارشاد تدریس کی۔ اس کے ایک سال بعد مدرسہ نعمانیہ ملتان میں
تدریس کے فرائض انجام دیئے اور پھر استاد محترم کے حکم کے مطابق
جامعہ مستحیہ اچھرہ میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔ حضرت مولانا مہر محمد
رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت مہربان تھے اور ان کی خواہش تھی کہ آپ انہی
جگہ بیٹھ کر تدریس کریں۔ مگر آپ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک
وصال کی بنا پر گھر واپس آگئے پھر تدریس کے لئے اچھرہ نہ جاسکے۔
ایک مرتبہ استاد محترم کی عیادت کے لئے اچھرہ حاضر ہوئے
تو آپ سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ دُور سے دیکھ کر فرمایا۔
هٰذَا جَاءَ بِالْحَبِيبِ اللَّيْبِ - پھر فرمایا کہ تین دن مسلسل شیطان

سے مناظرہ رہا آخر خدا کے فضل سے قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی امداد شامل حال ہوئی اور میں غالب آ گیا۔ چند دنوں بعد ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ میں حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

جامعہ محمودیہ پپلال میں آمد

حضرت مولانا غلام محمود صاحب پپلال نوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مفتی محمد حسین صاحب شوق مرحوم نے حضرت قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بار بار عرض کر کے سفارست کرائی تو آپ نے جامعہ محمودیہ پپلال میں تدریسی خدمات کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تقریباً ایک سال بعد آپ نے جامعہ محمودیہ پپلال ضلع میاںوالی میں صدر المدرسین کی ذمہ داری سنبھالی اور تقریباً دس سال کا طویل عرصہ اس سر زمین کو علم و فن کے سرسبز و رموز کا مرکز بنانے میں صرف کر ڈالا جب جامعہ محمودیہ میں تدریس کے دوران جہاں آپ کو تونہ شریف، سیال شریف، مدرسہ انوار العلوم ملتان سے تدریس کی پیش کش ہوتی رہی وہاں مرشد طریقت حضرت سید غلام محی الدین شاہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں تدریس کے لئے یاد فرمانے کا اعزاز بخشا۔ آپ نے عرض کیا کہ خانگی مجبوریوں کی وجہ سے گھر سے زیادہ دور رہنا تو بہت مشکل ہے مگر اُجٹاب کا حکم ہو تو انکار کی گنجائش نہیں۔ اس پر ۳۱ جولائی ۱۹۵۰ء میں حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکتوب گرامی لکھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

”میں حاکم نہیں محکوم ہوں۔ اتنا وقت اسی محکومی میں گزارا، آخر تک یہی نصیب ہو۔ فیض احمدی سے فیضیاب ہونے کا خیال تھا مگر اپنی بدقسمتی نے یاوری نہیں کی دوسروں کی تکلیف اور آرام کا مجھے اپنے سے زیادہ خیال ہے۔“
مجھے آپ کا آرام اور آپ کے اہل و عیال کی رضا منقلم

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے بارے میں جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف لانے کا خیال اس سے بھی پہلے کا تھا۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۳۶ء میں جب آپ اچھرہ جامعہ فتیہ میں تھے تو حضرت کا ایک مکتوب ملا جس میں درج تھا۔

”اس مدرسہ میں آپ کا ہونا ہمارے لئے کوئی مضر نہیں جس وقت ہمیں ضرورت ہوئی ہم مکتبہ مولوی صاحب سے لے لیں گے۔“

دربار غوثیہ گولڑہ شریف پر قیام کی فرمائش

جس طرح بیان کیا گیا کہ دربار علیہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضور قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ سے یہ خیال فرماتے رہے کہ استاذ العلماء کو درگاہ شریف پر دینی خدمات کے لئے مقرر کیا جائے مگر بعض مجبور یوں کی بنا پر اس طرح نہ ہو سکا۔ جب جامعہ محمودیہ پپلاں میں آٹھ نومبر ۱۹۳۶ء میں آپ تدریس کر چکے تو حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو بلوانے کے بارے میں نواز شناسی

اور پیغامات کے ذریعے کتابیاتی انداز میں بڑی شدت آگئی۔ کبھی ارشاد فرماتے ہم اس قابل کہاں کہ آپ جیسے لوگ ہمارے پاس رہیں کبھی یوں تکلم فرماتے معلوم نہیں پبلاں والوں نے آپ پر کیا دم کر رکھا ہے کبھی شکوہ امینر لہجے میں فرماتے ہماری قسمت اس قدر نیک بخت کہاں کہ آپ کو اس طرف آنے کی فرصت ملے۔ اپریل ۱۹۶۱ء میں آپ حاضر ہوئے تو یہ کتابیاتی انداز تصریحی رنگ اختیار کرنے لگا۔ حضور قبلہ بالوچی نے حکم فرمایا کہ آپ جامعہ غوثیہ گولڑہ مشرف میں تدریس و افتاء کی ذمہ داری سنبھالیں اور ہر صورت میں یہ کام کریں۔

آپ کا اظہارِ معذرت

شیخ طریقت کی بارگاہِ عالیہ کے آداب و شرائط کے پیش نظر آپ نے عرض کیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ یہاں رہ کر یہ خدمات سرانجام دے سکوں۔ یہاں ہمارا نیاز و ادب کا تعلق ہے ممکن ہے قیام سے اس لطیف نسبت پر کوئی اثر پڑے اور یہ میرے لئے بہت ہی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے مؤدبانہ گزارش ہے کہ میری عاجزانہ معذرت کو قبول کر لیا جائے۔

حضرت قبلہ بالوچی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضور قبلہ بالوچیؒ نے فرمایا قابلیت اور اہلیت کا معاملہ میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں آپ یہ خیال دل سے نکال دیں جن سے آپ کی نسبت اور تعلق ہے وہی تمام معاملات کا خیال فرمائیں گے۔

استاذ العلماء کی والدہ مرحومہ حاضر خدمت ہوئیں تو حضور بابو جی قبلہ نے بڑے پُر دُر اور محبت بھرے انداز میں فرمایا آپ مولوی صاحب کو حکم نہیں دیتیں کہ وہ یہاں پر رہیں میری بات تو وہ نہیں مانتے۔ انہوں نے عرض کیا آپ کے حکم سے وہ کب انکار کر سکتے ہیں محض ادب و نیاز کی وجہ سے قیام کرنے سے گھبراتے ہیں۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو صورتِ حال بتلائی اور تاکید فرمائی کہ خیال رکھنا کہیں حضور کے دل پر ملال نہ آجائے۔ آپ نے عرض کیا اسی ملال کے ڈر سے تو معذرت کر رہا ہوں کہ قیام کی صورت میں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو آنجناب کے ملال کا باعث ہو۔

جلال و ملال امیر انداز

جب آپ نے بار بار معذرت کی اور پھر خاموشی اختیار کی تو حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے جلال و ملال کے ملے جلے انداز میں فرمایا۔

” میں یہ سب کتب خانہ بغداد و شریف بھیجتا ہوں اور مدرسہ غوثیہ کو بند کر دیتا ہوں قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ وہاں تعلیم و تدریس کا انتظام کیوں نہ کیا تھا تو میں اس وقت آپ کا دامن پکڑ کر کہوں گا کہ ان سے پوچھا جائے۔“

سر سلیم خرم ہے جو مزاج یار میں آئے

یہ الفاظ سن کر استاذ العلماء نے عرض کیا حضور اگر آپ اس طرح فرماتے ہیں اور حتمی حکم فرماتے ہیں تو مجھے جان و دل سے قبول ہے

خدا کے لئے آپ راضی رہیں اور دعا فرمائیں کہ خدمت کی توفیق ہو حضور
قبلہ با بوجی رحمتہ اللہ علیہ بہت ہی خوش ہوئے اور دعائیں فرمانے لگے۔

جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں علمی خدمات کا آغاز

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ اپنے شیخ طریقت کے حکم
پر ۱۹۶۰ء کی ابتدا میں مع اہل و عیال دربارہ گولڑہ شریف میں اقامت
پذیر ہوئے۔ آپ نے یہاں پر جو علمی خدمات سرانجام دیں ان کا مختصر
جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

تدریس | آپ نے شیخ الحدیث اور صدر المدینہ کی حیثیت
سے جامعہ غوثیہ کا چارج سنبھالا۔ آپ کی علمی
شہرت، تدریسی تجربہ اور فنون میں مہارت کی بنا پر علوم و فنون کے
طلب گاروں کی خاصی تعداد نے جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف کا رخ کیا
آپ باقاعدہ اسباق پڑھاتے، مطالعہ کی تاکید فرماتے اور طالب علموں
کی محنت کا جائزہ لیتے۔ آپ کا انداز تدریس بڑا سادہ، عام فہم
اور دلنشین ہے مشکل سے مشکل بحث بڑے آسان طریقے سے ذہن نشین
کرا دینا اور نفس کتاب کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہ چھوڑنا آپ کا خاص
طریق تدریس ہے۔ طالب علموں کے ساتھ شفقت، محبت اور خوشطبعی
کے باوجود متانت، وقار اور سنجیدگی کو برقرار رکھنا آپ کا شیوہ ہے۔
جامعہ غوثیہ میں آپ سے علم حاصل کرنے والے طلباء میں بہت سے حضرات
مدرس، مفتی اور خطیب بنے اور بعض نے کالج اور سکولوں میں دینی
تعلیم کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کے جامعہ غوثیہ میں تدریس کے دوران

جن مشہور علما نے آپ سے کسبِ علم کیا آپ کے شاگردوں کے ضمن میں ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔ مختصراً "مہرِ منیر" میں بھی ان حضرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

فتویٰ نویسی | دارالافتاء کی عظیم ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ آپ کی علمی شہرت اور فقہی بصیرت کی بنا پر اس شعبے میں بھی بڑی ترقی ہوئی۔ دربارِ گولڑہ شریف کے متوسلین کی طرف سے ملک کے طول و عرض سے اور دوسرے ممالک میں مقیم متعلقین کی جانب سے سلیکٹروں استفتاء آنے لگے۔ آپ کے فتاویٰ کی شہرت سے تمام اسلامی مکاتبِ فکر متاثر ہوئے اور حل طلب مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپ کے ہمعصر اہل علم و فتویٰ آپ کی اصابتِ رائے اور تفقہ فی الدین کا اعتراف کرتے ہیں اور آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

خطابت | جامع مسجدِ غوثیہ گولڑہ شریف کی خطابت کا اہم منصب بھی آپ کے سپرد ہوا۔ اگرچہ آپ کا انداز خطابت و اعطائے نہیں بلکہ تدریسی انداز تقریر پر غالب ہے مگر بیان کی جامعیت، مضمون کی ندرت اور تاثیر قابلِ تحسین ہے۔ آپ کی تقریر سلیس، عام فہم، پر معنی اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ اتحادِ دینِ مسلمین، اعتدالِ مسک، اصلاحِ اخلاق اور اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ دارالحکومت اسلام آباد، راولپنڈی اور دوسرے شہروں سے تعلیم یافتہ طبقے کا ایک جم غفیر جن میں ملٹری اور سول اعلیٰ آفیسرز، وکلاء صحافی، دانشور، صنعتکار، پروفیسرز، جسٹس،

شامل ہوتے ہیں جمعہ کے موقع پر آپ کے خطاب سے بہت ہی متاثر ہوتے ہیں مشہور بین الاقوامی قانون دان جناب اے کے بڑھی مرہوم کئی مرتبہ جمعہ کے خطاب میں شریک ہوئے اور کہا مولانا آپ کے بیان کی کشش اور جامعیت قابل تحسین ہے۔

غیر اسلامی نظریات کے خلاف جہاد

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے ہمیشہ غیر اسلامی نظریات کے خلاف تقریر و تحریر اور کردار کے ذریعے جہاد کیا جب کبھی ملت اسلامیہ غیر اسلامی نظریات کی لپیٹ میں آنے لگی تو آپ نے خلوت گاہ درس و تدریس سے نکل کر میدان میں قدم رکھا علمائے کرام اور دانشوروں سے مل کر اجتماعی قدم اٹھانے میں پہل کی شاگردوں کے وسیع حلقہ اثر کو سرگرم عمل کیا اور تقریر و تحریر کے ذریعے اس ذمہ داری کو نبھایا عقائد فاسدہ کے سیلاب کو روکنے کے لئے اپنے اہل سنت و جماعت کے مسلک کو سلف صالحین و صوفیائے کرام کی تعلیمات کی روشنی میں مدلل اور معقول انداز سے پیش کیا اور افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی روش پر قائم رہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب سوشلزم کے باطل نظریات کا شدید طوفان اسلامی نظریات سے ٹکرانے لگا تو حضرت قبلہ غلام محی الدین شاہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر اور انجناب کی خاص معاونت سے آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا اور بھرپور انداز سے اس فتنے کو ختم کرنے کی جسارت کی عراق کے ممتاز عالم دین شیخ ساطع الجمیلی کے ہمراہ آپ نے ملک بھر

کے مشہور شہروں کا دورہ کیا۔ اہل علم و دانش کے اجتماعات میں شیخ
 ساطع الجبیلی کے عربی خطبات کی فی البدیہہ ترجمانی اور تشریح کی، پریس
 کانفرنسوں میں شرکت کی۔ اخبارات کو بیان جاری کئے، حضرت قبلہ
 پیر صاحب گولڑہ شریف نے بعض خاص اجتماعات میں شرکت فرمائی
 اور اسلامی مکاتب فکر کے اہل علم و دانش کے حجمِ غیفر کو آپ کے مدلل و
 معقول خطاب سننے کا موقع ملا۔ آپ کے مثبت اور تعمیری اندازِ بیان
 اور معقول و جامع طرزِ استدلال نے سوشلزم کے باطل نظریات پر ضرب کاری
 لگائی اور سرزمینِ پاکستان میں اس کی جڑیں مضبوط نہ ہو سکیں۔ جب
 حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علمائے پاکستان
 نے سوشلزم کی مخالفت میں ملک بھر میں سستی کانفرنسوں کا انعقاد کیا
 تو حضرت سید غلام محی الدین پیر صاحب گولڑہ شریف سے خصوصی امداد و
 تعاون حاصل کرنے کے لئے گولڑہ شریف تشریف لائے، حضرت پیر
 صاحب گولڑہ شریف نے ان کے اصرار پر راولپنڈی اور طمان کی
 سستی کانفرنسوں کے تاریخی اجتماع میں بذاتِ خود شرکت فرمائی اور
 ملک کے دوسرے اہم مقامات پر استاذ العلماء کو نمائندہ بنا کر
 بھیجا۔ آپ نے سستی کانفرنسوں کے اکثر اجتماعات میں شرکت کی
 خطاب فرمایا اور لوگوں کو سوشلزم کے باطل نظریات سے متنفر
 کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کے جامع معتدل اور مؤثر
 خطاب کو بڑا پسند فرمایا اور حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف
 کے سامنے تعریف فرمائی۔

درگاہِ گولڑہ شریف پر جمعہ کے اجتماع اور بعض خاص تقریبات کے موقع پر ہزاروں لوگ آپ کے خطاب سے متاثر ہوتے ہیں۔ آپ کا مؤثر اندازِ بیان اسلامی تعلیمات و اقدار کو قلب و دماغ کی گہرائیوں پر نقش کر دیتا ہے اور سننے والا اصلاحی و تعمیری انداز کی تاثیر سے محظوظ ہوتا ہے۔ اسلام اور اس کے پاکیزہ نظریات کی ترویج و اشاعت باطل نظریات اور ان کے فاسد نتائج کی تردید میں آپ کو بڑا سلیقہ ہے کہ نہایت سادہ انداز میں ان موضوعات کے بارے میں دلائل کو ذہن نشین کر دیتے ہیں اور جوش و خروش، طرز و تنقید کے روایتی انداز سے پوری طرح دامن بچاتے ہوئے مطلب کی بات کہہ جاتے ہیں۔ آپ کے فیضِ تربیت سے مستفید علمائے کرام بھی عموماً آپ ہی کے معتدل انداز میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں اور اس طرح بالواسطہ اساتذہ العلماءِ مظلّمہ کی سعی جمیل اور اصلاحی طرزِ عمل وسیع پیمانے پر اپنے ثمرات و نتائج سے اہل اسلام کو مستفیض کر رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف

استاذ العلماء نے جہاں تدریس و افتاء اور خطابت کے اہم منصب کو بطریقِ احسن سنبھالا وہاں تصنیف و تالیف کے سلسلے میں بھی اہم خدمات سرانجام دیں۔ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے تراجم اور حواشی لکھنے میں آپ نے بڑی محنت سے کام کیا۔ آنجناب کی اکثر تصانیف فارسی زبان میں تھیں جن میں عربی عبارات بھی کثرت سے تھیں اسی طرح ملفوظات شریف

بھی فارسی زبان میں جمع کئے گئے تھے۔ تصوف کے موضوع پر آنجناب کی معرکہ الآراء تصنیف تحقیق الحق فی کلمۃ الحق کی بلند پایہ علمی تحقیقات فارسی اور عربی عبارات پر مشتمل تھیں آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمن بنگوی مرحوم کے تعاون سے اس کتاب کا ترجمہ لکھا اور مفید حاشیے کا اضافہ کیا۔ تحقیق الحق کے جدید ایڈیشن میں اس کتاب کا علمی و تحقیقی مقدمہ لکھا اور ترتیب و تدوین میں بعض امور کا از سر نو جائزہ لیا۔ فروعی مسائل پر آنجناب کی تصنیف اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان دما اہل بہ بغیر اللہ کا سلیس اردو ترجمہ کیا اور بعض ضروری حواشی لکھے۔

قادیانیت کی تردید اور مسئلہ ختم نبوت پر آنجناب کے لاجواب علمی شاہکار سیفِ چشتیانی جس کی اہمیت اور افادیت پر تمام اسلامی مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے اتفاق کیا، آپ نے اس عظیم الشان تصنیف کو اصل قلمی نسخے سے تطبیق دی۔ عبارات کے تفسیری الفاظ کو سلیس زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ عنوان بندی اور فہرست کو بڑے سلیقے سے پیش کیا اور خالص علمی مباحث کو عام فہم کرنے میں پوری کوشش کی۔ آپ نے حیاتِ مسیح کے اثبات پر آنجناب کی تصنیف شمس الہدایت کی مشکل عبارات کی وضاحت کی اور جدید ایڈیشن میں بعض مفید باتوں کا اضافہ کیا۔

آپ نے فتاویٰ مہریہ کی از سر نو تدوین کی۔ فتاویٰ کی بعض عربی اور فارسی عبارات کا سلیس ترجمہ کیا اور ان کا مفہوم آسان الفاظ میں پیش کیا۔

حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف لطیف

”تصفیہ مابین سنی و شیعوہ“ جس کا مسودہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا تھا۔ آنجناب اس عنوان پر تفصیلاً لکھنا چاہتے تھے اور ابتدائی خاکے کی صورت میں یہ مسودہ ایک تمہید تھا۔ اس کی عبارات آنجناب بعض مخلصین کو لکھواتے رہے۔ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے یہ مسودہ دکھایا تو آپ نے فرمایا۔ اس کی اشاعت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے مسودہ کے حوالہ جات کی جانچ پڑتال کی اور ابواب کی ترتیب و تدوین کر کے بڑے سلیقے سے اصل مسودہ کی عبارات سے موضوع کی گفتگو کی اور ساتھ ساتھ بعض مفید حواشی بھی لکھے۔

آپ نے حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات شریف کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ جدید ایڈیشن میں ملفوظات کی تدوین کا خاص خیال رکھا اور حتی الوسع آنجناب کے مفہوم کو آنجناب کے الفاظ سے مطابقت دے کر بیان کرنے کی کوشش کی۔ ملفوظات شریف میں آپ نے بعض ضروری امور کی وضاحت کے بارے میں نوٹ لکھے ہیں جو نہایت مفید ہیں۔

مہر مہر کی تالیف

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عظمیٰ نصیب کی کہ آپ نے حضور غوثِ زمان قطب الارشاد سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کی سوانح حیات تالیف کی۔ علوم ظاہری و باطنی کے بحرِ ذخار کو کوزے میں بند کرنا بڑے سلیقے کا کام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لاکھوں متعلقین کے شدید اصرار کے

باوجود حضور قبلہ بابو جی سیدنا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں توقف فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر اہل علم نے اگرچہ اپنے اپنے قلمی مسودات میں سوانح حیات سے متعلق بعض ضروری معلومات جمع کر رکھی تھیں مگر حضور قبلہ عالم کی جامع الحکالات شخصیت کے علمی و روحانی تعارف کے لئے وہ مواد نا کافی تھا۔ خاص طور پر آپ کے علمی کارناموں کے بارے میں خاطر خواہ تبصرہ مسودات کی زینت نہ بن سکا۔ جبکہ حضور کے خلف الرشید سیدنا غلام محی الدین قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست خواہش تھی اور پر زور تقاضا تھا کہ زیادہ تر آپ کی تعلیم و تعلم، درس و تدریس علمی و تحقیقی کاوش، مجتہدانہ بصیرت پر مشتمل فتاویٰ، علمی مناظرے اور محاکمانہ انداز، علوم تصوف میں وقت نظر، تصانیف کی افادیت و اہمیت و وسعت فکر و نظر، اعتدال مسلک، جاوہ ثر لعیث پر استقامت، شریعت و طریقت کی جامعیت، تجدیدی کارنامے خاص طور پر ردِ قادیانیت میں آپ کا منفرد علمی کردار، فرق باطلہ کی تردید، فروری مسائل میں معتدلانہ روش، فقر و استغناء، اصلاح و تربیت، اخلاص عمل اور تعلق باللہ جیسے عنوانات پر سیر حاصل تبصرہ ہو۔ سوانح حیات کے مسودات بعض مشہور اہل قلم اور ادیب حضرات کے حوالے بھی کئے گئے مگر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ مطمئن نہ تھے اس لئے یہ مسودات جوں کے توں واپس منگوائے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ لالہ جی شاہ غلام معین الدین مدظلہ اور حضرت شاہ عبدالحق قبلہ مدظلہ کے فرمانے پر آپ نے حضرت بابو جی قبلہ

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اجازت فرمائیں سوانح حیات کا کام شروع کرایا جائے۔ آنجناب نے فرمایا اچھا پھر بات کریں گے۔ دوسرے روز جمعہ کی نماز کے بعد آپ مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ پھر گیارہ بجے میں تشریف لائے تو استاذ العلماء کو طلب فرمایا جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا مولوی صاحب اس کام کے لئے کچھ شرائط ہیں جن میں سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ سوانح حیات آپ خود لکھیں۔ استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ مجھے یوں معلوم ہوا جس طرح آپ نے روحانی طور پر قبلہ عالم کو لڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر مجھے حکم فرمایا ہو۔

دیئے صالحہ کے ذریعہ اس حکم کی غیبی تائید

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے باوجود آپ کی طبیعت پر اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے متعلق گرائی اور تردد و سارہتا تھا۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور قبلہ عالم کے مزار شریف پر حاضر ہیں ایک بہت ہی نورانی شکل و صورت والے بزرگ جن کے متعلق آپ کو خیال گزرتا ہے کہ حضور کے آباؤ اجداد میں سے ہیں وہ حضور قبلہ عالم کی طرف اشارہ کر کے آپ کو فرماتے ہیں کہ ان کے متعلق کیوں نہیں لکھتے، لکھنا شروع کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری طبیعت میں شرح صدر اور اطمینان زیادہ ہوتا گیا اور میں شب و روز اس کام میں مصروف ہو گیا۔

شبانہ روزتالیفی مصروفیات اور مہرمنیر کا طلوع

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے سوانح حیات کے مسودات کو سنبھالا اور رات دن اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے محنت کرنے لگے۔ حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، عملی، روحانی انفرادی اجتماعی کارنامے تو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل کتابوں میں بھی نہ سما سکتے کیونکہ آپ کی سیرت میں علم و عرفان کا ایک سمندر موجزن تھا۔ بے پناہ وسیع علمی و عملی کمالات کو احاطہ تحریر میں لانا معمولی کام نہ تھا۔ کئی سالوں کی مسلسل محنت اور کاوش سے بالآخر آپ مستند سوانح حیات مہرمنیر کو منقذہ شہود پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ لاکھوں عقیدتمندوں کی دیرینہ آرزو کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا اور اس جامع الکمالات عارف کامل، حجۃ الاسلام کی سیرت و تعلیمات پر مشتمل جامع تذکرہ زیور طبع سے آراستہ ہوا جس کے علم و عرفان کے سامنے بڑے بڑے مدعیان علم و فضل کی گردنیں خم ہو گئیں۔

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا اظہارِ مسرت و اطمینان

جس طرح ذکر کیا گیا کہ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سوانح حیات کا وہ معیار چاہتے تھے جو حضور قبلہ عالم کے علم و عرفان کا آئینہ دار ہو۔ چونکہ مہرمنیر میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا کہ آنجناب کے علمی کارناموں، دینی خدمات، تعلیمات اور اخلاق پر سیر حاصل بحث کی گئی اس لئے حضرت بابو جی قبلہ بہت خوش ہوئے استاذ العلماء

حاضر خدمت ہوئے تو قبلہ بابو جی مہر منیر کا مطالعہ فرما رہے تھے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب آپ نے اس کام پر بڑی محنت کی ہے۔ پھر حوصلہ افزائی کے لئے بہت تعریفی کلمات فرمائے۔ استاذ اعلیٰ نے عرض کیا دعا فرمائیں قبول ہو جائے تو آنجناب نے جذباتی انداز میں فرمایا قبولیت ہے تو یہ سب کچھ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مہر منیر کی شہرت و مقبولیت

سوانح حیات کی طباعت مہتی یا مہر منیر کی صنوف ثانی کہ پورے ملک میں تمام اسلامی مکاتب فکر کے اہل علم و ادب نے کتاب کی جامعیت، معنویت، علمی تحقیقات، غرضیکہ کتابت و طباعت تمام امور کو قابل تحسین قرار دیا۔ جتید علمائے کرام غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، جسٹس پیر کریم شاہ الازہری اور جامع المعقول والمنقول علامہ عطا محمد بنیدیا لوی نے مصنف کی علمی کاوش کا اعتراف کیا اور مہر منیر کو ایک جامع اور مستند تذکرہ قرار دیا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے نے بھی مہر منیر کی افادیت اور اہمیت کو تسلیم کیا چنانچہ ملک کے مشہور دانشور، وکلاء، صحافی، جسٹس، پروفیسرز، لیکچررز اور سول و ملٹری آفیسرز نے اس کے مطالعے میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ بیرون ملک بھی مہر منیر کی زبردست پذیرائی ہوئی اور مختلف اسلامی ممالک سے لوگوں نے اسے حاصل کرنے میں شوق کا اظہار کیا۔ اسلامی ممالک کے ساتھ ساتھ یورپی ممالک میں بھی اس

کتاب کی خاطر خواہ مانگ ہوئی اور سینکڑوں کے حساب سے اس کے نسخے منگوائے گئے۔

مہرمنیر کی اسی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے کئی ایڈیشن طبع ہوئے جو ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ مہرمنیر کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب ایک جامع الحکالات شخصیت کی سیرت و تعلیمات کا مکمل نقشہ ہونے کے ساتھ ساتھ اکثر و بیشتر اسلامی موضوعات معاشرتی مسائل اخلاقی اقدار، تاریخی حقائق، تعارفی حوالہ جات، نایاب کارآمد دستاویزات پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا ہے جس سے ہر خاص و عام استفادہ کر سکتا ہے۔ بلاشبہ اسٹاذ العلم مولانا فیض احمد مدظلہ کی اس علمی و روحانی خدمت کو جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے

ع ایں کارکز تو آید مرداں چنین کنند

فیوضاتِ مدنیہ (عربی رسالہ مع اردو ترجمہ)

استاذ العلم مولانا فیض احمد مدظلہ کا عربی رسالہ فیوضاتِ مدنیہ اختصار اور جامعیت کے ساتھ ساتھ وزنی دلائل و براہین پر مبنی ہے جس میں تعظیم اور عبادت کا فرق نیز ہر تعظیم کو ممنوع سمجھنے کا بطلان، شعارِ اللہ کی تعظیم و احترام کا تقوائے قلبی ہونا، قیامِ تعظیمی اور دست بوسی کے جواز جیسے عنوانات پر بحث کی گئی ہے۔ یہ عربی رسالہ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر لکھا گیا اور ایک سعودی سفارت کار کو بھیجا گیا جس نے کسی موقع پر قیامِ تعظیمی اور دست بوسی کو عبادت سے تعبیر کیا تھا اور اس کے حرام ہونے کے بارے اظہارِ خیال

کیا تھا۔ یہ رسالہ جب اس سفارت کار نے پڑھا تو بڑا متاثر ہوا اور اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اس کا ایک نسخہ حضرت سید احمد العطار المدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ عالیہ لے گئے تھے وہاں سے انہوں نے حضرت بابو جی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کہ یہ رسالہ شعائر اللہ اور عباد اللہ لمقربین کی جائز تعظیم و تکریم کے منکرین کی رو میں دلائل و براہین پر مشتمل ہے اور مدینہ عالیہ کے اہل علم و فضل کے ہاتھوں دست بدست پڑھا جا رہا ہے۔ اسی طرح سیف عراق السید عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ قلمی نسخے بغداد شریف بھجوائے اور بعد میں فرمایا کہ جامع امام اعظم بغداد کے خطیب فضیلہ اشخ عبد القادر، جامع الجیلانی کے خطیب اشخ عبد الکریم محمد اور ادارہ التربیتۃ الاسلامیہ بغداد کے علمائے اس رسالے کی بڑی تعریف کی ہے۔ اسی طرح بغداد شریف کے مستند عالم اشخ ساطع الجھیلی نے خود بھی اس رسالے کی تعریف کی اور قاہرہ (مصر) اور لیبیا کے بعض علما کو دیا تو انہوں نے بھی وزنی دلائل کو سراہا۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی مرحوم، مولانا عارف اللہ شاہ قادری میرٹھی مرحوم اور جسٹس پیر کرم شاہ الازہری نے بھی بڑے تعریفی انداز میں اس رسالے پر استاذ العلماء کی تحین کی مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے رکن مولوی فرید احمد مرحوم نے خود بھی یہ رسالہ پسند کیا اور بنگال کے مشہور علمائے کرام کو پیش کیا جنہوں نے رسالے میں مسلک اعتدال کی وضاحت پر دلائل و شواہد دیکھ کر مصنف کے علم و فضل کی تعریف کی۔ اس رسالے کا ماخذ کتاب و سنت اور قبلہ عالم گولڑوی کی مشہور کتاب اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔

مشائخ کرام کی عنایات

استاذ العلماء پر اپنے مشائخ کرام کی بے شمار عنایات ہوئیں حضور قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چار پانچ دن پہلے آپ بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ ایک غیبی کشش اور جذبہ صادق تھا جس نے آپ کو آفتاب ولایت کے انوار سے منور ہونے کا موقعہ دیا۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم مقام استغراق و مشاہدہ کے عروج پر تھے اور بہت کم ہی کسی خوش نصیب کی جانب آنکھ مبارک کھول کر دیکھتے۔ مجھے اس سعادت پر بے حد فخر ہے کہ استاد محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ (خادم خاص) نے بیعت کے لئے میرا ہاتھ آپ کے سینہ اقدس پر رکھا تو حضور نے قدرے چشم مبارک کھول کر میری طرف دیکھا۔ وہ کیفیت میرے بیان و ادراک سے باہر ہے جو اس وقت محسوس ہوئی اور مجھ سے جو کچھ بھی کوئی خدمت ہوئی سب اسی نگاہ نیم باز کی تاثیر ہے۔

دزدیدہ فلکدی بمن از ناز نگاہے

قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے

اگرچہ رویائے صالحہ میں آپ کو کسی مرتبہ حضور قبلہ عالم کی زیارت و عنایت کا شرف حاصل ہوا مگر آپ ان چیزوں کی تفصیل نہیں بتاتے۔ ایک مرتبہ اس قدر فرمایا کہ خواب میں حضور قبلہ عالم مجھے فرماتے ہیں کہ ”اگر وقت ملے تو فتوحاتِ مکیہ کا مطالعہ کیا کریں“

حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عنایت جو تمام عنایات کی جامع ہے کیا کم ہے کہ اپنے مسلک و مشرب کی نشر و اشاعت اپنی تصانیف پر علمی اہل فنی کی سعادت اور اپنی سوانح حیات تالیف کرانے کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور طویل مدت سے اپنے سایہ عاطفت میں اعزاز و اکرام بخشا۔

حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم

حضرت قبلہ بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بے حد مشفق و مہربان تھے اور طالب علمی کے زمانے سے آپ پر کرم فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے مجھ پر ذوق و شوق کا بڑا غلبہ رہتا عشقیہ اشعار پڑھتا، گریہ و زاری کی کیفیت رستی اور قبلہ بابو جی کی طرف زبردست میلان قلب ہوتا۔

فرماتے ہیں کئی مرتبہ ایسی کیفیات کی فوری تاثیرات دیکھنے میں آئیں راقم الحروف کے عرض کرنے پر اس قدر بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مدرسہ فتحیہ اچھرہ لاہور کی بالائی منزل پر اپنے کمرے میں بیٹھا شعرو اشعار پڑھ رہا تھا حضرت بابو جی قبلہ کا تصور اس قدر غالب ہوا کہ عجیب کیفیت ہو گئی اور میں جذب و مستی کے عالم میں رو رو کر فراقیہ اشعار پڑھنے لگا۔ بعینہ اسی وقت حضرت بابو جی قبلہ کی گاڑی مدرسہ کے دروازے پر آٹھری اور مجھے بلوایا میں آپ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ فرمایا تمہاری طرف کشش ہوئی میں نے کہا چلو اس سے مل آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ استاذ محترم مولانا مہر محمد صاحب (جن کا آپ

بہت احترام فرماتے تھے) کو اطلاع دے دوں فرمایا، نہیں اس وقت صرف تجھے ملنے کے لئے آیا ہوں اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔
 استاذالعلماء فرماتے ہیں کہ حضرت بابو جی قبلہ کئی مرتبہ فرماتے آپ کو یہاں بھیجا گیا ہے۔ میں یہ عرض نہ کر سکتا کس نے بھیجا ہے۔ کبھی فرمایا میں کون ہوں وہی جانیں اور وہی ذمہ دار ہیں جنہوں نے بھیجا ہے اور جنہوں نے بلوایا ہے۔ ایک مرتبہ مولوی منووردین ولد مولانا عبدالرحمن بنگوی رحمۃ اللہ علیہ جو اچھے صالح آدمی تھے اور حضرت بابو جی قبلہ ان سے خواب سننے رہتے تھے آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے میں نے خواب میں دیکھا کہ بیت اللہ تشریف سامنے ہے اور عالم غیب سے آواز آتی ہے کہ مولوی فیض احمد کو گولڑہ تشریف جانے کا حکم یہاں سے جاری ہوا ہے۔ اس پر حضور بابو جی قبلہ نے فرمایا ہاں ابدال کے باطنی فیصلے مکہ تشریف ہوا کرتے ہیں۔ استاذالعلماء فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے آجنتاب کا اشارہ اسی طرف ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرت قبلہ بابو جی کے آپ کے نام مکتوبات گرامی

شیخ طریقت حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے چالیس پچاس مکتوبات آپ کے پاس محفوظ ہیں جو گولڑہ تشریف مقیم ہونے سے قبل آپ کو لکھے گئے۔ ان مکتوبات سے جہاں استاذالعلماء کی بارگاہِ شیخ طریقت میں مقبولیت اور آپ کے علمی و روحانی مقام کا پتہ چلتا ہے وہاں آداب تشریعت و طریقت، سلوک و معرفت اور مقصد حقیقی کے بارے بڑی جامع تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے بطور نمونہ

چند مکتوبات کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

سات جون ۱۹۲۷ء کو ایک مکتوب میں حضرت قبلہ پیر صاحب گولڑہ شریف آپ کو یوں تحریر فرماتے ہیں: ”شیخ کامل کے تصور سے یہی غرض ہوئی کہ اپنے آپ کو ایمیں فنا کرنا اور اپنی صورت اور عبادت کو اسکی صورت اور عبادت سمجھنا، گویا وہی کر رہا ہے تاکہ اس کے مقام تک رسائی ہوتے ہوتے اسی کی صورت و سیرت ہو جائے اور تعلق اصلی اسی سے قائم رکھنا یہی مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔“

۱۹۲۷ء ہی میں ایک اور مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں: ”ساؤس خالی کون ہے۔ آنے دو وہ اپنا کام کریں تم اپنا کام کئے جاؤ۔ دونوں شانیں آخر کسی کی ہیں۔ یہ سلسلہ چلا آیا چلا جائے گا، چلتے چلو دیکھتے جاؤ صراطِ مستقیم کو کسی صورت نہ چھوڑو واللہ تعالیٰ استقامت دے صاحبِ علم ہو، صاحبِ اخلاص ہو، دونوں نعمتیں رکھتے ہو شکر کرو میرے لئے دعا کیا کرو۔“

۱۹۵۸ء کا لکھا ہوا نوازش نامہ ان مختصر اور جامع الفاظ پر مشتمل ہے: ”درد و عالم نیست جز ذاتِ احد۔ منظر اسما است جملہ نیک و بد اس پر غور کرو اور ہر وقت اس کو مد نظر رکھو۔“

۱۹۲۹ء میں آپ کے والد ماجد مرحوم کے تعزیتی مکتوب میں یوں تحریر فرمایا۔

”والد صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ یہ دارِ فنا ہے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت مقررہ پر جانا ہے۔ یہ دارِ غم و الم و مصیبت ہے۔ اس میں کون خوش

ہے کوئی بھی نہیں یاں صرف وہی خوش قسمت خوش ہیں جنہوں نے
اس سے یاری لگائی اور اس میں جان دی۔ اُن کا غم بھی راحت ہے
اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہم گنہگاروں پر رحم فرمائے۔

مسلسل لطف و کرم

استاذ العلماء تقریباً پندرہ سال کا طویل عرصہ قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ
کے ساتھ سفر و حضر میں رہے۔ اس عرصہ میں حضور کی شفقت اور
لطف و کرم دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔ آپ کی وجہ سے آپ کے متعلقین
سے بڑی مہربانی فرماتے۔ بستی بختاوردیلک بھکر کا پورا علاقہ آپ کی وجہ
سے متعارف تھا۔ حضور عیدین اور دیگر کئی مواقع پر آپ کے گھر
تشریف لاتے کبھی آپ کو کوئی تکلیف ہوتی تو فوراً تشریف لاتے۔
ہر وقت ہر معاملے میں آپ سے خاص محبت، شفقت اور احترام
کا خیال فرماتے۔

انفرادی و اجتماعی اہم امور میں آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دینے
گوڑوہ شریف میں بعض تقریبات کے موقع پر آپ کو خطاب کا حکم فرماتے۔
دوران سفر بھی بعض مقامات پر آپ کی تقریر کے اہتمام کا حکم فرماتے۔
اور بڑی توجہ سے تقریر سنتے۔ استاذ العلماء پر آپ کی مہربانی اور لطف و
کرم کی ایک طویل داستان ہے جس کا احاطہ الفاظ کے بس میں نہیں۔
استاذ العلماء آپ کی مہربانی اور وفا کے بعض واقعات بیان کرتے
ہوئے آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور حقیقت ہے کہ حضرت بابو جی قبلہ
کے وصال کے بعد گو زیادہ اظہار نہیں فرماتے مگر اس محسن اعظم اور

پیکر مہر و وفا ذاتِ گرامی کی صحبت میں گزرے ہوئے اوقات کی یاد آنے سے بڑے مضطرب، متفکر اور مضحمل ہو جاتے ہیں اور دیکھنے والا ان کی کیفیت سے اندازہ کر سکتا ہے کہ ان پر کیا گزر رہا ہے۔

قبلہ لالہ جی شہ غلام معین الدین مدظلہ و قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ کی عنایت

حضور قبلہ لالہ جی شہ غلام معین الدین مدظلہ اور حضور قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ دو حضرات آپ پر بے حد مشفق و مہربان ہیں اور حضور قبلہ بابو جی کی شفقت کا مظہر اتم ہیں۔ آپ کا اعزاز و اکرام اور احترام فرماتے ہیں اور ہر معاملے میں آپ کی رضا جوئی کا خیال فرماتے ہیں۔ آپ کی صحت اور آرام کا خاص خیال فرماتے ہیں۔ آپ کی علمی خدمات کی قدر دانی فرماتے ہیں۔ آپ کے متعلقین کا خیال فرماتے ہیں۔ استاذ العلماء اول کی گہرائیوں سے اعتراف کرتے ہیں اور اظہارِ مسرت فرماتے ہیں کہ حضور بابو جی کے فیضِ تربیت نے دونو حضرات کو عجز و انکسار، تواضع، بے نفسی، تفویض و تسلیم کا مجسمہ بنا دیا ہے اور اس نعمت پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔

صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین نصیر مدظلہ جنہوں نے آپ سے فنون کی انتہائی کتابیں اور دورہ حدیث شریف پڑھا ہے آپ کا بہت احترام فرماتے ہیں اور آپ کے علمی مقام کا خاص خیال رکھتے ہیں فرمایا کرتے ہیں کہ "استاذ محترم کو حضور اعلیٰ گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلکاً طبعی و مزاجی مناسبت ہے۔ قرآن مجید کے استخراجی

علوم میں مہارت ہے۔ علمائے کرام کی تقریروں میں عموماً سنی سنائی باتیں ہوتی ہیں جبکہ استاذ محترم کا بیان اکثر اوقات نئے علمی نکات اور لطیف استخراج پر مشتمل ہوتا ہے۔“

صاحبزادہ سید غلام معین الحق مدظلہ، صاحبزادہ سید غلام جلال الدین مدظلہ، صاحبزادہ سید غلام حسام الدین مدظلہ اور صاحبزادہ سید غلام قطب الحق مدظلہ جنہوں نے آپ سے بعض دینی کتابیں پڑھی ہیں آپ کے اخلاق اور شگفتہ مزاجی سے بہت متاثر ہیں اور یوں سارا خانوادہ اہلیت استاذ العلماء کے ساتھ مہربان ہے۔

ہمعصر علماء و مشائخ سے آپ کے روابط

استاذ العلماء کے ہمعصر علماء کرام اور مشائخ عظام سے روابط، سلسلہ ملاقات اور خط و کتابت رہی اس موضوع کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس عنوان کے ضمن میں بھی آپ کی بعض دینی خدمات اور علمی مقام کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید خاص سید رسول شاہ صاحب مرحوم ساکن بھکر کے ذریعے ہمارے خاندان کے فقرو درویشی سے متعارف تھے۔ شاہ صاحب موصوف کو ہمارے خاندان سے بڑی عقیدت تھی اور بہت سے بزرگوں کی زیارت اور صحبت سے مشرف تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں

ہمارے بزرگوں کے بعض کمالات بیان کئے تو حضرت نے ملاقات کا شوق ظاہر فرمایا چنانچہ کچھ عرصہ بعد استاذ العلماء کے والد ماجد فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ عرس کے موقع پر تونسہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا بہت اعزاز و اکرام فرمایا۔ اسی تعلق کی بنا پر استاذ العلماء مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف میں تعلیم حاصل کرنے گئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم کے بارے خاص تاکید فرمائی اور آپ پر شفقت فرماتے لگے آپ کی عادت تھی کہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بعض اوقات تخلیہ میں حاضر ہوتے اور دروازہ بند کر دیتے استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اندر مزار پر ساتھ لے گئے مزار شریف پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ طالب علم ہے بلکہ طالب خدا ہے اس پر خاص توجہ فرمائیں۔ سال کا اختتام تھا آپ سے پوچھنے لگے کیا اگلے سال تعلیم کے لئے آؤ گے؟ وعدہ کرو۔ استاذ العلماء نے توقف کیا تو فرمانے لگے ہاں بھئی بڑے بڑے بادشاہ لوگ تمہارے خریدار نہیں گے تم ہم غریبوں کی کب پرواہ کرو گے۔ استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ میں آپ کا اشارہ نہ سمجھ سکا اور کافی عرصہ سوچتا رہا۔ ۱۹۶۰ء میں جب قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے گولڑہ شریف میں تعلیم و تدریس کے لئے قیام کا بار بار تاکید حکم فرمایا تو مجھے خیال آیا کہ حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے نور فراست سے یہ بات معلوم کر لی تھی اور آپ کا اسی طرف اشارہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف فرما تھے۔ استاذ العلماء کے والد ماجد ملنے

کے لئے آئے تو بڑا اعزاز فرمایا انہوں نے عرض کیا فیض احمد کے لئے
 دعا فرمائیں تو جذباتی انداز میں فرمایا فیض احمد سے کہو کہ وہ میرے
 لئے دعا کرے۔ چونکہ سید رسول شاہ صاحب مرحوم ہمارے بزرگوں
 کے بہت حالات و کرامات جلتے تھے اس لئے اکثر و بیشتر حضرت
 خواجہ کی خدمت بیان کرتے رہتے اور آپ ان پر بڑی شفقت
 بھی فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی ضروری کام کے لئے دعا کی خاطر شاہ
 صاحب موصوف کو بستی بختاور بھیجا کہ وہاں جا کر درویش خاندان
 سے دعا کراؤ۔ شاہ صاحب موصوف نے پیغام پہنچایا تو حضرت
 فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کے بندے یہ تمہاری
 مہربانی معلوم ہوتی ہے نہ جانے تم وہاں ہمارے متعلق کیا کہتے رہتے ہو
 وہ تو ہمارے مشائخ میں سے ہیں اور اس درگاہ سے تو ہمیں نیاز و
 عقیدت ہے ہمارے لئے وہاں دعا کا اتنا س کیا کرو۔ شاہ صاحب
 مرحوم نے فرمایا حضرت کا حکم ہے اب تو تعمیل کرنی پڑے گی چنانچہ
 ہمارے خاندان کے بزرگوں نے دعا فرمائی بفضلہ تعالیٰ وہ کام ہو
 بھلی گیا۔ اس پر حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔
 ۱۳۱۵ھ میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال
 ہوا تو اسٹاذ العلماء نے مرثیہ کے اشعار لکھ کر بھیجے جو بہت پسند کئے
 گئے اور طوفان اشک کے نام سے موسوم پمفلٹ میں شائع کئے گئے
 آخری شعر کے آخری مصرعہ سے سن وفات نکلتا ہے۔ چند اشعار
 ملاحظہ ہوں۔

دریغا پیکرِ صدق و صفارت دریغا منبعِ جود و سخارفت

نشانِ شوکتِ شاہِ سلیمان
نظامِ رشتہ مہر و ناز رفت
بگوشنِ وصالش فیضِ باسوز
رئیسِ الاصفیاءِ آنِ صفارفت

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے استاذ العلماء کا تعارف گولڑہ شریف قیام پذیر ہونے سے کافی عرصہ پہلے ہوا۔ بستی بختاورد کے سُنی شیعہ تنازعہ کے سلسلے میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی تاکید و سفارش پر خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء کے ساتھ تعاون فرماتے رہے۔ آپ نے سیال شریف میں تدریس کے لئے بھی استاذ العلماء کو دعوت دی مگر بعض مجبوریوں کی بنا پر آپ نہ جاسکے۔ گولڑہ شریف میں قیام کے بعد بارہا ملاقات ہوتی رہی۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء کا بہت احترام فرماتے۔ مہر مینیر کی تالیف پر خواجہ سیالوی بہت خوش ہوئے اور بہت تعریفی کلمات فرمائے۔ ۱۹۷۰ء میں جب آپ جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر تھے تو سوشلزم اور دوسرے غیر اسلامی نظریات کے خلاف جہاد کے لئے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعاون اور اعانت حاصل کرنے کے لئے کئی مرتبہ گولڑہ شریف تشریف لائے۔

اس سلسلے میں ملک بھر میں آپ نے سنی کانفرنسوں کا انعقاد کیا تو حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے حکم سے استاذ العلماء

نے اس قسم کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا جس پر حضرت خواجہ
بیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کا شکریہ
ادا کیا اور استاذ العلماء کے جامع خطاب کی تعریف کی۔

حضرت خواجہ صوفی نبی بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ صوفی نبی بخش ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بالمال بزرگ تھے
آپ کو بہت سے طریقت کے مشائخ سے فیض حاصل تھا۔ ملتان کے
مشہور مجذوب بزرگ حضرت قاضی مسطور رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت
سے بھی مشرف تھے ویسے خلافت آپ کو کائیں شریف علاقہ کشمیر
کے نقشبندی بزرگوں سے تھی۔ استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد
مدظلہ حضرت صوفی صاحب قبلہ کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے
ہے حضرت صوفی نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے استاذ العلماء کے والد ماجد
فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اچھا بھلا تعارف اور ملاقات تھی
حضرت صوفی نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف کے ذریعہ غائبانہ طور پر ہمارے
خاندان کے بزرگوں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ جب کبھی
استاذ العلماء کے والد ماجد آپ کے پاس آتے تو بہت احترام فرماتے،
مجلس میں دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور عموماً فرماتے چاندیہ بادشاہ
آگئے ہیں اور پھر ہمارے بزرگوں کے تفصیلی حالات بیان فرماتے۔
استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ بہت شفقت فرماتے۔
گھر سے خصوصی کھانا بھجواتے اور تعلیم و تربیت کا خیال فرماتے۔
استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ خواجہ نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ سماع کے بہت

دلدادہ تھے آپ کے ہاں بڑی مجالس سماع منعقد ہوتیں اور دور دور سے قوال آتے مجلس میں آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی تو پوری مجلس پر ذوق اور کیف ہوتا۔

ایک مرتبہ مجلس میں استاذ العلماء کے والد ماجد حسن ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر وجد میں آگئے۔

جہانے درخیال لیلۃ القدر حسن دربت گیسوئے محمد
حضرت خواجہ نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ تعظیماً مجلس میں کھڑے ہو گئے
پھر خود بھی وجد میں آگئے اور مجلس پر عجب رنگ چھا گیا۔ مجلس
کے اختتام پر استاذ العلماء کے والد ماجد سے فرماتے لگے حافظ صاحب
آج تو آپ نے مجلس کو گرما دیا ہے۔

حضرت خواجہ صوفی نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خالقاہ حضرت حافظ
جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خالقاہ سے آگے بی۔سی چوک کی طرف
جانے والی سڑک پر ایک فرلانگ کے فاصلے پر دائیں جانب واقع
ہے۔ بڑا کھلا احاطہ ہے، پرانی مسجد ہے۔ روضہ شریف ہے۔ جس میں
حضرت صوفی نبی بخش صاحب کے ساتھ حضرت قاضی مہٹو رحمۃ اللہ علیہ
کا مزار ہے مگر اب وہاں کوئی مدرسہ مسجد کی آبادی اور رونق وغیرہ
نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد ابراہیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زنی شریف

موسیٰ زنی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے نقشبندی بزرگوں سے
ہماری خاندان کے بزرگوں کے باہمی مراسم تھے حضرت خواجہ سراج الدین

رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہمارے بزرگ جب حضرت عاشق خان قادری رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ پر حاضری دیتے تو نقشبندی بزرگوں سے بھی ملاقات ہوتی۔ استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ کے والد ماجد فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ مہربانی فرماتے تھے صاحبزادہ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ استاذ العلماء کا اپنے والد ماجد کی وجہ سے تعارف تھا۔ ملاقات بھی رہی اور باہمی خط و کتابت بھی ہوئی۔ اس درویش خاندان کے لوگ اب بھی ہمارے خاندان کے فقر و درویشی سے متعارف ہیں۔

صاحبزادہ غلام محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سواک شریف (لیہ)

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ غلام حسن سواک رحمۃ اللہ علیہ کا ہمارے بزرگوں سے تعارف اور باہمی ربط ملاقات تھا۔ اسی خاندانی تعلق کی بنا پر صاحبزادہ غلام محمد نقشبندی صاحبزادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں سے متعارف تھے۔ جب استاذ العلماء پپلاں ضلع میانوالی تھے تو صاحبزادہ موصوف کے بعض عقیدت مندوں کی دعوت پر آپ سے ملاقات ہوئی صاحبزادہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اصرار سے استاذ العلماء کو مسند پر آگے بٹھایا اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ بہت اونچے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ انکے بزرگ فقر و درویشی میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو بڑا احترام فرماتے۔

صاحبزادہ موصوف نے سابقہ تعلق کی بنا پر بستی بختاورد فقیر خاندان

کے پاس ایک مرتبہ اپنے خادم خاص صوفی عاشق محمد کو انتخابات کے سلسلے میں تعاون حاصل کرنے کی خاطر بھی بھیجا تھا۔ صاحبزادہ علام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے گولڑہ شریف سے تعزیت نامہ لکھا تو موجودہ سجادہ نشین جناب صاحبزادہ محمد حسن سلمہ نے جو ابنا خط لکھا جو ان کی خاندانی روایات اور علم دوستی کا آئینہ دار ہے۔

خط کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

بخدمت جناب والا شان قدر دان محقق، مدقق، مفسر،
 محدث حضرت علامہ فیض احمد صاحب دام اقبالہ و ثروتہ و مکانہ
 سرفراز نامہ شرف صدور لاکر باعث مسرت ہوا۔ الحمد للہ ابھی
 تک خاندانیت موجود ہے۔ عالیجاہا کام کار سب کچھ بفضلہ تعالیٰ
 ویسے برقرار ہے محض غم والم قبلہ والدم صاحب کا مبتلا کئے ہوئے
 ہے حضور پر نور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے۔
 بخدمت قبلہ پیر صاحب قد مبوسى السلام علیکم۔

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

غزالیٰ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے استاذ العلماء
 مولانا فیض احمد کا تعارف اور رابطہ ملتان میں تدریس و تعلیم کے
 زمانے سے تھا۔ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علمی مقام سے بڑے
 متاثر تھے۔ چنانچہ آپ کو انوار العلوم میں تدریس کی دعوت دی

تھی۔ اپنے مدرسہ انوار العلوم کی اعزازی سند بھی آپ کو عطا فرمائی
 استاذ العلماء کی حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتان میں کئی
 علمی مجالس ہوئیں۔ بہاولپور میں جبکہ حضرت علامہ موصوف اسلامی
 یونیورسٹی میں شیخ الحدیث تھے استاذ العلماء کی ملاقات رہی۔ استاذ العلماء
 نے آپ کی خواہش پر اپنے برادر عزیز حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی
 کو مدرسہ انوار العلوم میں بطور صدر المدرسین ذمہ داری سنبھالنے
 کے لئے بھیجا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ شکرِیے کا خط لکھا اور
 ملاقات پر بڑی مہربانی کے الفاظ فرمائے جب ایک سال بعد
 راقم الحروف نے مدرسہ انوار العلوم میں تدریسی ذمہ داری سنبھالی
 تو کچھ عرصہ بعد استاذ العلماء نے ملاقات پر حضرت علامہ موصوف
 سے دوران گفتگو خوشطبعی کے انداز میں فرمایا کہ آپ کی فرمائش
 اگر یہ میں خود تو پوری کر سکا مگر بجز اللہ مشہور مقولہ یک نہ شد دوشد
 کے مطابق دو نو عزیز آپ کے پاس حاضر ہو گئے اس پر حضرت علامہ
 موصوف خوب مسکرائے اور ہمارے متعلق تعریفی کلمات فرمائے۔
 استاذ العلماء سے آپ کی خط و کتابت بھی رہی۔ حضرت علامہ سید
 احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء کو دیگر القاب کے علاوہ
 "عمدۃ العلماء الراسخین" بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ استاذ العلماء پپلاں
 سے بھور شریف تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی تک کے اس سفر کا
 تذکرہ فرماتے رہتے ہیں جو حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
 کے ساتھ بذریعہ کار ہوا۔ مفتی محمد حسین شوق مرحوم بھی ساتھ تھے حضرت
 علامہ موصوف نے علمی و روحانی واقعات و مباحث سے علمائے

سلف کی یاد تازہ کر دی۔ خاص طور پر حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی خدمات کے بارے بڑے بلند الفاظ میں اظہار عقیدت فرمایا۔ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر استاذ العلماء نے بڑا طویل معلوماتی مضمون لکھ کر آپ کی علمی اور روحانی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا جو روزنامہ آفتاب کے کاظمی نمبر میں شائع ہوا۔

حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ کے پیر سہجائی تھے۔ طالب علمی کے زمانے سے باہمی تعارف و تعلق تھا۔ گولڑہ شریف میں استاذ العلماء قیام پذیر ہوئے تو علامہ ہزاروی مرحوم سے سلسلہ ملاقات اور بعض مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے گولڑہ شریف میں کئی مرتبہ عرس شریف کی مجالس میں استاذ العلماء کے علم و فضل کی تعریف فرمائی۔ آپ کے عربی رسالہ فیوضات مدینہ کی تحسین و توصیف فرمائی۔ بلکہ وہی بعض اہم مسائل پر استاذ العلماء کی رائے کو پسند کیا۔ ایک مرتبہ تو کسی مشورے کے بہتر نتائج کے بارے میں بہت ہی خوش ہوئے۔ استاذ العلماء کے ہاں تشریف لائے، شکر یہ ادا کیا اور فرمانے لگے یہ آپ کا مجھ پر احسان رہے گا۔ جب علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر کے انتخاب میں حصہ لینے لگے تو حضرت قبلہ سید

غلام محی الدین شاہ پیر صاحب گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے ایسار پر
استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ علمائے کرام کے حمیم غیفر کی قیادت
کرتے ہوئے آپ کے تعاون کے لئے پہنچے۔ علامہ ہزاروی مرحوم اس موقع
پر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ آپ کے آنے سے حالات یکسر
بدل گئے ہیں چنانچہ علامہ ہزاروی مرحوم بلا مقابلہ جمعیت علماء پاکستان
کے مرکزی صدر منتخب ہو گئے۔

حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے
استاذ العلماء کا تعارف و تعلق تدریس کے ابتدائی زمانے سے تھا۔
کئی مرتبہ فیصل آباد ملاقات ہوئی۔ مدرسہ محمودیہ پبلاں میں ملاقات و
علمی مجلس ہوئی۔ آپ نے اپنے مدرسہ رضویہ منظر الاسلام فیصل آباد
میں تدریس کے لئے استاذ العلماء کو دعوت دی مگر بعض موانع کی
بنا پر آپ نہ جاسکے۔ البتہ اپنے برادر عزیز حضرت مولانا سید احمد کو
وہاں تدریس کیلئے بھیجا جو کچھ عرصہ تک وہاں تدریسی فریضہ سرانجام
دیتے رہے استاذ العلماء فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے مزاج میں سادگی، قناعت، مسلک کی سختگی اور اس کی نشر و اشاعت
کا جذبہ قابل تحسین تھا۔ استاذ العلماء نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد
رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر عربی میں مرثیہ لکھ کر ان کے علم و فضل اور دینی
استقامت کی تعریف کی۔ آپ کے عربی اشعار کو اہل علم و فضل نے
پسند کیا اور کئی رسالوں میں یہ اشعار شائع کئے گئے۔

ملتان میں بعض اکابر مشائخ سے شرفِ ملاقات

ملتان میں قیام کے دوران بعض اکابر علماء و مشائخ سے آپ کو شرفِ ملاقات اور مجالس میں حاضری کا موقع ملا ان میں حضرت محدوم صدر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین بخش ملتانى رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فیض محمد شاہ بجمالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبد العظیم ملتانى رحمۃ اللہ علیہ اور مجذوب بزرگ حضرت چپ شاہ رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

استاذ العلماء کا مسک اور تعلیمات

استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ علمائے سلف خصوصاً قطب الاشراف سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسک میں راسخ قدم رکھتے ہیں۔ کتاب و سنت کے اتباع کو اصل الاصول سمجھتے ہیں فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر تکفیر و تفسیق، تفرقہ و دشنام طرازی کے سخت مخالف ہیں۔ اسلامی مکاتب فکر کے باہمی اختلاف کو اختلاف رائے اور اپنے آپ کو حق کے زیادہ قریب سمجھنے کی حد تک جائز سمجھتے ہیں مگر دوسروں پر کبھی چڑا چھالنے کو سخت ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ کے خطاب میں عموماً اتحاد بین المسلمین، باہمی اخوت و محبت، اسلامی تعلیمات کے فروغ کی اجتماعی جدوجہد کے موضوعات زیر بحث رہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین لائحہ عمل ہے حضرت سعدی شیرازی کا یہ شعر اکثر آپ

پڑھا کرتے ہیں۔

میں دارِ سعیدیٰ کہ راہِ صفا تو ان رفتِ جزیرے مصطفیٰ
 فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قرآن و حدیث
 کی روشنی میں ایمان اور اسلام کا لبّ لباب اور مومن کی معراجِ کمال
 ہے۔ آپ عقیدہ توحید کے بارے میں حضورِ غوثِ اعظم سیدنا شیخ
 عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ الآراء تصنیف "فتوح الغیب"
 کے مضامین و تقریرات کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور حضور قبلہ عالم
 گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و تحریرات کو تعلیماتِ غوثیت مآب
 قدس سرہ کے خلاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں حضور بابو جی قبلہ
 سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاجِ اقدس میں ان حضرات
 کی تعلیمات رچی بسی ہوئی تھیں۔ مقبولانِ خدا سے محبت اور انکی
 تعظیم و تکریم کو حقیقی فلاح و بہبود کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور ان
 کی گستاخی اور بے ادبی کو ایمان اور اسلام کے لئے زہرِ قاتل قرار
 دیتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ مقبولانِ خدا کو رحمتِ الہی کے
 ابواب سمجھنا چاہیے اور ان کے توسل کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ
 یقین کرنا چاہیے جبکہ اصل متصرف اور مقتدر حقیقی، علیٰ کل شیء قدير
 حق تعالیٰ کی ذات ہے۔

فرماتے ہیں جو لوگ بزرگوں کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر
 صرف چند رسوم کو تصوف سمجھ لیتے ہیں وہ ان کے فیض سے
 محروم رہتے ہیں۔ آپ کے مشرب میں بڑی وسعت ہے۔ فرماتے
 ہیں قرآن و سنت سے دلیل پکڑنے والے ہوں چاہے انکا تعلق

کسی مکتب فکر سے ہوتی الو مع ان کی نیت پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے
 آپ دینی امور میں معمولی سی خدمت پر بھی جوصلہ افزائی کرتے ہیں اور
 دین سے کچھ نہ کچھ لگاؤ رکھنے والوں پر ملامت اور تنقید کو پسند نہیں
 کرتے۔ فرماتے ہیں درشتی اور سختی سے وعظ و نصیحت یا طنز و تنقید
 سے اصلاح کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا جبکہ نرم خوئی، محبت اور افہام و تفہیم
 کے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں سادگی، قناعت
 تدبیر، بردباری، وقار، تواضع اور ترک دعویٰ کے عناصر بدرجہ اتم پائے
 جاتے ہیں۔ آپ کا معاشرتی طرز عمل اور طریق کار دیکھ کر اس حدیث پاک
 کا مضمون ذہن میں آتا ہے جس میں ارشاد ہوا کہ وہ عالم دین بہت ہی
 اچھا ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی طرف حاجت ہو تو انہیں فائدہ پہنچا
 اور اگر لوگ اس سے استغناء رکھیں تو وہ بھی مستغنی رہے۔

سفر حج و عمرہ و زیارت مقامات مقدسہ

استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ تین مرتبہ حج کی سعادت حاصل
 کر چکے ہیں اور دو مرتبہ عمرہ سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ بغداد شریف
 کربلا شریف، نجف اشرف اور افغانستان میں حضرت عارف
 جامی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر بزرگان دین کے مزارات کی
 زیارت کر چکے ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ حج کا سفر حضور قبلہ بابو جی
 رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کیا، بغداد شریف، کربلا شریف، نجف اشرف
 کا سفر اور زیارات افغانستان بھی آبخنا کے زیر سایہ ہوئیں۔ پہلے حج
 کے موقع پر آپ کو حضور بابو جی قبلہ کے ساتھ دو مرتبہ مدینہ طیبہ

حاضری نصیب ہوئی۔

بغداد شریف کے سفر میں استاذ العلماء کی جامع الجیلانی درگاہ
غوث پاک قدس سرہ کے خطیب ایشخ عبد الحکیم محمد جامع مسجد
امام اعظم کے خطیب ایشخ عبدالقادر اور ادارہ الترتیبۃ الاسلامیہ کے
کے اراکین علماء سے ملاقات ہوئی اور علمی مجالس بھی رہیں۔

درگاہ غوثیہ کے خطیب نے اپنی بعض تصانیف ہدیہ کے طور پر
استاذ العلماء کو پیش کیں اور آپ کے علمی مقام کا اعتراف کیا۔ ۱۹۸۸ء
میں عمرہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں فضیلۃ ایشخ محمود صواف العراقی
سے آپ کی ملاقات اور مجلس ہوئی انہوں نے اپنی تصنیف تفسیر
قرآن آپ کو ہدیہ پیش کی۔ پہلی ملاقات پر دیکھتے ہی فرمانے لگے
مَرَّ جَبَّأً يَا مَوْلَانَا فِي وَجْهِكَ نُورٌ اسی سفر میں آپ کی
ملاقات حرم مکہ شریف کے مدیر جناب شیخ طہ سے بھی ہوئی جو
حضور قبلہ لالہ جی شاہ غلام معین الدین مدظلہ و حضور قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ
کو ملنے کے لئے حرم شریف سے متصل قصر القمر ہوٹل میں تشریف لائے۔

آپ کے متعلق بعض روایے صالحہ

استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ جب پیلاں ضلع میانوالی
مدرسہ محمودیہ میں صدر المدرسین تھے تو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت
مولانا مشتاق احمد چشتی نے جو اس زمانے درود شریف کثرت سے
پڑھا کرتے تھے خواب میں دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجلس
میں تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں مولوی فیض احمد کو بلاؤ

آپ حاضر ہوتے ہیں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک آپ کے سینے سے لگا کر آرام فرما نظر آتے ہیں۔

مولانا محمد اسلم سکندہ مراڑیاں ضلع جہلم نے جو ایک قادری گیلانی بزرگ کے خلیفہ ہیں حضور قبلہ بالوحی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ سے کہا کیا آپ کے پاس محکمہ مال تجارت کے ایک دیانتدار افسر زین العابدین شاہ آنے تھے؟ استاذ العلماء نے وجہ پوچھی تو فرمایا انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا ہے وہ کسی سخت مشکل میں تھے اور کثرت سے درد شریف پڑھتے رہے خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا گولڑہ جاؤ اور مولوی فیض احمد سے اپنے مشکل مسئلہ کا ذکر کرو پریشانی دور ہو جائے گی چند دن بعد شاہ صاحب موصوف آئے اور خواب کا واقعہ بیان کیا۔

ایک مرتبہ استاذ العلماء حمین شریفین سے واپس آئے تو رقم خورد سے فرمایا کہ امت کے احوال سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوتے ہیں اور طبیعت اقدس پر ملال آتا ہے۔ میں نے اس کی وضاحت کئے اصرار کیا تو فرمایا میں نے وہاں خواب میں دیکھا ہے کہ مواجہہ شریف میں لوگ سلام کے لئے حاضر ہو رہے ہیں مگر آپ رُخ مبارک پھرے ہوئے ہیں مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی۔ جب سلام کے لئے حاضر ہوا تو اچانک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخ مبارک کو متوجہ نہ فرمایا۔

آپ کا منظوم کلام

استاذ العلماء کوئی باقاعدہ شاعر تو نہیں اور نہ ہی فنِ شعر و سخن آپ کا مشغلہ ہے لیکن ذوق و کیف کی بنا پر بطورِ آمد یا بعض عوامل و وجوہات کی بنا پر تاثرات کو بڑے سلیقے سے نظم کے سانچے میں ڈھالنا آپ کی خصوصیت ہے حضورِ قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا کلام پسند فرماتے تھے اور اپنی مجالس میں سماع فرماتے تھے۔

استاذ العلماء نے حمد، نعت، غزل، مرثیہ اور رباعی اکثر و بیشتر اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کی ہے۔ عربی، فارسی، اردو میں آپ کے کلام سے اچھا بھلا دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔ نمونہ کلام کے طور پر ایک غزل ملاحظہ ہو جو آپ نے حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد شریف لکھ کر بھیجی تھی۔

تو پاس نہ ہو گا تو تیری یاد رہیگی
 ذنبِ امیری آباد کی آباد رہے گی
 اے غوثِ ثوری تیرے گھرانے کی محبت
 کا شانہ اسلام کی بنیاد رہے گی
 اے جانِ سیجا ذرا اس سمت بھی آنا
 بیمارِ محبت کی یہ سر یاد رہے گی
 طوفانِ حوادث میں نہ ڈوبے گی وہ کشتی
 جو زیرِ نگاہِ شہِ لبندِ ادا رہے گی
 جب فیض کو حاصل ہے درِ غوثِ نسبت
 پھر غیب سے کیوں حاجت ادا رہے گی

شعری شریف کی طرز پر آپ کے یہ اشعار اور ان کا مضمون حضورِ باوجودی
 قبلہ کو بہت پسند تھا۔ بارہا مجلس میں محبوب علی قوال یہ اشعار پڑھتے۔
 فیضِ حق چوں بحرِ ناپیدا کنار مویہا لیش برتر از حصر و شمار
 انبیاء و اولیاء انہار او حسب وسعت بہرہ ہر کس رازو
 بحرِ بے اندازہ بربادی کند آپ جو آور کہ آبادی کند

استاذ العلماء کی اولادِ نرینہ

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے دو
 فرزند عطا فرمائے۔ آپ کے بڑے فرزند کا نام مشتاق الحسین سلمہ ہے
 جنہوں نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ درسِ نظامی کی تکمیل کی۔
 میٹرک کا امتحان پاس کیا اور تنظیم المدارس کی سند حاصل کی۔ مشتاق الحسین سلمہ
 گورنمنٹ ہائی سکول گولڑہ شریف میں پچرہیں۔ طب یونانی کا اچھا مطالعہ
 اور تجربہ رکھتے ہیں اور عملی طور پر بھی طبابت سے منسلک رہتے ہیں
 ان کے فرزند کا نام محمد تقی سلمہ ہے جو میٹرک پاس ہیں اور جامعہ غوثیہ
 گولڑہ شریف میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ استاذ العلماء کے چھوٹے
 فرزند کا نام محمد سبطین سلمہ ہے۔ انہوں نے آپ سے دینی تعلیم حاصل کی
 مدرسہ اسرار العلوم راولپنڈی سے علوم اسلامیہ کی سند فراغ حاصل کی۔
 ایف۔ اے تک جدید تعلیم حاصل کی اور تنظیم المدارس کا امتحان پاس کیا۔
 محمد سبطین سلمہ اسلام آباد کینیکس ہسپتال میں ملازم ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں
 محمد سبطین سلمہ کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا جس کا نام عارف سبطین سلمہ ہے۔

استاذ العلماء کے شاگردانِ کرام

استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ سے فیض یافتہ شاگرد حضرات کے بیان پر آپ کے حالات کا اختتام کیا جاتا ہے۔ یوں تو سینکڑوں حضرات نے آپ سے علم و فن کے فیوضات و برکات حاصل کئے جن کی کثیر تعداد کا بیان مشکل ہے تاہم آپ کے بعض مشہور شاگردانِ کرام کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

- ۱۔ حضرت مولانا سید احمد مدظلہ صدر المدرسین مدرسہ محمودیہ پلاں ضلع میانوالی
- ۲۔ حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ نائب مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان
- ۳۔ حضرت مولانا محمد شریف رضوی شیخ الحدیث مہتمم مدرسہ برہنہ رضویہ بھکر
- ۴۔ حضرت مولانا احسان الحق شیخ الحدیث جامعہ قادریہ فیصل آباد
- ۵۔ حضرت مولانا کریم بخش مہتمم و صدر المدرسین مدرسہ العلوم لشرعیہ جامعہ غوثیہ مہریہ بہل ضلع بھکر
- ۶۔ حضرت صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین نصیر مدظلہ گولڑہ شریف
- ۷۔ حضرت صاحبزادہ غلام حبیب شاہ مرحوم سجادہ نشین و ڈچھہ شریف ضلع خوشا
- ۸۔ حضرت صاحبزادہ محمد لطیف بھور شریف ضلع میانوالی
- ۹۔ حضرت صاحبزادہ جمال الدین کاظمی خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی
- ۱۰۔ حضرت صاحبزادہ حمید احمد شاہ سوہاؤہ شریف آزاد کشمیر
- ۱۱۔ حضرت صاحبزادہ رفیع الدین اٹل شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

- ۱۲۔ حضرت صاحبزادہ ظفر علی شاہ مہر آباد لودھراں (ملتان)
- ۱۳۔ حضرت مولانا محمد نواز مدرس و خطیب جال علاقہ پبلال ضلع میا لوالی
- ۱۴۔ حضرت مولانا محمد عمر مدرس مدرسہ اکبریہ میا لوالی
- ۱۵۔ حضرت مولانا محمد اشرف خطیب و مدرس جہانیاں منڈی (ملتان)
- ۱۶۔ حضرت مولانا عبد القیوم فاروقی پرنسپل جامعہ اسلامیہ کھڑی شریف

آزاد کشمیر

- ۱۷۔ حضرت مولانا محمد اکبر خطیب و مدرس پیر محل فیصل آباد
- ۱۸۔ حضرت مولانا میاں محمد مدرس مدرسہ اکبریہ میا لوالی
- ۱۹۔ حضرت مولانا سید سکندر شاہ مقیم گولڑہ شریف
- ۲۰۔ حضرت مولانا غلام حسین شاہ مہتمم جامعہ حشتیہ دھیر کوٹ آزاد کشمیر
- ۲۱۔ حضرت مولانا احمد نواز صدیقی خطیب و مدرس بھکر
- ۲۲۔ حضرت مولانا غلام رسول مدرس مدرسہ سراجیہ رضویہ بھکر
- ۲۳۔ حضرت مولانا قاضی قمر الدین خطیب بھرمی نواب علاقہ بھکر
- ۲۴۔ حضرت مولانا بشیر احمد خطیب و مبلغ چھینہ ضلع بھکر
- ۲۵۔ حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی مہتمم مدرسہ ہریہ و سرپرست ماہنا البیان
- ۲۶۔ حضرت مولانا حق نواز ساکن کہوٹہ خطیب پاک آرمی راولپنڈی
- ۲۷۔ حضرت مولانا غلام قاسم شاہ مدرس نور پور شاہاں اسلام آباد
- ۲۸۔ حضرت مولانا عبد الصمد مرشد آباد ضلع بھکر
- ۲۹۔ حضرت مولانا نصیر الدین خان ریاست دیر
- ۳۰۔ راقم الحروف فقیر حافظ ممتاز احمد حشتی خطیب و مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آباؤ اجداد کے مشائخ قادریہ کے خاندان کے بعض بزرگوں نے آپ کو دو فرزندوں کی بشارت دی تھی اور نام بھی تجویز فرماتے تھے۔ بزرگوں کے فرمان کے مطابق والد ماجد نے آپ کا نام سید احمد رکھا۔ آپ کا سن ولادت ۱۹۲۴ء ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت علامہ سید احمد مدظلہ نے بستی بختاور میں اپنے والد ماجد کی نگرانی میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی، سکول میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے، بستی بختاور سے آٹھ دس میل جنوب بستی موسن والی کے درس میں کچھ عرصہ آپ ابتدائی دینی کتابیں پڑھتے رہے۔ طلب علم کیلئے رخت سفر باندھا تو اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کے ساتھ طمان، تونسہ شریف اور بعض دیگر مقامات پر علم حاصل کرتے رہے۔ آپ بہت محنتی اور ذہین تھے۔ حصول علم سے دلچسپی اور لگاؤ حد درجے کا تھا۔ اساتذہ کی توجہ نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور آپ جلد ہی طلب علم کی منزلیں طے کرتے گئے۔ آپ نے فنون کی انتہائی کتابیں اور دورہ حدیث شریف مدسہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں حضرت علامہ مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔

اپنے برادر بزرگ استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ سے بھی آپ نے اسباق پڑھے اور ان کی علمی صلاحیتوں سے مستفید ہوئے۔

تدریسی خدمات

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ کی تدریسی خدمات کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندازہ تدریس کے بارے میں مختصر تبصرہ پیش کیا جائے۔ حضرت علامہ سید احمد مدظلہ کا شمار ان جمید مہتمم علمائے کرام میں ہوتا ہے جو میدان تدریس کے شہ سوار سمجھے جاتے ہیں۔ اسباق پڑھانے سے قبل ان سے متعلقہ اکثر و بیشتر شروح اور حواشی کا بھرپور مطالعہ آپ کی عادت رہی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی کتاب کیوں نہ ہوتی آپ اس کے مطالعہ میں حد درجہ مبالغہ فرماتے۔ کتابوں کے مطالعہ میں اس قدر اہمک اور استغراق رکھتے کہ بمشکل نماز پڑھنے کا وقت نکالتے اور خورد و نوش و دیگر ضروریات کے لئے مختصر اوقات مقرر ہوتے۔ آپ درس نظامی کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کتابیں کئی مرتبہ پڑھا چکے ہیں۔ طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتے اور آپ اس پر معقول، مدلل، مبسوط اور عام فہم تقریر کرتے تو کتاب کے مسائل کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہتا۔ آپ کے قابل اور باصلاحیت شاگردوں کا بیان ہے کہ نخومیر اور ہدایۃ النخوکی تدریس کے دوران آپ طالب علموں میں اس قدر صلاحیت پیدا کر دیتے تھے کہ وہ کافیہ، رضی، شرح جامی اور عبد الغفور کو بخوبی سمجھ لیتے۔ آپ طالب علموں کے ساتھ ابتدائی کتابوں میں زبردست

محنت کراتے اور ان کی استعداد اور صلاحیت کو اجاگر کرتے۔

مدرسہ فتحیہ اچھرہ لاہور

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں اس وقت تدریسی ذمہ داری سنبھالی جب استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ والد ماجد کی وفات کے بعد گھر قیام پذیر ہوئے اور مدرسہ فتحیہ اچھرہ میں تدریس سے معذرت کی آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا مہر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی وہاں تقرری پر اظہارِ مسرت کیا اور آپ وہاں فنون کے انتہائی اسباق پڑھانے لگے۔

جامعہ رضویہ منظر الاسلام فیصل آباد

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تقاضے پر آپ کچھ عرصہ جامعہ رضویہ منظر الاسلام میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے مگر سفر کی دوری اور بعض دیگر مجبوریوں کی بنا پر زیادہ عرصہ قیام نہ کر سکے۔

مدرسہ محمودیہ پپلاں ضلع میانوالی

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ نے ۱۹۶۰ء میں پپلاں ضلع میانوالی کی مشہور دینی درس گاہ مدرسہ محمودیہ میں بطور صدر المدرسین تدریسی فرائض سرانجام دینے شروع کئے اور تا حال مدرسہ سے منسلک

ہیں جنوبی سنگنل ریلوے کے نزدیک مسجد کی امامت، جامع مسجد غلہ منڈی کی خطابت اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داریاں بھی نبھاتے ہیں۔

شبانہ روز محنت کا صحت پر اثر

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ نے حصول علم اور تدریس کے ابتدائی دور میں شبانہ روز بے پناہ محنت سے کام لیا۔ رات کو مسلسل جاگنا اور بیداری کے لئے قہوہ کثرت سے استعمال کرنا آپ کی عاد بن گئی بالآخر آپ کے دماغ پر گہرا اثر پڑا، خشکی کے اثرات غالب آگئے، بیخوابی مسلسل رہنے لگی، معدہ و چکر کمزور ہو گیا اور آپ دماغی طور پر علیل ہو گئے۔

عبادات و ریاضات میں دلچسپی زیادہ ہو گئی اور ظاہری درس و تدریس کی بجائے تزکیہ باطن، ذکر و فکر اور علوم تصوف سے لگاؤ بڑھتا گیا بعض اوقات جذب و مستی کا غلبہ ہوتا، طالب علم کتابیں کھول کر گھنٹوں منتظر بیٹھے رہتے اور آپ اپنے مشغل میں ہوتے تاہم آپ کی ہمت ہے کہ ایسے حالات میں بھی جب افاقہ ہوتا تو اسباق پڑھا دیتے تیس سال سے زائد عرصہ ہوا ہے کہ آپ کو دماغی تکلیف ہے۔ طبیعت میں کمزوری اور بے چینی بھی رہتی ہے۔ مگر اس وقت تک بعض اسباق پڑھاتے ہیں۔ اور ادو وظائف کی پابندی کرتے ہیں اور مختلف کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے ہیں بعض اوقات جب طبیعت میں شگفتگی ہو اور سبق پڑھا رہے ہوں تو ابتدائی ایام تدریس کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ اہل علم و دانش حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر

طویل عرصہ تک کیف رہنے کے باوجود ان کے تبحر علمی اور تدریسی تحقیق و تدقیق کا یہ عالم ہے۔

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش

حضرت مولانا سید احمد مدظلہ ابتدا ہی سے جذب و محبت کے اثرات سے تو متاثر تھے مگر بعد میں یہ معاملہ زیادہ غالب آگیا۔ آپ پر وحدۃ الوجود کے اسرار منکشف ہونے لگے اور رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا گیا۔ آپ کے مرشد طریقت حضرت قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برابر آپ کی حالت و کیفیت بیان کی جاتی اور آپ بڑی توجہ سے دعا فرماتے۔ دن کا آرام اور رات کی نیند جاتی رہی۔ وقت بیوقت سفر اختیار کر لیتے جنگلوں اور بیابانوں میں سرگرداں پھرتے۔ کافی عرصہ کے بعد طبیعت میں اس قدر استقرار پیدا ہو گیا کہ ہنگامی سفر اور طویل بے آرامی سے افاقہ ہوا۔ اپنی ذمہ داریوں کی طرف قدر سے توجہ ہوئی اور صحت اچھی ہونے لگی۔ راقم الحروف سن ۱۹۶۱ء میں پیلاں قیام پذیر تھا۔ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے اور بعض اوقات اسرار و رموز کی باتیں سمجھاتے۔

مجھے ان کی وہ کیفیت آج تک ذہن میں نقش ہے۔ جب انہوں نے جذب و مستی اور عجز و نیاز کے موثر انداز میں زعم سے یہ شعر پڑھا ہے

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش

حضرت عاشق خان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری

حضرت مولانا سید احمد مدظلہ اپنے اسلاف کی روایات کے مطابق کئی مرتبہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت عاشق خان قادری اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مزار پر حاضری کے دوران آتش عشق و محبت کے شعلے بھڑکنے لگے اور آواز آئی کہ فقیر اویسی اور آتش عشق درکار ہے تو لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا عشق و محبت سے انکار نہیں مگر فقر و غربت اور چلہ کشی ہمارے لئے مشکل ہے۔

عملیات و تعویذات و علوم فلکیات میں بصیرت

اگرچہ آپ ان چیزوں میں دلچسپی نہیں لیتے اور نہ ہی انہیں مقصود سمجھتے ہیں تاہم عملیات و تعویذات اور علوم فلکیات کے بارے میں آپ اچھا خاصا تجربہ اور معلومات رکھتے ہیں آپ ان چیزوں سے متعلقہ کافی ساری کتابوں کا مطالعہ رکھتے ہیں اور حاجتمند افراد کے اصرار پر تعویذ بھی دے دیا کرتے ہیں۔ راقم الحروف کے والد ماجد مرحوم سے آپ کو بڑی محبت تھی چچا زاد بڑے بھائی ہونے کی وجہ سے ان کا بہت خیال فرماتے کئی مرتبہ والد ماجد مرحوم فرماتے۔ یا مولوی سید احمد تم ہر وقت کتابوں کے مطالعہ میں لگے رہتے ہو اور عملیات کے حساب کتاب میں مصروف رہتے ہو کچھ ہمیں بھی بتلاؤ یہ تم کیا کرتے رہتے ہو! تو ان کے سامنے عجیب و غریب حالات و واقعات

بیان کرتے۔ ایک مرتبہ کافی دیر کچھ لکھتے اور سوچتے رہے پھر مسکرانے لگے۔ والد صاحب مرحوم نے فرمایا آج تو کوئی لمبا حساب کتاب ہے، فرمانے لگے ممتاز احمد کا ستارہ بڑا بلند ہے اور میں یہی دیکھ رہا تھا۔

اخلاق و عادات

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ بہت متواضع اور منکسر المزاج ہیں۔ طبیعت میں بڑی سادگی اور بے تکلفی ہے۔ نام و نمود اور شہرت کو قطعاً پسند نہیں کرتے مزاج میں وضعداری، استغناء اور سنجیدگی ہے۔ کشادہ روئی، خندہ پیشانی، خوش اخلاقی، خوش طبعی معاملہ فہمی، بردباری، حوصلہ اور عجز و نیاز آپ کے خاص اوصاف ہیں کسی کی تحقیر و تنقیص اور دل آزاری آپ کو پسند نہیں۔ بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے محبت اور شفقت آپ کی عادت ہے گفتگو کم اور معقول، ذکر و فکر میں مشغولیت۔ اپنا کام کاج خود کرنا، دوسروں پر بوجھ نہ بننا، سیاسی اور معاشرتی جھیلوں سے آزاد رہنا، خلوت نشینی زہد و عبادت اور مطالعہ کتب آپ کی مصروفیات ہیں۔

آپ کی اولاد نرینہ

حضرت علامہ مولانا سید احمد مدظلہ کے تین فرزند ہیں۔
غلام محبوب المصطفیٰ سلمہ جو بی۔ اے پاس ہیں اور اسلام آباد میں گورنمنٹ سکول سے منسلک ہیں، غلام مرتضیٰ سلمہ جو آپ کی خدمت

میں رہتے ہیں۔ حافظ غلام مجتبیٰ سلمہ جو اسلام آباد یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ

حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ کے والد گرامی نے آباؤ اجداد کے مرشد حضرت عاشق خان قادری اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی خالقاہ پر دعا کی اور نذر بانی تو ۱۵ جنوری ۱۹۲۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور بچپن کے سات اٹھ سال ان کے فیض صحبت سے مشرف ہوئے۔

۱۹۲۹ء میں والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ کے برادر بزرگ استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے گھر پر ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ سکول میں پرائمری پاس کیا اور امتحان میں وظیفہ حاصل کیا۔ فارسی کی کچھ کتابیں اور دیلیات کے اسباق بھی برادر بزرگ سے لے کر سنی بختاورد میں پڑھتے رہے آپ نے مڈل اسکول نو تک میں چھٹی ساتویں جماعت پڑھی اور پھر پیلاں ضلع میانوالی اپنے بھائی حضرت مولانا سید احمد مدظلہ کے پاس آگئے۔ پیلاں میں آپ نے سکول کی تعلیم بھی جاری رکھی اور

درس نظامی کے اسباق میں بھی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔
 حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی فطری ذہن اور قوتِ حافظہ کی بدولت
 جلد ہی حصولِ علم کی منزل طے کرتے گئے۔ حضرت مولانا سید احمد مدظلہ
 کی شفقت اور بھرپور توجہ نے آپ میں اس قدر استعداد پیدا کر دی
 کہ ہدایۃ النخو پڑھنے کے دوران آپ کا فیہ، رضی، شرح جامی اور عبد الغفور
 کا مطالعہ کر لیتے۔ ۱۹۵۶ء میں استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ
 جامعہ محمودیہ پبلاں میں صدر مدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے تو حضرت
 مولانا مشتاق احمد چشتی مڈل کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ اب آپ جامعہ
 محمودیہ میں درس نظامی کی کتابیں پڑھنے لگے۔ اسی دوران آپ نے میٹرک
 کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ فاضل فارسی کے امتحان میں نمایاں
 کامیابی حاصل کی قرآن مجید حفظ کر لیا اور علوم و فنون کی انتہائی کتابوں
 تک پہنچ گئے گورنمنٹ ہائی سکول پبلاں کے اساتذہ آپ کی قابلیت
 اور صلاحیت کے بڑے معترف تھے۔

جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں داخلہ

۱۹۶۰ء میں جب استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ
 جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کی حیثیت
 سے قیام پذیر ہوئے تو حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ نے جامعہ
 غوثیہ گولڑہ شریف میں داخلہ لیا اور فنون کی انتہائی کتابیں پڑھنے لگے
 آپ نے اپنے برادر بزرگ سے جامعہ غوثیہ میں قاضی مبارک، میرزا ہد
 امور عامہ، بیضاوی اور مسلم الثبوت کے اسباق پڑھے۔

تحصیل علوم سے فراغت

حضرت مولانا مشتاق احمد مدظلہ نے جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں فنون کی انتہائی کتب اور دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی اور یوں ۱۹۶۱ء میں آپ نے مروجہ علوم و فنون اور دورہ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف سے فارغ ہونے کے بعد سیٹس پیرم شاہ ازہری کے تقاضے پر ایک سال جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں پڑھاتے رہے۔ پھر جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں دو تین سال تک تدریس اور نظامت مدرسہ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ طالب علموں سے خوب محنت کراتے۔ مطالعہ کی پابندی، نماز کی ادائیگی اور مدرسہ کے قواعد و ضوابط کی خوب نگرانی کرتے۔ آپ کے جامعہ غوثیہ میں قیام کے دوران تعلیم اور نظم و ضبط کا سلسلہ خاصا ترقی پر رہا۔

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی گولڑہ شریف سے ماہ رمضان المبارک میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشکلات بخاری کا درس لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ علامہ موصوف آپ کی

علمی صلاحیت اور فکری استعداد سے بڑے متاثر ہوئے اور تدریس کے دوران آپ پر خاص شفقت فرماتے رہے۔ دوران تدریس آپ سوال کرتے تو علامہ موصوف جواب سے فی الفور مشرف فرما کر فرماتے مولانا آپ کا سوال اس قدر وزنی اور قابل غور ہوتا ہے کہ اس کا ^{تفصیلی} جواب دوران تدریس پیش کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ آپ میرے پاس گھر آجایا کریں تو میں آپ کی فکری و علمی پیاس بجھانے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کروں گا۔

آپ گھر پر حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوتے تو علم و فضل کا دریائے فیض جوش میں آجاتا۔ حضرت علامہ علوم حدیث کے وہ معارف و نکات بیان فرماتے کہ ائمہ محدثین شارحین حدیث اور علمائے سلف کی یاد تازہ ہو جاتی۔

مدرسہ انوار العلوم میں تدریس کی پیشکش

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت و محبت کا اظہار فرماتے ہوئے مولانا مشتاق احمد چشتی سے فرمایا۔ مولانا میری دلی خواہش ہے کہ آپ انوار العلوم میں میرے ساتھ دورہ حدیث کے اسباق پڑھائیں۔ آپ چونکہ اس وقت جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں پڑھا رہے تھے اس لئے استاذ گرامی کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اسی طرح جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں تدریس کے دوران جسٹس پیر کریم شاہ ازہری نے دوبارہ مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں آپکی تدریس کے متعلق کئی مرتبہ اظہار شوق کیا مگر تدریسی مصروفیات کی وجہ سے

آپ نے معذرت کی۔

اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں داخلہ

حسن اتفاق سے علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تو حضرت مولانا مشتاق احمد حسینی نے تخصص فی التفسیر والحدیث (ایم۔ اے) میں داخلہ لیا۔ حضرت علامہ آپ کے آنے پر بہت خوش ہوئے اور ہر طرح سے خیال فرمانے لگے۔ آپ نے دو سال کے عرصے میں تخصص کا امتحان پاس کیا اور یونیورسٹی میں اول آئے۔

اسلامی یونیورسٹی میں بطور ریسرچ سکالر

اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے مختلف مکاتیب فکر سے متعلق اساتذہ کرام حضرت مولانا مشتاق احمد حسینی مدظلہ کی علمی استعداد و صلاحیت کے معترف تھے اور آپ کے اخلاق سے متاثر تھے۔ وائس چانسلر ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی بھی آپ کی علمی خوبیوں کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ ان سب حضرات کی رائے سے آپ کو ریسرچ سکالر کے طور پر یونیورسٹی میں بلا یا گیا تاکہ آپ علمی و تحقیقی مقالہ لکھیں۔ آپ نے اصول تفسیر و تاریخ تفسیر پر نہایت محققانہ انداز میں مقالہ لکھا جس کا تفصیلی ذکر بعد میں کیا جائے گا۔



آئین جو افراد حق کوئی و بیباکی

آپ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں ریسرچ سکالرشپ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اپریل ۱۹۶۸ء میں کمیونٹس نظریات کا حامل مسعود کھدر پوش چیف ایڈمنسٹریٹو اوقات پنجاب ایک کانفرنس کی صدارت کے لئے آیا جس میں ملک بھر کے تقریباً تین سو علماء شریک تھے۔ مسعود کھدر پوش نے ایک نشست میں علماء پر تنقید کی، محقق کے الفاظ بولے اور رسمی انداز میں اسلام کا نام لیا، گویا اپنے جنم باطن کی تمہید کے طور پر یہ انداز اختیار کیا۔ حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی کی طبیعت پر بڑا سخت اثر ہوا مگر اکابر علمائے کرام کا لحاظ کرتے ہوئے آپ خاموشی سے اٹھ کر چلے آئے۔ رات کو راقم الحروف اور عزیز محمد نواز سلمہ سے مشورہ کیا۔ ہم دونوں دونوں یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ اگر کل کی بڑی نشست میں اس نے دریدہ وہمی سے کام لیا تو پھر کلمہ حق ضرور کہنا چاہیے۔ دوسرے دن کانفرنس کا اختتامی اجلاس تھا علمائے کرام کا حجم غفیر تھا۔ بہاولپور ڈویژن کی پوری انتظامیہ موجود تھی۔ یونیورسٹی کا ہال اور گیلریاں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں افسوساً بات یہ ہوئی کہ علمائے کرام میں سے کسی نے بھی اس کی گزشتہ تقریر پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کی جرأت نہ کی بلکہ بعض حضرات نے اس کے حق میں تعریفی کلمات سے بھی گریز نہ کیا۔ کوئی بارہ بجے کے قریب مسعود کھدر پوش بڑے متکبرانہ انداز میں ننگے سر خطاب کے لئے بیچ پر کھڑا ہوا۔ معمول کے مطابق وہ نظریاتی بدگوئی کرتا چلا گیا اور

مجمع پر سکتہ طاری رہا۔

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

فقیر مصلحت میں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

مسعود کھدر پوش نے جب یہ کلمات کہے تم لوگ اسلام اور ایمان

کا نام لیتے ہو جہاں ٹینک کا گولہ آجائے وہاں ایمان کیا کرے گا۔

اصل چیز مادی قوت ہے اور اسلام تو امیروں اور غریبوں کے درمیان

ایک معاہدہ عمرانی تھا جس پر عمل نہ ہو سکا۔

تو حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی نے کھڑے ہو کر کہا آپ قرآن وحدیث

کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ مجھے اپنا موقف بیان کرنے کے

لئے وقت دیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس حق گوئی کی تائید

میں سب سے پہلے راقم الحروف نے کھڑے ہو کر آواز بلند کی۔

”مولانا کو تقریر کے لئے وقت دیا جائے“ پھر عزیز محمد نواز سلمہ نے

کھڑے ہو کر یہی آواز بلند کی۔ اس کے بعد کچھ تائیدی آوازیں سننے

میں آنے لگیں۔ آپ سٹیج پر آئے اور بڑی سنجیدگی حوصلے اور متانت

سے فرمایا۔

”اسلام میں نصرتِ خداوندی پر بھروسہ اولین حیثیت رکھتا ہے

مادی قوت پر فتح و شکست کا دار و مدار نہیں کم من فئۃ

قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ یا ذناب اللہ۔ بہت سی

چھوٹی جماعتیں بہت سی بڑی جماعتوں پر اللہ کے اذن سے غالب

آگئیں۔ آپ نے مزید کہا کہ جب مسلمانوں کو مادی و افرادی قوت

پر بھروسہ ہوا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آپ نے قرآنی آیت سے

غزوہٴ خین کا حوالہ دیا۔ آپ نے مسعود کھڈر پوش کی اسلام کے بارے
تشریح کو اسلام کے ساتھ صریح بغض و عناد سے تعبیر کیا۔ ”
آپ نے اس موقع پر علمائے کرام سے مخاطب ہو کر کہا کیا! ”
آپ حضرات نے یہ حدیث نہیں پڑھی کہ حق بات نہ کہنے والا شیطان
اخرس (گونگا) ہے۔“

مسعود کھڈر پوش چیف اوقات صفائی پیش کرنے کے لئے
کھڑا ہوا تو، نکل جاؤ، بھاگ جاؤ کے نعرے لگے آخر وہ رسوائی و ذلت
کے عالم میں سٹیج سے اتر کر باہر چلا گیا۔ اب حضرت مولانا مشتاق احمد
چشتی کو لوگوں نے گھبرایا، داد تحسین دی۔ مرجبا کہا اور بہت حوصلہ افزائی
کی قومی پریس کے اخبارات کو تو سختی سے روک دیا گیا کہ خبر نہ آنے پائے
ویسے بہاولپور کے پندرہ روزہ ایشیا اور ہفت روزہ رہبر
میں یہ رُوداد شائع ہوئی۔

شیخ طریقت کا اظہارِ مسرت

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ کے کلمہ حق کہنے کے متعلق
حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو آپ بہت خوش
ہوئے اور حضرت لالہ جی قبلہ مدظلہ کو مکتوب لکھنے کا حکم فرمایا۔
۲۶ اپریل ۱۹۶۸ء کے گرامی نامہ میں آپ نے لکھا۔

”حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے جو نیاز ہے یہ
دلیری اور جوانمردی اسی کا نتیجہ ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ان کا سایہ
ان کی نظر کرم ان کی حمایت ہمیشہ ہمیشہ ہر میدان میں آنمخلص کے

شامل حال رکھے۔ جو اوثاثِ زمانہ و ثمرِ حاسدین سے محفوظ رکھتے ہوئے جملہ مقاصد میں کامیاب فرمائے جن لوگوں نے آنکھوں کی تائید کی اور اس حق گوئی میں ساتھ دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے اور جزائے خیر دے۔“

اسلامی یونیورسٹی سے ایسی

اس واقعہ کے بعد وہاں سے آپ کی طبیعت اچاٹ ہو گئی اور آپ نے یونیورسٹی کو خیر باد کہہ دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو دماغی تکلیف ہوئی ہسپتال میں داخل رہے اور طبیعت کافی کمزور ہو گئی اب آپ گولڑہ شریف قیام پذیر ہوئے البتہ کچھ عرصہ کے لئے مدرسہ انوار الاسلام حافظ آباد گوجرانوالہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں بحیثیت صدر المدرسین

اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں تدریس کے زمانے مدرسہ انوار العلوم میں حدیث پاک کے اسباق پڑھانے کے لئے آپ کو فرمائش کی تھی مگر آپ تدریسی مصروفیات کی وجہ سے تعمیل نہ کر سکے تھے۔ ۱۹۶۸ء میں راقم الحروف ملتان قیام پذیر ہوا، عید گاہ میں نماز جمعہ کے بعد غزالیٰ زماں رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں مولانا مشتاق احمد چشتی مدرسہ انوار العلوم میں بطور صدر المدرسین آجائیں میں حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف اور

حضرت مولانا فیض احمد کی طرف خط لکھتا ہوں آپ بھی میری طرف سے خط لکھیں تاکہ مولانا یہاں آجائیں۔ حضور قبلہ بالوحی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ کے مشورے سے آپ نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں صدر المدرسین کا عہدہ سنبھالا اور دورہ حدیث پاک پڑھانے لگے۔ آپ اس وقت تک مدرسہ انوار العلوم کے نائب مہتمم، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہیں۔

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں تدریسی خدمات

حضرت مولانا مشتاق احمد حشتی مدظلہ نے مدرسہ انوار العلوم میں دورہ حدیث کے اسباق کے ساتھ ساتھ بیضاوی شریف، شرح عفت اُند شرح نخبۃ الفکر اور چند دیگر بڑے اسباق بھی کئی مرتبہ پڑھائے۔ آپ کے تدریسی دور میں تقریباً پانچ سو فضلاء نے کرام دورہ حدیث کی سند حاصل کر چکے ہیں اور اس طرح آپ کے علوم و فنون سے علماء کا حجم غفیر مستفیض ہو کر پاکستان کے مختلف شہروں اور دیگر اسلامی ممالک میں مختلف اسلامی شعبوں میں دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے آپ کے شاگردوں میں سے کئی حضرات ملک بھر میں تنظیم المدارس کے امتحان میں اول رہے۔

غزالی زماں کی نظر میں آپ کا علمی مقام

حضرت غزالی زماں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جلیل القدر استاد تھے مگر پھر بھی آپ کے علمی مقام کا احترام فرماتے۔ اگر آپ

ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمیشہ وہ کوشش فرماتے کہ اپنی مسند پر آپ کو ساتھ بٹھائیں مگر آپ ادب کے پیش نظر ایک طرف ہو بیٹھتے علامہ موصوف نے کئی مرتبہ آپ کے علم و فضل کی تعریف فرمائی مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ مجلس پر دستارِ فضیلت کی نشست میں ہر سال غزالی زماں آپ کی علمی خدمات کا بڑے بلند الفاظ میں تذکرہ فرماتے۔ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ کئی مرتبہ غزالی زماں نے فرمایا۔

”حضرت مولانا مشاق احمد گولڑوی میرا دست و بازو ہیں اور مدرسہ انوار العلوم کی روح رواں ہیں۔“ فضلاہ کی دستار بندی کا موقع ہوتا تو آپ ادب کے پیش نظر پیچھے ہو جاتے۔ غزالی زماں دیکھ کر فرماتے۔

”حضرت مولانا آگے تشریف لائیں اور فضلاہ کی دستار بندی کریں یہ سب آپ کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔“ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ علمی و تحقیقی مسائل میں عموماً آپ سے مشورہ لیتے اور آپ کی رائے کو اہمیت دیتے۔ کئی مرتبہ آپ کو اپنے علمی مسودات نظر ثانی کے لئے بھیجتے اور دلائل و حوالہ جات کے بارے آپ سے تبادلہ خیال فرماتے علامہ موصوف ہر معاملے میں آپ کی دلجوئی اور رضامندی کا خیال رکھتے اور آپ سے بے حد شفقت فرماتے۔

اصولِ تفسیر و تاریخِ تفسیر

آپ نے بطور ریسرچ سکالر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں یہ تحقیقی مقالہ لکھا۔ اس اہم موضوع کو تفصیلی و تحقیقی انداز میں پیش کرنے میں آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا۔ اس

مقالے کی تکمیل میں آپ نے کتب خانہ غوثیہ درگاہ گولڑہ شریف، لاہور میں ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد لاہور میں پنجاب یونیورسٹی لاہور، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اور لاہور میں اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے خاص طور پر بھرپور استفادہ کیا۔ یہ مقالہ علمی و فکری تحقیقی کاوشوں کا مجموعہ ہے اور اپنے موضوع پر ایک ضخیم کتاب کے افسوس کہ یہ علمی شاہکار ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔

نشری تقریریں

ریڈیو پاکستان ملتان اور ریڈیو کے قومی پروگراموں میں آپ کی نشری تقریریں سے بھی ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اسلام کے اخلاقی، تعلیمی اور معاشی نظام اور دوسرے اہم مذہبی موضوعات پر آپ کی یہ تقریریں علمی و تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں۔

آپ کا تبحر علمی اور وسعت مطالعہ

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی مدظلہ مروّجہ علوم و فنون کی کتب اور شروح پر عبور رکھتے ہیں۔ علوم متداولہ کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جو آپ کے مطالعہ میں نہ آئی ہو۔ جب کسی علمی مجلس میں علوم و فنون کا کوئی مشکل موضوع زیر بحث ہو تو آپ بڑے عجز و انکسار کے انداز میں موضوع کا محققانہ جائزہ پیش کر کے اہل علم و دانش کو درُطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ زبردست قوت حافظہ نے دلائل کے استحضار کو اس قدر آسان بنا دیا ہے کہ باتوں باتوں میں

کئی علمی موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کر ڈالتے ہیں۔

تصنیف و تالیف

تدریسی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کی استعداد اور اہلیت سے نوازا ہے۔ اگر آپ کی تدریسی مصروفیات زیادہ نہ ہوتیں تو تصنیف و تالیف کے شعبے میں آپ کہیں زیادہ گرانقدر خدمات انجام دیتے۔ تاہم آپ کی علمی و تحقیقی کاوش بھی قابل تحسین ہے۔

مقام سنت

آپ نے اپنی اس اہم تصنیف میں حجیت حدیث کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے منکرین حدیث کے شبہات کا علمی و تحقیقی جواب دیا ہے اور بھرپور علمی انداز میں مقام سنت کو اجاگر کیا ہے۔ اس کتاب کو کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر علامہ منتخب الحق نے دیکھا تو اکابر علماء و مشائخ کے سامنے تعریف کی۔ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے جلیل القدر علمائے کرام نے آپ کی اس علمی کاوش کو سراہا اور عزالیٰ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر تفصیلی تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ کتاب جامعہ نظامیہ لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

جمع و تدوین قرآن

یہ مقالہ قرآن مجید کے نزول، کتابت اور تدوین کے تین دوروں

پر مشتمل ہے مستشرقین یورپ کے قرآن مجید کی جمع و تدوین پر اعتراضات کا اس مقالے میں بڑے دلنشین تحقیقی انداز میں جواب دیا گیا ہے جمع و تدوین قرآن کے بارے شہادت کے رد میں یہ مقالہ لا جواب ہے یہ علمی و تحقیقی مقالہ تاحال زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت

حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی ۱۹۵۶ء میں پیر صاحب گولڑہ شریف قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوتے۔ آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ محبت تھی اور حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حال پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ جب تک گولڑہ شریف آپ قیام پذیر نہ ہوتے تھے تو کثرت سے وہاں حاضری آپ کا معمول رہا۔ حضرت کی خدمت میں خط و کتابت کے ذریعے بھی رابطہ رہتا۔ گولڑہ شریف میں قیام کے دوران حضور کی مجالس اور فیض صحبت سے خاص طور پر مشرف رہتے۔ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات سے آپ کے ساتھ لطف و کرم اور شفقت کا اندازہ ہوتا ہے حضور کے مکتوبات گرامی کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

مارچ ۱۹۶۷ء کے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔
 ”مشتاق ہو، اچھی جلس والے ہو۔ اس مالک حقیقی کو
 یہی پسند ہے۔ منزل مقصود پر بھی یہی چیز پہنچانے
 والی ہے۔ بڑے خوش نصیب ہو۔ ذرا شوق کو اس
 طرف بھی بھیج دو۔ اللہم زد فرزد۔“

اگست ۱۹۷۳ء کے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔
 ”اللہ تعالیٰ تجھ جیسے سچے مخلص کی درخواست کو کبھی رد نہ فرمائے۔
 آمین بفضلہ تعالیٰ اصل مقصود سے غافل نہیں ہو اور نہ ہو سکتے ہو۔
 ہستی مومومہ، مومومہ ہی ہے آخر ہستی حقیقی ایک دن اپنا رنگ ضرور
 ہی لائے گی۔ کیونکہ اصل، اصل اور فرع فرع ہے۔ اس سے کب
 مایوس ہو سکتے ہیں۔ میرا محبوب سچ کہتا ہے۔ ع
 میری تجھ سے نسبت بڑی چیز ہے

مجلس سماع میں وجدِ حال

ابتدا ہی سے آپ ذوقِ شوق اور جذباتِ محبت کے دلدادہ
 تھے شیخ طریقت کی شفقت اور توجہ سے غلبہِ حال زیادہ ہو گیا۔
 حضور قبلہ بالوچی رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری حیات کے آخری چند سالوں
 میں آپ کے وجد و حال کی کیفیت عروج پر آگئی۔ مجلس سماع میں نعرہ
 مستانہ، ہاؤ ہو اور گریہ وزاری کے ساتھ گریبان تک چاک کر ڈالتے۔
 حضرت مولانا روم، مولانا جامی اور مولانا عراقی رحمۃ اللہ علیہم کے
 پرسوز کلام کے سماع پر عموماً آپ وجد میں آجاتے اور مجلس کو
 گرمادیتے۔

آپ کی وجہ سے مجلس سماع خلاف معمول کافی دیر تک جاری رہتی
 اور آپ جذبِ مستی میں مگن رہتے۔

کئی مرتبہ دورانِ سماع آپ حضرت بالوچی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے زانو مبارک
 پر بے خودی کے عالم میں سر رکھ دیتے اور حضور سر پر دستِ شفقت رکھتے۔

زیارتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدّسہ

۱۹۷۲ء میں آپ نے حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ حج کی سعادت حاصل کی اور بغداد و شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد شریف حاضری کے موقع پر درگاہِ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خطیب و مدرس شیخ عبدالکریم محمد مدظلہ نے آپ کو حدیثِ پاک کی اعزازی سند عطا فرمائی۔ ۱۹۷۸ء میں آپ نے دوسری مرتبہ بھی مشائخ کرام کی معیت میں زیارتِ حرمین شریفین کی فضیلت حاصل کی۔ مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت کی اور ۱۹۸۴ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

آپ کی اولادِ زینہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے ان میں غلام محبوب مسیحانی سلمہ بڑے ہیں جو اس وقت بی ایس سی کر رہے ہیں۔ دوسرے غلام جیلانی سلمہ ایف اے کر رہے ہیں۔



حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ بڑے عابد و زاہد اور متجد گزار تھے۔ اکثر اوقات مسجد میں یادِ الہی میں مصروف رہتے بڑی سادہ اور درویش طبیعت رکھتے تھے۔ مزاج پر جذبات کا غلبہ تھا۔ ناراض بڑے جلدی ہو جاتے تھے۔ لوگ آپ کی جذباتی طبیعت سے بہت ڈرتے تھے اور آپ کے سامنے ایسی بات کرنے سے کتراتے تھے جس پر آپ کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہوتا آپ کا غصہ عارضی ہوتا جس پر ناراض ہوتے بعد میں دعاؤں سے ناراضگی کی تلافی فرمادیتے۔ آپ نے پوری زندگی مسکنت، درویشی اور یادِ الہی میں گزار دی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ نے دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔ آپ کے ایک ہی فرزند حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

فقیر حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ

فقیر حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے سچتہ حافظِ قرآن تھے۔ اکثر اوقات قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہنا ان کا معمول تھا۔ قرآن مجید کے حفظ اور ضبط پر جو عبور ان کو حاصل تھا اس کی مثال کم ہی دیکھنے میں آئی ہے۔ نماز تہجد کے بعد ذکرِ جہر اور تلاوتِ قرآن ہمیشہ ان کا معمول رہا۔ وہ پابندی سے مسجد میں نماز پنجگانہ پڑھاتے اور مسجد کی آبادی کا خاص خیال رکھتے جب وہ ٹھہر ٹھہر کر آہستگی سے قرآن

پڑھتے تو ان کا لہجہ بڑا موثر اور پُرسوز ہوتا۔ شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ وعظ و تبلیغ کرتے اور ترم کے ساتھ بڑے سادہ انداز میں منظوم کلام پڑھتے ان کے اشعار میں زبردست تاثیر ہوتی اور لوگوں پر رقت طاری ہو جاتی۔

ان کی طبیعت میں بڑا ذوق محبت تھا۔ عشق و محبت کا کوئی منظوم کلام سنتے تو اسم ذات کی ضرب لگاتے اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا۔

آخری عمر میں انہوں نے حضرت بابو جی قبلہ سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کے دست اقدس پر بیعت کی۔ بیعت ہونے میں انہیں ذرا تردد تھا۔ عرس کے موقع پر پیر صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لوگوں کا زبردست ہجوم تھا۔ آٹھ آٹھ اور دس دس آدمی اکٹھے بیعت ہو رہے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تو پیر صاحب قبلہ نے بلند آواز سے فرمایا۔ میں بہت گنہگار ہوں۔ کسی نیک آدمی سے بیعت کریں۔ حافظ صاحب مرحوم یہ سن کر رو پڑے۔ دل کو اطمینان آگیا، معذرت کی اور بڑے شوق سے بیعت ہوئے۔ ہم گولڑہ شریف تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جب گھر آئے تو وہ بڑے شوق اور محبت سے دربار شریف کا حال پوچھتے اور ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ وفات سے ایک سال قبل وہ بیمار ہوئے بیماری کی حالت میں بھی وہ بدستور تلاوت اور ذکر الہی میں محو رہتے انہوں نے ۱۹۶۴ء میں اس دنیا سے انتقال کیا۔ ان کا مزار حضرت فقیر مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے پاس ہے۔ حافظ

صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند فقیر حافظ محمد عیسیٰ ہیں جو بڑے
 ینختہ حافظ قرآن ہیں اور بستی بختا اور کے مضافات میں گڑھ جات کے
 امام اور خطیب ہیں حافظ محمد عیسیٰ کے دو نو فرزند فقیر اعجاز حسین اور فقیر
 عطار محمد حافظ قرآن ہیں۔ حافظ اعجاز حسین سکول میں عربی پڑھتے ہیں اور
 تنظیم المدارس کے سنیافتہ ہیں اور حافظ عطار محمد دینی و دنیوی تعلیم حاصل
 کرنے کے ساتھ ساتھ امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے گھر سے تین
 فرزندوں میں حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ سب سے بڑے تھے وال ماجد
 نے اپنی خدمت اور تعاون کے لئے زیادہ تر آپ کو شرف بختا خاص
 طور پر جب کمزور اور ضعیف ہو گئے تو رات دن آپ کو خدمت میں
 رہنے کا حکم فرمایا۔ فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے زہد و عبادت
 کا شوق تھا عشق و محبت کا سوز و گداز حاصل تھا اور شب بیداری
 سے قلبی لگاؤ تھا۔ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کو فرائض
 و واجبات اور معمول کے مطابق نوافل سے زائد ریاضت اور مجاہدہ
 سے منع فرماتے جس سے آپ کو بڑی کوفت ہوتی۔ بعض اوقات آپ
 رات کو تہجد کے نوافل میں مصروف ہوتے اور والد ماجد کو معلوم
 ہو جاتا تو بلا کر سو جانے کا حکم فرماتے۔ جوں ہی آپ والد ماجد کی
 نظروں سے غائب ہوتے آپ کی تلاش شروع کر دی جاتی کہ کہیں
 مجاہدہ میں مصروف نہ ہوں۔ والد ماجد نے کروٹ بد لانا ہوتی، گھر کے

لوگ حاضر ہوتے، دوسرے فرزند خدمت کے لئے کمر بستہ نظر آتے مگر ارشاد فرماتے ”مرید احمد کو بلاؤ۔ آپ حاضر ہوتے اور حکم کی تعمیل کرتے۔ ایک مرتبہ والد ماجد آرام فرماتے آپ کو موقع مل گیا اور نوافل میں مصروف ہو گئے۔ جب ذوق عبادت عروج پر پہنچا تو والد ماجد نے زور سے آواز دے کر بلایا فوراً حاضر ہوئے مگر طبیعت پر قدرے طلال رہ گیا۔ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے جذبے سے فرمایا۔ مرید احمد سو جاؤ وہ وقت آنے والا ہے کہ تمہاری شب بیداری سے دنیا تھک جائے گی اور تمہارے شب و روز مسلسل یادِ الہی میں بسر ہوں گے۔“

یادِ یارِ شعلِ افگنِ رہِ بجال

حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوتا گیا اور فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت یکسر بدلتی گئی۔ سکون و آرام سے کوئی سروکار نہ رہا۔ رات کی میٹھی نیند الوداع اور دن کا چین و قرار رخصت ہو گیا۔ سخت سردی کے موسم میں پوہ مہینہ کی طویل راتیں کھیتوں ہیدانوں اور جنگلوں میں ذکرِ جہر کرتے گزر جاتیں۔ ذکرِ جہر کی درد بھری آواز سے محلے، شہر، مضافات اور علاقے کے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ ذکرِ جہر کی محویت اور مستی میں کئی میل دور نکل جاتے اور عشق و محبت کی تپش کو جالِ یار کے تصور سے مانوس کرتے کرتے کافی وقت گزر جاتا۔ سردی کے موسم میں مرد ہوا کے جھونکوں سے آپ کو قد سے سکون ملتا اور سینے سے کپڑا ہٹا لیتے۔ بعض اوقات عقیدت مند

محبت کے پیش نظر آپ کی آواز سن کر آگ سلگا لیتے کہ سردی سے
 ہاتھ پاؤں ٹھٹھڑے ہوئے ہوں گے ذرا انہیں تاپ لیں گے۔
 جب آپ پہنچتے تو آپ کے ہاتھ اور سینے سے پسینہ جاری ہوتا
 فرماتے آگ کی ضرورت نہیں یہ تو پہلے سے بھڑک رہی ہے۔ البتہ
 گھڑے کا پانی پلا دو۔ آپ کے چھوٹے بھائی فقیر حافظ غلام محمد
 رحمۃ اللہ علیہ جن کے ساتھ آپ کی محبت درجہ عشق کو پہنچی ہوئی تھی
 کئی بار مختلف طریقوں سے آپ کو سردی میں جانے سے روکا کرتے
 تھے مگر آپ نہ رکتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے محبت و نصیحت کے
 ملے جلے لہجے میں فرمایا۔ آپ ہماری باتیں تو نہیں مانتے، سردی کی اس
 شدید لہر میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سوئے پڑے ہوں اور آپ کسی جگہ
 سردی سے ٹھٹھڑ کر مردہ پڑے ہوں ہمارے حال پر رحم کریں اور اپنے
 حال پر بھی، اس سے زیادہ ہم آپ کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ کوئی دو تہائی
 رات گزر چکی تھی سرد ہوا چل رہی تھی اور لجانوں میں بھی چین نہیں
 آ رہا تھا اچانک آپ اپنے بھائی فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے
 دروازے پر آ پہنچے اور آہستہ سے آواز دی انہوں نے اٹھ کر دروازہ
 کھولا دیکھا تو آپ کے جسم پر کرتہ نہیں ہے۔ ہاتھ اور سینے پر پسینہ
 جاری ہے ان سے فرمانے لگے میں آپ کو تسلی دینے کے لئے آیا
 ہوں کہ کہیں آپ کو پریشانی لاحق نہ ہو۔ مجھے سردی بالکل محسوس نہیں
 ہو رہی اب تو آپ باہر جانے پر ناراض نہ ہوں۔ فقیر حافظ غلام محمد
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ کے بندے ہم آپ سے تھوڑے۔ اس کے
 بعد انہوں نے کبھی آپ کو اس بارے میں کچھ نہ فرمایا۔

عشق رسولؐ کی بے تابیال

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق آپ کا سرمایہ حیات تھا۔ آپ ہر وقت اسی خیال میں رہتے اور اسی مقصود کو پیش نظر رکھتے۔ سرِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا تذکرہ آپ کی آتش عشق کو بھڑکا دیتا اور آپ دیوانگی اور مدہوشی میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے۔ نعتِ رسول کی پُر درد آواز سن کر یوں تڑپنے لگتے جس طرح مچھلی کو پانی سے باہر پھینک دیا گیا ہو۔

سرِ ایسی زبان کے مشہور شاعر استاد کہتر مرحوم کے عاشقانہ کلام سے آپ کو دلہانہ لگاؤ تھا۔ محمد اکبر خان ڈھانڈا مرحوم کے دو ملازم اللہ بخش شیخ اور شیر محمد بلوری نعت پڑھا کرتے تو کھیت کے ڈھیلوں پر بنیاب مچھلی کی طرح آپ تڑپ رہے ہوتے، گھنگریالے سیبہ بالوں پر مٹی کی تہ جم جاتی اور سارا لباس گرد و غبار سے آلودہ نظر آتا۔ خان صاحب مرحوم کا حکم تھا کہ فقیر صاحب جب بھی فرمائش کریں کام کاج چھوڑ کر حکم کی تعمیل کیا کرو۔ چنانچہ وہ ہل چلا رہے ہوتے، زمین سیراب کر رہے ہوتے یا کسی اور کام میں مصروف ہوتے آپ کو آتا دیکھ کر کام چھوڑ دیتے اور نعت پڑھنا شروع کر دیتے۔ آپ عموماً ان نعتوں کی فرمائش کرتے جن کا مطلع یہ ہے۔

۱۔ این گھڑے مجھدا حردی کہیں کوں کل نہ پئی اج تائیں
۲۔ لکھاں بھل بھل تے سے رُل رُل حقیقت ہتھ نہ آئی اج تائیں
۳۔ این جگتے پھرے اول جگتے نت تیدا ہے سوداں کجھ تید ی حقیقت

وجد و حال کا تیرت انجیر منظر

استاذ العلماء مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ پر وجد و حال طاری ہوتا تو عجیب منظر دیکھنے میں آتا۔ ایک مرتبہ آپ علاقہ سرحد رنجپور پچانڑ میں ہمارے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ قریب ہی کہتر مرحوم کا جلسہ تھا مجھے ساتھ لے کر جلسہ میں شریک ہوئے مجمع کے وسط میں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نعت کا یہ مصرعہ پڑھا گیا ”مٹھا مدنی موہن تیتڑے مکھڑے ڈھٹیں دل رجدی نہیں سک لاندی نہیں“ تو آپ پر وجد طاری ہوا مجمع کے اوپر اڑتے ہوئے تڑپ کر کوئی بیس پچیس گز دور جا پڑے اور کافی دیر جذب وستی کی کیفیت میں رہے راستے میں نے عرض کیا چچا جی یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے فرمانے لگے، جب تمہیں ان باتوں خبر ہوگی تو خود بخود سمجھ آ جائے گی۔ ایسی مجالس میں وجد و کیف کے بعد عموماً شو شطبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔ ”یہ نعت تو ان لوگ خود تو ہٹے کٹے پھرتے ہیں مگر ہمیں مار ڈالتے ہیں“

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

راقم الحروف کے قبلہ والد مرحوم بیان فرماتے تھے کہ کئی مرتبہ ادھی رات سے پہلے آپ تھوڑی سی دیر آرام کے لئے گھر آتے کچھ دیر بعد چانک چا پانی سے وجد کی حالت میں اچھلتے اور چھپتے کے قریب جا کر نیچے آ گرتے اور پھر شعر پڑھتے ہوئے باہر چلے جاتے اور نماز صبح کے قریب

واپس آتے۔ ایک رات میرے پاس لیٹے ہوئے تھے کہ بڑے جذبے سے اسم ذات کی ضرب لگائی اور چار پائی سے نیچے جا گرے، خلاف معمول ہتجد کے وقت سے پہلے واپس آئے اور میرے پاس آکر لیٹ گئے اور بڑی شفقت و محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھر کر تھپکیاں دینے لگے۔ میں نے انہیں اس قدر مہربان دیکھ کر عرض کیا۔ ابا جی یہ فرمائیں کہ آپ کو آج کیا ہو گیا تھا میں تو آپ کی اس حالت سے بہت پریشان ہوتا ہوں فرمانے لگے بیٹا یہ تو پریشانی کی کوئی بات نہیں میں نے عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ آج آپ آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ بڑی شفقت سے فرمایا کسی کو مت بتانا۔ بات یہ تھی کہ خواب میں تمہارے جد امجد حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے مجھے اپنے ساتھ لیا اور پڑاڑ کرنے لگے۔ جب ہم چوتھے آسمان پر پہنچے تو مجھے ایک نورانی خیمہ نظر آتا ہے جس کے دروازے پر ایک ایسا خوبصورت شخص کھڑا ہے کہ چاند اور سورج بھی اس کے حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس خیمہ کے انوار و تجلیات سے سارا جہان روشن نظر آتا ہے۔ حضرت فقیر میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنی بغل میں لئے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں۔

”مرید احمد یہ خیمہ جناب سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، آپ اسمیں جلوہ افروز ہیں اور اس کے دروازے پر خوبصورت نوجوان حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو دربانی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔“

اس کے بعد خیمہ کے دروازے سے پردہ اٹھا تو میں جمال نبوت کی تاب نہ لاسکا اور یہ کیفیت ہوئی جو تم نے دیکھی۔

کارسازِ مابہ نکرِ کارِ ما

استاذ العلماء مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ سے آپ کو بڑی محبت تھی کئی مرتبہ انہیں علاقہ سرحد سے اپنے ساتھ بستی بختاورد لے آتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ساتھ تھا دریائے سندھ عبور کرنے کے لئے ہم تین پرکشتی میں سوار ہونے کی غرض سے آرہے تھے۔ ابھی تقریباً ایک میل ہم دور تھے کہ کشتی روانہ ہو گئی میں نے عرض کیا کہ اب وہاں جانا تو بے فائدہ ہے۔ گھر واپس چلیں کل سویرے پھر آجائیں گے فرمانے لگے چلتے ہیں اللہ تعالیٰ کوئی سبب بتا دے گا۔ کشتی کوئی ایک میل دریائی سفر طے کر چکی تھی ملاحوں کو یاد آیا کہ لنگر ڈالنے کے لئے لوہے کی بڑی موٹی زنجیر وہ تین پر بھول آئے ہیں۔ انہوں نے کشتی کا رخ تین کی طرف موڑا، کافی دیر کے بعد وہ واپس آ پہنچے اور ہم اسی کشتی میں سوار ہو کر دریائے سندھ کے پار آ پہنچے۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

ملک محمد بخش سمرام حوم ساکن چاہ پبلی موضع جھرکل علاقہ کرور ضلع لئیہ حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخلص عقیدتمند تھے۔ آپ کے ساتھ بیعت اور عقیدت کا واقعہ وہ خود یوں بیان کیا کرتے تھے کہ ان کے والدین بہت مفلس تھے غربت اور قرضہ سے تنگ آ کر اس نے چوری شروع کر دی ان کے کچھ رشتہ دار ملک اللہ داد سمرام حوم وغیرہ بستی بختاورد سے شمال مغرب میں چند میلوں کے فاصلے

پر رہتے تھے ملک محمد بخش مرحوم اپنے رشتہ داروں کے ہاں آئے تو فقیر صاحب
 وہاں تشریف فرما تھے فقیر صاحب کو دیکھتے ہی انہیں بیعت کا شوق ہو
 گیا۔ دعا کے لئے عرض کیا اور بیعت کی آرزو ظاہر کی۔ آپ نے دعا فرما
 دی مگر بیعت کرنے سے معذرت کی۔ ملک محمد بخش مرحوم تقریباً چھ ماہ
 تک مسلسل بیعت کے لئے عرض کرتے رہے اور اپنی حالت بھی بتاتے
 رہے کہ مجبوری کی وجہ سے وہ چوری بھی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ فقیر مرید احمد
 رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلا کر فرمایا۔ محمد بخش تمہیں بیعت کرتا ہوں نماز کی
 پابندی کرنا اگر ایک سال کے عرصے میں تم سے نماز قضا نہ ہو، چوری کی
 عادت چھوٹ جائے اور غربت ختم ہو جائے تو بہتر ورنہ کوئی اور دروازہ
 تلاش کر لیں۔ ملک محمد بخش مرحوم بیان کرتے تھے کہ پھر مجھ سے نماز آخری
 دم تک قضا نہ ہوئی۔ کبھی میں سویا ہوا ہوتا تو فقیر صاحب خواب ہی میں
 آواز دیتے اور میں بیدار ہو جاتا، ایک سال کے عرصے میں ہماری مالی
 حالت اچانک بہتر ہو گئی، چوری سے سخت نفرت ہو گئی اور نماز سے
 قلبی لگاؤ ہو گیا۔ سال کے بعد حضرت فقیر صاحب اچانک چاہ پسی
 تشریف لائے میری والدہ نے ہانڈی چڑھائی ہوئی تھی اور شلغم پانی
 میں ابل رہے تھے ہم نے دعوت کا انتظام کرنا چاہا تو سختی سے روک
 دیا وہی کچے شلغم ایک کٹورے میں ڈلوادینے ان میں مزید تازہ پانی ڈال
 کر تھوڑے سے چکھے اور کٹورا مجھے دے دیا کہ اسے پی جاؤ میں نے
 حکم کی تعمیل کی مگر خیال آیا کہ کہیں بیمار نہ ہو جاؤں۔ فرمانے لگے اب
 تمہیں زندگی بھر پیٹ کی تکلیف نہ ہوگی۔
 بالکل اسی طرح ہوا کہ مجھے پوری زندگی کبھی پیٹ کے درد وغیرہ

کی تکلیف نہ ہوئی۔ فقیر صاحب گھر واپس ہونے لگے تو میں نے ایک بکرا
نذرانے کے طور پر پیش کیا اور اسے پہنچانے کے لئے آپ کے پیچھے چل پڑا
بکرا اتنا شری تھا کہ میں دونوں ہاتھوں کے ساتھ مضبوطی سے اسے
پکڑے ہوئے تھا اور بڑی مشکل سے وہ قابو آ رہا تھا۔ کچھ دُور جا کر آپ
نے فرمایا تم ٹھہر جاؤ۔ میں نے عرض کیا قبلہ یہ بکرا کس طرح وہاں پہنچے گا
اس کی حالت تو آپ دیکھ رہے ہیں۔ فرمانے لگے اسے چھوڑ دو اور تم
واپس چلے جاؤ۔ ادھر آپ کا حکم تھا اور ادھر بکرے کی یہ حالت تھی ذرا
سوچنے لگا تو دوبارہ فرمایا فکر نہ کرو چھوڑ دو میں نے بکرے کو چھوڑ دیا
اور وہ سرنگوں ہو کر آرام سے فقیر صاحب کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ میں
کافی دُور تک دیکھتا رہا کہ کہیں ادھر ادھر بھاگ نہ جائے مگر مجھے حیرت
ہوئی کہ وہ بکرا فقیر صاحب کے پیچھے آہستہ آہستہ چلتا گیا اور راتے سے
نہ ہٹا۔ جب میری تسلی ہوئی تو پھر میں گھر راتہ ہوا۔ ملک محمد بخش مرحوم کو
آپ سے جو اعتقاد تھا اس کی مثال کم ہی دیکھنے میں آئی ہے۔ بیان
کرتے تھے کہ میرے دولڑکے ریلوے میں ملازمت کی خاطر انڈیا کے
لئے گئے ہوتے تھے مجھے بڑی فکر تھی رات کو فقیر صاحب قبلہ کی فاتحہ
دلوائی اور دعا کے لئے فریاد کی۔ تہجد کے قریب خواب میں فرمایا محمد بخش
فکر نہ کرو ہم نے تمہارے لڑکوں کو پاس کر دیا ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا
کہ میں نے رات کو کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے کنواں چلایا۔ آدھی
رات کے بعد نیند غالب ہوئی، کہیں سے پانی کی نالی ٹوٹ گئی تو فقیر صاحب
نے خواب میں آواز دی محمد بخش پانی کی نالی ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں بیدار ہوتا تو
واقعی نالی ٹوٹی ہوئی ہوتی۔ ملک محمد بخش سمر آفری دم تک صوم و صلوٰۃ

کے پابند ہے، رزقِ حلال کے حصول کی ہمیشہ کوشش کرتے اور اپنے سائے معاملات میں دیانتداری کا خیال رکھتے ان کے لڑکوں میں ملک غلام حسین اور اس کے لڑکے محمد حسین اور محمد نواز اب تک ہمارے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ملک محمد بخش مرحوم کے ایک اور قریبی عزیز ملک غلام عباس بھی اب تک ہمارے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں۔

حُسنِ خاتمہ کا عجیب و غریب منظر

یوں تو ہمارے خاندان کے سائے بزرگ آخری وقت ذکرِ الہی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت عجیب و غریب منظر تھا۔ خاندان کے سائے بزرگ تشریف فرما تھے اور آپ ذکرِ جہر میں مصروف تھے اتنی بلند اور پردہ آواز سے ذکر فرما رہے تھے کہ سننے والے حیران تھے کہ اتنی کمزوری اور نفاہت میں اس قدر جذبات کی شدت کہاں سے آگئی۔ حضرت مولوی محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا آپ تھک گئے ہونگے اگر فرمائیں تو آپ کو قرآن مجید سنائیں۔ فرمانے لگے میرا رگ وریشہ اور ایک ایک روٹکا قرآن پڑھ رہا ہے ہاں اگر پڑھیں تو آپ کو ثواب ہوگا۔

دمِ آخرتانی جلوۂ دیدارِ جامیٰ را

پھر آتشِ شوقِ مزید بھڑک اٹھی، عشقِ رسولؐ کے جذبات نے شدت

اختیار کی اور فرمانے لگے۔ دیکھو دیکھو روضہ رسول کو دیکھو مدینہ پاک کو دیکھو۔ یہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ حضرات نے دیکھا ہے یا نہیں سب لوگوں نے کہا بیشک دیکھ لیا ہے پھر فرمانے لگے مکہ معظمہ کو دیکھو یہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دینے کے بعد جنازہ سے پہلے نعت رسول سنانا۔ جنازے کے ساتھ ساتھ نعت خوان نعتیں پڑھتے جائیں۔ اور دفن کرنے کے بعد یہ نعت سنائی جائے۔ ع

ایں جگتے پھرے اول جگتے نت تیدار ہے سودا کی کچھ تیدی حقیقت

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حوالے

ہمارے والد محترم فقیر غلام رسول مرحوم آپ کے اکلوتے بیٹے تھے جو ان دنوں بیمار اور کمزور تھے آپ پر جس وقت ذکر چہر اور عشق رسول کی کیفیت طاری تھی اور وصیتیں فرماتے تھے تو والد مرحوم دروازے کے ساتھ آسرا لے کر غم و الم کی تصویر بن کر کھڑے تھے حضرت فقیر صاحب نے اشارہ فرما کر بلایا تو وہ آپ کے سینے پر گر کر رونے لگے۔ شفقت پدیری جوش میں آئی تو بڑے جذبے کے ساتھ بلند آواز سے انہیں یوں فرمایا۔

”بے نیاز کی درگاہ بہت ہی نازک ہے اگر میں پہنچ گیا تو سب سے پہلے تمہاری صحت کا سوال کروں گا۔ روزی کی فکر بالکل نہ کرنا تمہاری روزی حضرت محبوب سبحانی پیران پیر رضی اللہ عنہ کے دروازے سے آئے گی۔“

پھر ذکرِ جہر اور جذبِ مستی کی کیفیات میں محو ہو گئے اور اسمِ ذات کا ورد کرتے ہوئے وصال فرمایا۔ آپ کے وصال کی تاریخ ۱۳ صفر ۱۳۵۱ھ ہے آپ کا مزار اپنے والد ماجد حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے متصل ہے۔ آپ کے مزار پر ثنوی بشریف کا یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

عاشقانِ راشد مدرسِ حسنِ دوست
دفتر و درس و سبقِ شاں لڑے اوست

فقیر حاجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

فقیر حاجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند اور راقم الحروف کے والد ماجد تھے۔ آپ کو خاندان کے بہت سے علیل القدر بزرگوں کی خدمت اور صحبت کا شرف حاصل تھا جن میں آپ کے جد ماجد حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فقیر حاجی مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

فقیر حاجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش تقریباً ۱۹۱۵ء ہے آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے جد ماجد حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والد گرامی حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ آپ کے جد ماجد کو آپ سے بڑی محبت تھی چنانچہ وہ آپ کا بہت خیال

فرماتے۔ عموماً آپ کو مولوی غلام رسول کے نام سے پکارتے آپ کے
 حیدرآباد کا فیض نظر تھا کہ آپ باقاعدگی سے دینی و دنیوی تعلیم حاصل
 نہ کر سکنے کے باوجود اچھی خاصی معلومات رکھتے۔ مدلل اور معقول علمی
 گفتگو کرتے۔ مذہبی موضوعات پر بصیرت افروز کلام کرتے اور لکھنے
 پڑھنے کا اچھا بھلا تجربہ رکھتے۔ ۱۹۳۲ء میں والد گرامی کے انتقال
 کے بعد آپ کے چچا بزرگوار حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ
 سفر و حضر میں آپ کو ساتھ رکھتے اور ہر لحاظ سے آپ کا خیال فرماتے
 ان کے فیض صحبت نے آپ کو بہت کچھ عطا کیا اور اخلاق و آداب
 اوصافِ حسنہ اور معاشرتی خوبیوں سے مالا مال کر دیا۔

معاشرتی صلاحیت اور معاملہ شناسی

فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی معاشرتی صلاحیتوں
 اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ بڑے دانشمند، معاملہ شناس اور باحوصلہ
 انسان تھے۔ ان کی رائے بڑی مستحکم اور پختہ تھی۔ مردم شناسی، دور اندیشی،
 مستقل مزاجی، بردباری اور خوش اخلاقی ان کے خاص اوصاف تھے۔ آپ کے
 چچا بزرگوار حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان کے جلیل القدر
 بزرگ حاجی مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ معاشرتی امور میں ان سے مشورہ لیتے
 اور ان کی رائے کو پسند فرماتے، برادری، شہر اور علاقے کے عوام و خواص
 اختلافی معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کے معاشرتی تجربے
 سے معاملات کو سلجھانے میں مدد لیتے۔ آپ کسی سرکاری عہدے پر فائز
 نہ تھے اور نہ ہی دنیوی اقتدار کے مالک تھے، مگر آپ کے عزیز خانے

پر یاہمی مصالحت، خانگی امور میں مشورہ، کام کاج میں تعاون اور علاقائی سطح پر ارباب اقتدار کے ہاں سفارش چاہنے والوں کی خاصی آمد و رفت رہتی، درد مند مظلوم اور گردنِ درواں کا شکار افراد آپ کے پاس آ کر سکون کا سانس لیتے اور خوش ہو کر دعائیں دیتے ہوئے واپس جلتے قدم تے آپ کو مصالحت کی وہ بھرپور صلاحیت بخشی تھی کہ تھوڑے ہی وقت میں مخالف فریقین کو آپس میں شير و شکر کر دیتے اور ایسا مناسب فیصلہ کرتے جو فریقین کے لئے موجب اطمینان ہوتا۔ معاشرتی بصیرت اور معاملہ شناسی کی وجہ سے پورے علاقے میں آپ کی شہرت و مقبولیت تھی اور عوام و خواص آپ کی خوبیوں کے مداح تھے۔ ڈھانڈلہ خاندان کے مدبر سیاستدان بھی اپنے اختلافی معاملات میں آپ کی طرف رجوع کر کے رہنمائی حاصل کرتے اور کئی اہم مسائل آپ کے مشورے سے حل کرتے۔

اسلامی نظریات و عقائد سے وابستگی

اسلامی نظریات و عقائد اور تہذیب و تمدن سے آپ کا بڑا لگاؤ تھا۔ اسلامی موضوعات پر آپ کی گفتگو بڑی مؤثر اور معنی خیز ہوتی۔ آپ غیر اسلامی نظریات کے سخت مخالف تھے اور برملا ان کی تردید کرتے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جب سوشلزم کا پرچار زوروں پر تھا اور نظریاتی سیلاب نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، ہمارا علاقہ بھی اس سے متاثر ہوا، علاقائی سیاست اس نظریے کا سہارا لینے لگی اور لامی کی بنا پر عوام الناس اس نظریے کو پسند کرنے لگے۔ فخر

غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اس تازک موقع پر اپنے مشائخ کرام اور خاندان کے بزرگوں کی روایات پر عمل کرتے ہوئے اس غیر اسلامی نظریے کی علی الاعلان سخت مخالفت کی، اس کی اشاعت کرنے والوں کو سختی سے جھنجھوڑا، علاقائی سطح پر اس تحریک کی زبردست مزاحمت کی اور اپنے حلقہ اثر کو اس کے مہلک اثرات اور نتائج سے بچانے کی پوری کوشش کی۔ حاجی غلام حسن خان ڈھانڈلہ مرحوم اور ضلع بھکر کے دوسرے سیاسی رہنما جب عارضی طور پر اس نظریے کی علمبردار جماعت سے وابستہ ہوئے تو فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سخت تنبیہ کی اور ان کے طرز عمل پر اعلانیہ تنقید کی۔ انتخابات کے سلسلے میں یہ لوگ آپ کے پاس دعا اور تعاون کے لئے آئے تو سینکڑوں کے مجمع میں فقیر صاحب نے واشگاف الفاظ میں انہیں اس غیر اسلامی نظریے کی حمایت پر ٹوکا۔ آخر انہوں نے اس نظریے سے لا تعلق کا یقین دلایا، مجبوراً وابستگی کی کچھ سیاسی وجوہات بیان کر کے معذرت کی اور دعائے خیر کے طالب ہوئے۔

مذہبی تحریک میں نمایاں خدمات

آپ نے بستی بختاور کی مذہبی تحریک میں جس کا تفصیلی تذکرہ بعد میں آئے گا جو نمایاں خدمات سرانجام دیں وہ آپ کی زندگی کا سنہری باب ہیں۔ اپنے اکابر بزرگوں کی اس تحریک کے تسلسل اور جوش و خروش کو برقرار اور تازہ دم رکھنے میں آپ نے بڑا جرات مندانہ کردار ادا کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ نے اہل سنت و الجماعت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد رکھنے اور مذہبی احساس ذمہ داری پیدا کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی اور

ان کے اثرات و نتائج نے علاقائی سطح پر بستی بخت اور کو مضبوط مذہبی مرکز بنا دیا۔ فقیر خاندان اور علاقے کے عوام انہاں کا بھرپور تعاون آپ کو حاصل رہا اور آپ نے کسی موقع پر اہل سنت و الجماعت کے موقف کو کمزور نہ ہونے دیا۔ آپ نے صحت کی کمزوری اور پیرانہ سالی کے باوجود لوگوں کے اعتماد کو برقرار رکھا اور آخری دم تک مذہبی تحریک کو رواں دواں رکھنے میں پوری کوشش کی۔ ۱۹۱۸ء سے لیکر ۱۹۸۴ء تک اس مذہبی تحریک کے اسباب، واقعات، نتائج، مراحل اور نشیب و فراز پر آپ کو بصیرت افروز عبور حاصل تھا۔ جب آپ مذہبی تحریک کے موضوع پر گفتگو کرتے تو سامعین آپ کی یادداشت اور قوت حافظہ پر حیران ہو جاتے اور آپ کے باوقار انداز بیان سے محفوظ ہوتے۔ مذہبی تحریک کے تسلسل اور احساس کو برقرار رکھنے کے لئے آپ نے کئی مرتبہ عظیم الشان جلسوں کا انتظام کیا جن میں ملک کے نامور علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی اور اہل سنت و الجماعت کو مسک کی ترویج و اشاعت کا سنہری موقع ملا۔

علاقائی سیاست میں مضبوط کردار

فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سیاسی تدبیر اور بصیرت کے لحاظ سے پورے علاقے میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ مذہب اور تہذیب و تمدن پر سیاست کے اثرات اور نتائج کا گہرا جائزہ لیتے اور کسی قیمت پر سیاسی قوت کو نظریات و عقائد پر اثر انداز نہ ہونے دیتے۔ آپ کے سیاسی نقطہ نظر اور لائحہ عمل کا ایک وسیع حلقہ اثر تھا جو بزرگوں کے عقیدت مندوں اور آپ کے ذاتی متعلقین پر مشتمل تھا۔ ضلعی سطح کے

سیاستدان اپنی سیاسی مہم کا آغاز کرتے تو آپ سے ملاقات کرتے اور دعائے خیر و تعاون کے طلب گار ہوتے۔ آپ بڑے وسیع لہجہ اور روادار تھے۔ سیاسی امور میں ایک مضبوط موقف پر قائم رہتے ہوئے مخالفین سے قطع تعلقی اور تنگ نظری کو پسند نہیں کرتے تھے۔

سیاسی رہنما انتخابات کے سلسلے میں جب آپ کے ہاں آتے تو آپ انہیں عوام الناس کی مشکلات اور مسائل کا احساس دلاتے اور اس بات کی تاکید کرتے کہ انتخابی مہم کے بعد بھی وہ علاقے سے رابطہ رکھیں اور ضرورت کے وقت لوگوں کے کام آئیں۔

متفرق حالات و خصوصیات

فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت قبلہ بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ گیلانی پیر صاحب گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۴۴ء میں اپنے مشائخ عظام کے زیر سایہ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ عالیہ سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اپنے چچا بزرگوار حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فن طب سیکھا اور کافی عرصہ عملی طور پر طب و حکمت سے منسلک رہے۔ آپ کو نبض شناسی کا بڑا تجربہ تھا۔ اور امراض کے اسباب و علامات کی بڑی پہچان تھی۔ آپ کی گفتگو میں بڑی تاثیر تھی اور آپ کا انداز تکلم بہت دلپسند تھا۔ صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی مدظلہ نے جو آپ سے بڑی شفقت فرماتے اور آپ کو حکیم صاحب فرمایا کرتے، ایک مرتبہ مجھے ارشاد فرمایا آپ بھی عالم ہیں اور آپ کے خاندان میں اور بھی عالم و فاضل ہیں مگر گفتگو کی تاثیر

بیان کا سلیقہ اور کلام کی جاذبیت حکیم صاحب پر ختم تھی۔
آپ کا حلقہ اجاب اور سلسلہ تعارف بڑا وسیع تھا۔ اگر آپ کے
دوستوں اور عقیدت مندوں کا تفصیلی ذکر کیا جائے تو اس کے لئے ایک
مستقل باب درکار ہے۔ آپ کے پاس کچھ دیر کے لئے بھی جسے بیٹھنے
کا اتفاق ہوتا وہ آپ کی گفتگو اور اخلاق سے ضرور متاثر ہوتا۔ فقیر غلام رسول
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ آپ کی خواہش
تھی کہ راقم الحروف اور عزیز محمد نواز سلمہ دونوں بھائی قرآن مجید حفظ کریں
اور اسلامی علوم و فنون حاصل کریں۔ ساتھ ہی آپ جدید علوم کے حاصل کرنے
کی بھی تاکید فرماتے۔ آپ نے ہماری تعلیم کی تکمیل کے لئے بڑی قربانی دی
بڑھاپے میں خدمت کی ضرورت اور خانگی مجبوریوں کے باوجود آپ کے
ہماری تعلیم کو مقدم سمجھا۔ آپ مسلسل ہماری تعلیمی اور اخلاقی حالت کا جائزہ
لیتے اور اس بارے میں معمولی فرودگذاشت کو بھی برداشت نہ فرماتے۔ حصول
علم کی خاطر ہمارا طویل سفر آپ کے لئے ناگوار تھا۔ مگر آپ ہمارے
فائدے کے لئے صبر و تحمل سے کام لیتے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے حوالے
کر کے مطمئن ہو جاتے۔ ہمیں آپ کے وہ صبر آزمائیاں کبھی نہیں
بھول سکتے۔ جن میں آپ ہمیں دور دراز سفر کے لئے گھر سے روانہ کرتے
اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ پھر بڑے جذبے سے دعائے
خیر فرماتے اور ہمیں تسلی دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کی تمنا پوری
فرمائی اور آپ کے حین حیات ہم دونوں بھائی علوم اسلامیہ سے فارغ التحصیل
ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کر لیا اور جدید علوم بھی حاصل کئے۔ آپ کو ہماری تعلیمی
کامیابیوں پر قلبی مسرت ہوئی اور خدا کا شکر بجالاتے۔

علالت کے ایام اور انتقال

فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی صحت ہمیشہ اچھی رہی۔ وفات سے چھ ماہ قبل آپ بیمار ہوئے تو طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ دوا و علاج سے کچھ افاقہ ہوتا مگر تدرستی نہ ہو سکی۔ ملتان میں راقم الحروف کے پاس علاج کے لئے تقریباً ایک مہینہ قیام کیا۔ نثر ہسپتال کے ماہر ڈاکٹروں نے آپ کا علاج کیا اور آپ کی صحت کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی مگر بے سود۔

علالت کے دوران راقم الحروف اور عزیز محمد نواز سلمہ کے ساتھ آپ کے عزیز ڈاکٹر حافظ غلام محمد فقیر، ان کے علاوہ ملک محمد نواز چوہان، شیخ اللہ داد اور مولانا احمد دین نظامی نے رات دن خدمت اور تعاون کیا۔ وفات سے دس دن قبل آپ کو ملتان سے گھر لے جایا گیا۔ ان دنوں آپ کی طبیعت پر ذوقِ محبت کا غلبہ رہتا اور اکثر اوقات رقت طاری ہو جاتی۔ ذکرِ الہی کے ساتھ ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضور غوث پاک قدس سرہ، حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بزرگوں کو بار بار یاد کرتے، استغاثہ کرتے اور نام لے کر پکارتے۔ راقم الحروف اور عزیز محمد نواز کو نصیحتیں فرماتے، دعائیں دیتے اور تسلی دیتے۔ وفات سے ایک دن پہلے فرمانے لگے۔ یہ دیکھو دادا جی فقیر غلام اسحاق، والد صاحب فقیر مرید احمد اور چچا جی حافظ غلام محمد موجود ہیں۔ کچھ دیر بعد فرمانے لگے کافی دیر ہو گئی ہے قبلہ شاہ عبدالحق صاحب گولڑوی مدظلہ کھڑے ہوتے ہیں

خیال کرو وہ تھک نہ جائیں انہیں ذرا بٹھا دو۔
ایک بار میں نے پوچھا آبا جی یہ بزرگ کہاں کھڑے ہیں اور کیا آپ کو
نظر آتے ہیں فرمانے لگے یہ سامنے کھڑے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء جمعہ کے دن
صبح سے آپ کے سفرِ آخرت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ دن کے دس
بجے بلند آواز سے اسم ذات اللہ کا ورد فرمانے لگے۔ سوا گیارہ بجے بڑی
دھیمی آواز سے تین مرتبہ اللہ اللہ اللہ کہتے ہوئے اس جہان سے رخصت
ہوئے۔ دوسرے دن گیارہ بجے آپ کی نماز جنازہ استاذ العلماء حضرت
مولانا فیض احمد مدظلہ نے پڑھائی جس میں سنیکڑوں افراد نے شرکت کی۔
آپ کو اپنے والد گرامی حضرت فقیر مرید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں
دفن کیا گیا۔ آپکی لوح مزار پر صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی مدظلہ

کی ایک غزل کا یہ شعر لکھا ہوا ہے۔
وہ گئے جن کے دم سے مٹھی رولتی
اور رہنے کو ہم رہ گئے ہیں
اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے راقم الحروف
فقیر ممتاز احمد عفی عنہ اور فقیر حافظ محمد نواز سلمہ۔



فقیر ممتاز احمد چشتی عفی عنہ

راقم الحروف فقیر ممتاز احمد چشتی عفی عنہ کی تاریخ پیدائش ۲۲ نومبر ۱۹۲۲ء ہے۔ والد ماجد فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم و تربیت بستی بختاور میں ہوئی۔ استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ سے ناظرہ قرآن شریف پڑھا اور پرائمری سکول ڈھانڈلہ سے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ مڈل سکول بہل میں تعلیم حاصل کی پھر استاذ العلماء کے پیلاں ضلع میانوالی قیام کے دوران ہائی سکول پیلاں سے ۱۹۵۸ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پیلاں ہائی سکول میں حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی نوری اور دسویں جماعت میں راقم الحروف کے کلاس فیلو رہے۔ پیلاں قیام کے دوران بندہ نے استاذ العلماء سے فقہی رسائل اور نظم فارسی کے اسباق بھی جاری رکھے۔

حصولِ علم کیلئے دربار گولڑہ شریف پر حاضری

راقم الحروف ۱۹۵۶ء میں پہلی مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے عرس پر حضور قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت سے مشرف ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں حصولِ علم کی خاطر وہاں حاضری دی۔ استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ دو سال پہلے دربار شریف پر قیام پذیر ہو چکے تھے۔ عزیز محمد نواز سلمہ ان دنوں وہاں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے۔

ایل سعادت بزورِ بازو نیست

راقم الحروف حاضر ہوا تو استاذ العلماء نے فرمایا اچھا ہوا تم آگے صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ (جو ان دنوں ابتدائی اسباق پڑھتے تھے) کے استاذ گرامی حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ کوئی اچھا ذہن اور محنتی طالب علم آئے تو اسے ہمارے پاس بھیجیں تاکہ صاحبزادہ موصوف کے ساتھ اسباق میں شریک ہو۔ حضرت مولانا موصوف تمہارا انٹرویو لیں گے اور اگر مناسب خیال کریں گے تو تمہیں اسباق میں شریک کر لیں گے۔

اسباق میں شرکت اور استاذ محترم کی شفقت

۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء سوموار آٹھ بجے صبح راقم الحروف حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی آرامگاہ پر حاضر ہوا تو استاذ محترم حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے کچھ باتیں مجھ سے دریافت فرمائیں اور اسی دن اسباق میں شرکت کا حکم دیا۔ ان دنوں گلستان، زینجا، اخلاق محسنی، مینۃ المصلیٰ اور صرف بہائی کے اسباق شروع تھے۔ استاذ محترم حضرت شیخ الجامعہ علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد شاگرد تھے۔

تعلیمی کیفیت پر استاذ محترم کا اظہارِ مسرت

استاذ محترم حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت فرض شناس، ذمہ دار، پختہ مزاج اور باضابطہ صالح انسان تھے۔ فرائض منصبی کی

ادائیگی میں اپنی مثال آپ تھے اور شاگردوں کے تعلیمی و اخلاقی محاسبے میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ چند ہی دنوں میں راقم الحروف کی تعلیمی کیفیت سے مطمئن ہو گئے۔ اظہارِ مسرت فرمانے لگے اور استاذِ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کے سامنے مجھ ناچیز کے بارے میں تحسین کے کلمات فرمائے۔

شیخ طریقت سے اسباق کا افتتاح

جناب صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ کے توسل سے راقم الحروف کو بھی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور قبلہ بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہر نئی کتاب کے شروع کرانے کا موقعہ میسر آتا اور انجناب خصوصاً دعا فرماتے۔ یہ سعادت حصولِ علم کے شوق میں میرے لئے زبردست محرک ثابت ہوئی اور میں پوری دلچسپی اور اطمینان سے ذوقِ تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔

گولڑہ شریف کے شب و روز اور یہی مصروفیات

گولڑہ شریف میں راقم الحروف کو علمی استفادے کا سنہری موقعہ میسر آیا حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر برآمدے میں شمالی جانب چٹائیوں پر بیٹھ کر صاحبزادہ موصوف مدظلہ اور بندہ اسباق پڑھتے آٹھ بجے صبح سے ساڑھے بارہ بجے تک درس اور اعادہ اسباق کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر ظہر کے بعد عصر تک دربار شریف پر اسباق کا تکرار ہوتا اور استاذِ محترم حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ دورانِ تعلیم پوری

نگرانی فرماتے جمعہ کے دن بھی کھلے ٹائم پڑھائی ہوتی اور یوں سال بھر تعلیم سے بہت کم ہی فراغت ملتی۔ اسباق اور مطالعہ سے کچھ وقت بچ جاتا تو بندہ اسے قرآن مجید یاد کرنے میں صرف کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعلیم کے تین سال مکمل ہونے سے پہلے بندہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔

سعادت اور نیک بختی کی نشانی

حضرت بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ رہائش گاہ کی اوپر والی منزل سے نیچے تشریف لاتے تو استاذ محترم اور ہم احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ عموماً آنجناب کوئی نہ کوئی بات فرماتے یا اسباق کے متعلق پوچھتے۔ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء حسب معمول آنجناب تشریف لائے تو طبیعت مبارکہ پر بڑا انبساط اور سرور تھا۔ بڑے مشفقانہ باوقار انداز میں مجھ ناچیز سے ارشاد فرمایا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں سلام تم نے لکھے ہیں؟ عرض کیا جی ہاں فرمانے لگے ماشاء اللہ بہت اچھا ذوق و شوق ہے اور تمہیں بہت محبت ہے۔ دو تین قدم چل کر ٹھہر گئے اور مجھ بندہ ناچیز کو مخاطب فرماتے ہوئے محبت بھرے جذباتی انداز میں فرمایا (یہ تمہاری سعادت اور نیک بختی کی نشانی ہے) آنجناب تشریف لے گئے تو استاذ محترم فرمانے لگے۔ "لو بھی تمہارا کام تو بن گیا ہے۔"

آنجناب کی اس شفقت و مہربانی کا پس منظر میرے وہ چند اشعار بنے جن میں حضرت عارف روم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کیا گیا تھا۔ جمعہ کے موقع پر تقریر سے پہلے وہ اشعار پڑھے جا رہے تھے اور آنجناب گھر سے دربار شریف پر نماز جمعہ ادا کرنے تشریف

لا رہے تھے۔ آپ نے اشعار پسند فرمائے جمعہ کے بعد گرج میں راولپنڈی کے نعت خوان غلام مصطفیٰ کو بلوا کر دوبارہ اشعار سماع فرمائے اور محبوب علی قوال کو بلوا کر اشعار نوٹ کر لینے کا حکم فرمایا۔ مگر می محبوب علی قوال کے بیان کے مطابق یہ اشعار قونیہ شریف میں عارف روم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں بھی پڑھے گئے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں۔

السلام اے مظہر نورِ حند مولائے روم
السلام اے بحرِ عشقِ مصطفیٰ مولائے روم
السلام اے پیشوائے اولیاء مولائے روم
السلام اے عاشقوں کے رہنما مولائے روم
السلام اے وہ کہ فوراً آگئے امداد کو
جب کسی نے دردِ دل سے کہہ دیا مولائے روم
آپ ہی آئیں کہ اب تیرے مرہینِ عشق کو
سب حکیموں نے کہا ہے لا دوا مولائے روم
نشہ دیدار ہوں شاہا کرم فرمائیے
ہے فقط ہمتناز کی یہ انتخاب مولائے روم

گولڑہ شریف کا عرصہ تعلیم اور آخری اسباق

راقم الحروف نے گولڑہ شریف میں تقریباً پانچ سال حصولِ علم میں گزارے قیام کا یہ طویل عرصہ صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ کے ہم سبق ہونے کا ثمر حاصل رہا۔ آخری سال استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ

سے ہدایہ اخیرین، جلالین شریف اور قطبی کے اسباق پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کتابوں کے علاوہ مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، حتمی او مقامات عربی کے اسباق بھی گولڑہ شریف میں مکمل کئے۔ ۱۹۶۵ء میں استاذ محترم کے ایثار فاضل فارسی کا امتحان دیا اور راولپنڈی ڈویژن میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں داخلہ

اگست ۱۹۶۶ء میں بندہ نے استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ اور استاذ محترم حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا۔ گولڑہ شریف کو خیر باد کہنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر بزرگوں کے اصرار اور تاکید کی بنا پر مصلحت سمجھتے ہوئے حصول علم کی خاطر یہ اقدام کر ڈالا۔

۲۶ اگست ۱۹۶۶ء عزیز محمد نواز سلمہ کے ہمراہ بذریعہ تیز رو گولڑہ شریف سے بہاولپور روانگی ہوئی۔ صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ جناب خواجہ معظّم الدین سیالوی مرحوم اور حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی نے بڑی محبت سے گولڑہ شریف اسٹیشن پہنچایا اور الوداع کہا۔ ایک بجے رات گاڑی بہاولپور پہنچی۔ ۲۷ اگست ۱۹۶۶ء اسلامی یونیورسٹی میں انٹرویو ہوا اور اسی دن درجۃ الشہادۃ العالمیۃ اجازہ رابع مماثل بی۔ اے میں داخلہ ہو گیا۔



دامن دل میکشد سوتے کسے

اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ کے بعد تعلیمی کام شروع ہو گیا مگر گورنر شریف کی روحانی بہادری کی یادیں دل و دماغ کو مضطرب کرنے لگیں مشائخ کرام اور درگاہ شریف سے وابستگی نے شدید احساسِ فراق سے ہمکنار کیا اور اور ذوقِ محبت کی عجیب کیفیت دیکھنے میں آئی۔ صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ نے کمالِ مہر و وفا کا ثبوت دیتے ہوئے روانگی سے قبل جو دستی مکتوب مجھے بھیجا اس کا یہ اقتباس زخمِ جگر پر نیک پاشی کرنے لگا۔

(ہنوز سفینہٴ بختم بغرقِ فنا مے رود واللہ تو مرا ترک مکن زیرا کہ یاری من با تو دوستی شتابان محض برائے خداست نہ بہ تحتِ غرض) شیخ طریقت قبلہ بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بمبہ حضرت قبلہ لالہ جی غلام معین الدین مدظلہ و حضرت قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ و دیگر مخلصین کابل (افغانستان) تشریف لے جا چکے تھے۔ اگرچہ بندہ نے حضرات صاحبزادگان والا جاہ سے اجازت لے لی تھی مگر حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض نہ کر سکا تھا۔ دراصل اسٹاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ نے فرمایا تھا کہ ممکن ہے آنجناب کی طبیعت پر طلال آئے میں کسی مناسب موقع پر عرض کر دوں گا تم بہاؤ پوچھنے چلے جاؤ۔

آنجناب قبلہ سفر سے واپس تشریف لائے تو اسٹاذ العلماء مدظلہ نے تفصیلی حال عرض کیا تاہم آنجناب کئی مرتبہ میرے متعلق اسٹاذ محترم مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ نصیر الدین نصیر مدظلہ سے پوچھتے رہے عموماً فرماتے بھئی وہ تمہارا ساتھی کہاں چلا گیا ہے۔

بندہ نے بہاولپور سے چند فارسی اشعار استاذ العلماء مدظلہ کے توسط سے حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کئے جنہیں آنجناب نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا ماشاء اللہ بڑا اچھا ذوق ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

امروز ما ز بزمِ تو اے جانِ مے رویم
 حیرانِ مے رویم و پریشانِ مے رویم
 از ما ز زادِ راہ و دگر حالتے میر کس
 شوریدہ ایم و بے سرو سامانِ مے رویم
 پر سید و جگر یہ و زاری اگر کسے
 گوئیم از درِ شہِ حبیبِ سلطانِ مے رویم
 آنکس کہ قلبِ مضطرب مارا شکار ساخت
 یادش کنیم و خستہ پیکانِ مے رویم
 از عند لیبِ زارِ پیامے بہ باغبان
 تو شاد باش و ما ز گلستانِ مے رویم
 در قلبِ ذوقِ عشق و زباںِ مجوزِ کربست
 ممتاز شکر کن کہ بہ این شانِ مے رویم

بہاولپور میں کچھ دلجمعی ہوئی تو راقم الحروف نے حضرت قبلہ لالہ
 جی شہ غلام معین الدین مدظلہ و حضرت قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ کی خدمت
 میں عرضہ لکھا۔ حضرت قبلہ لالہ جی مدظلہ نے میری دلجوئی اور حوصلہ افزائی
 فرماتے ہوئے متفقانہ مکتوب گرامی لکھا جس سے مجھے بے حد خوشی
 اور روحانی سکون حاصل ہوا۔

نومبر ۱۹۶۶ء کے لکھے ہوئے مکتوب کرامی کا اقتباس

اَسْلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ بِفَضْلِهِ تَعَالَى یہاں خیریت ہے اور تمہاری خیریت مطلوب ہے تمہارا خط موصول ہو کر کاشف الحال ہونے کے علاوہ باعث مسرت ہوا۔ الحمد للہ کہ اپنے کام میں دلجمعی سے مشغول ہو اور تم مطمئن ہو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تم کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے اور حافظ و ناصر ہو۔ مکتوبی مولوی فیض احمد صاحب خیریت سے ہیں۔

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب علم

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی یونیورسٹی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ ملاقات کے لئے بندہ حاضر خدمت ہوا تو دربار گولڑہ شریف کے حوالے سے بہت ہی مہربانی فرمائی نیز استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ کی وجہ سے بڑی شفقت فرمائی۔ اسلامی یونیورسٹی میں مسلسل دو سال راقم الحروف نے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا۔ بندہ نے آپ سے بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف صحاح برہنہ کے اسباق پڑھے۔ پہلے دن بندہ نے ترمذی شریف کی عبارت پڑھی تو آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا۔ ”الحمد للہ مولانا بس میں یہی بات دیکھنا چاہتا تھا“ پھر عموماً حدیث پاک کی عبارت بندہ پڑھا کرتا اور احادیث کی تشریح و تطبیق کے وقت آپ زیادہ تر بندہ کو مخاطب

فرماتے۔ امتحانی پرچات کے سوالوں کے جواب میں بندہ من و عن آپ کی تفصیلی تقریر بلکہ بیشتر الفاظ و محاورات لکھ دیتا تو آپ کو بڑی خوشی ہوتی اور بندہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے تحسین کے کلمات فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ بی۔ اے کے سالانہ پرچے دیکھ رہے تھے میرا حل شدہ حدیث پاک کا پرچہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور حضرت مولانا موصوف سے فرمانے لگے "بھئی ہم تو مولانا ممتاز احمد کو یونیورسٹی میں اول لائیں گے۔" حضرت غزالیٰ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر اکثر و بیشتر حاضری ہوتی آپ بڑی شفقت فرماتے اور کئی مرتبہ علمی مجالس میں تحقیقی موضوعات پر آپ کا محققانہ تبصرہ سننے کا موقع ملتا۔ دورانِ تدریس علمی موضوعات پر سوالات کے دوران آپ کی طبیعت پر انبساط و شگفتگی کی کیفیت نمایاں نظر آتی اور متانت آمیز خفیف تبسم کے ساتھ فصیح و بلیغ انداز میں مشکل ترین بحثوں کو سلجھا دیتے۔ علوم و فنون کے بحرِ ذخار ہونے کے ساتھ ساتھ حسنِ اخلاق، تواضع، سادگی اور جود و سخا آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

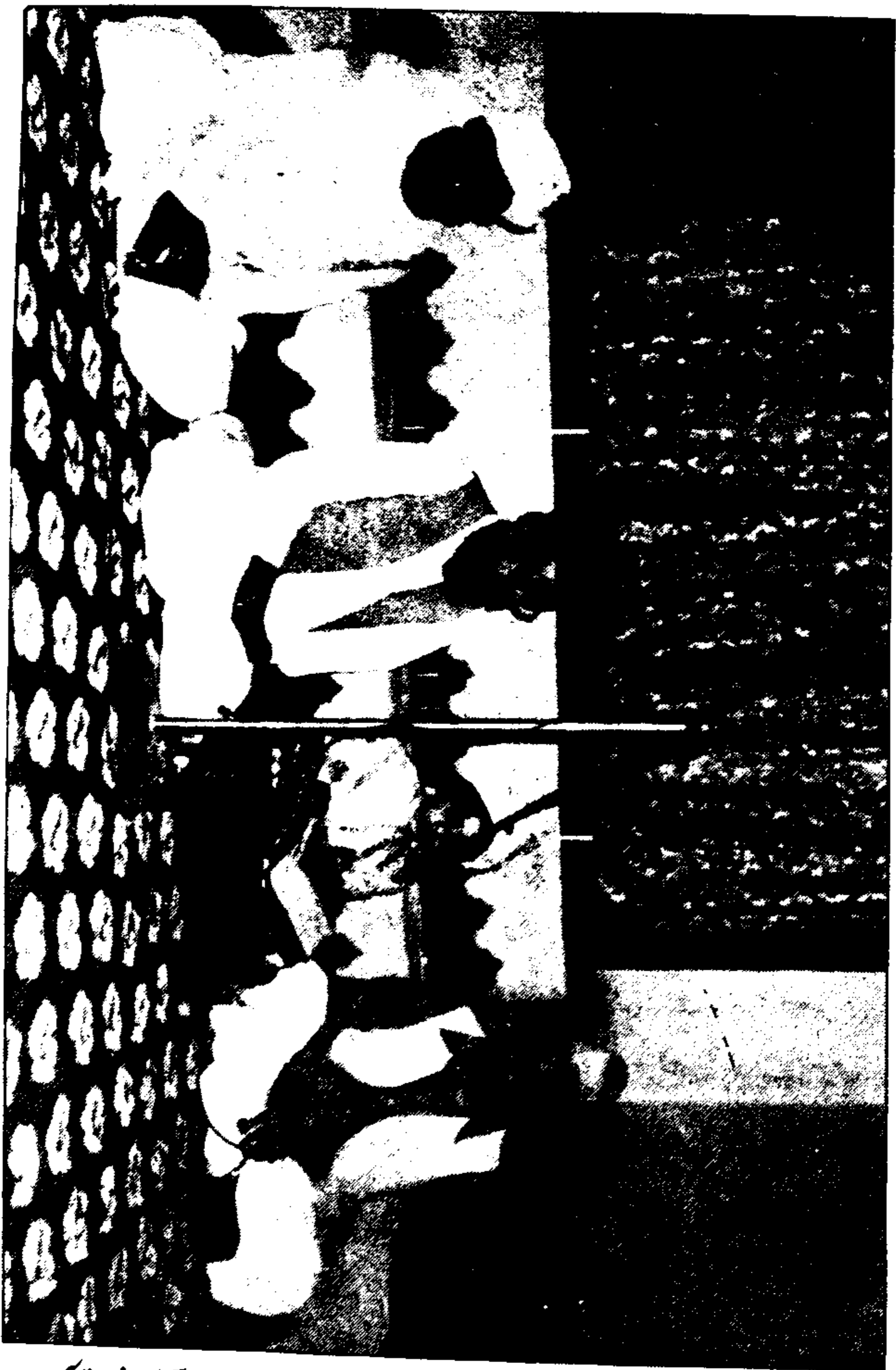
علوم و فنون کے انتہائی اسباق اور سالانہ امتحان

اسلامی یونیورسٹی میں بندہ نے صحاح ستہ کے علاوہ بیضاوی شریف مسلم الثبوت، حمد اللہ، شرح عقائد، شرح مواقف، متنبی، شرح نخبۃ الفکر، الکامل للمبرور اور ان کے ساتھ معاشیات، تاریخ اسلام اور بی۔ اے کی انگلش کے اسباق پڑھے۔

الحمد للہ ۱۹۶۸ء میں بی۔ اے اجازہ رابع الشہادۃ العالمیہ کے امتحان میں بندہ نے یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں بندہ نے مدرسہ انوار العلوم ملتان سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی اور بعد میں تنظیم المدارس سے درجہ اول خصوصی ممتاز مع الشرف میں سند الفراع من العلوم الاسلامیہ (ایم۔ اے) حاصل کی۔

ملتان کاشانہ مہر رومی پر قیام

راقم الحروف ابھی بہاولپور میں زیر تعلیم تھا کہ حضرت استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ کا مسکوتب موصول ہوا جس میں درج تھا کہ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص عقیدتمند خواجہ محمد مسعود صاحب ملتان کا تقاضا ہے کہ آپ امتحان سے فارغ ہو کر ان کے ہاں ملتان قیام کریں اور ان کے عزیزوں کو تعلیم دیں۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی رضا اور خوشی بھی اسی امر میں ہے۔ یہ سلسلہ دراصل کچھ اس طرح ہوا کہ استاذ العلماء مدظلہ میرا عریضہ حضرت بابو جی قبلہ کی خدمت میں پڑھ کر سنا ہے تھے اتفاقاً خواجہ صاحب موصوف وہاں موجود تھے۔ یونیورسٹی اور تعلیم کے ذکر پر انہوں نے استاذ العلماء مدظلہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے کوئی قریبی عزیز وہاں پر ہیں اگر ایسی بات ہے تو آپ انہیں ہمارے ہاں بھیجیں تاکہ ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیں۔ استاذ العلماء مدظلہ کے مسکوتب کے جواب میں راقم الحروف نے خط لکھا کہ امتحان سے فارغ ہو کر بندہ گولڑہ شریف حاضر ہو گا اور حکم کی تعمیل کی جائیگی۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے عرس شریف کے



کاشانہ رہبرِ رومی ملتان پر خواجہ محمد اقبال سلمہ کے فرزند محمد منظر سلمہ کے ختم قرآن
کی تقریب آئین میں دائیں جانب پیر صاحب گولڑہ شریف قبلہ لالہ جی شاہ غلام معین الدین
مدظلہ اور بائیں جانب اساتذہ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ درمیان میں انوار العارفین کے مولف بھی نظر آ رہے ہیں
(۱۹۸۳ء)

موقعہ پر بندہ گولڑہ شریف حاضر ہوا وہاں پر مکرّمی خواجہ محمد مسعود صاحب سے ملاقات ہوئی حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استاذ العلماء مدظلہ نے ملتان میں میرے قیام کا تذکرہ کیا تو آپ خوش ہوئے، دعا فرمائی اور اجازت فرمائی۔ مکرّمی خواجہ محمد مسعود صاحب جو معروف صنعت کار اور چیمبر آف کامرس بہاولپور کے صدر ہیں خالص مذہبی ذہن رکھتے ہیں، اسلامی کتب کا خاصا مطالعہ رکھنے کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے مسلک سے محبت رکھتے ہیں اور حضرات مشائخ عظام سے قلبی عقیدت رکھتے ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف کے تقاضے پر راقم الحروف، ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء ان کی رہائش گاہ کاشانہ مہر رومی ۵۔ آفیسرز کالونی ملتان پر قیام پذیر ہوا۔ مکرّمی خواجہ محمد مسعود صاحب کے فرزند خواجہ محمد اقبال، خواجہ محمد ایاس اور خواجہ محمد یونس سلمہ اللہ مجھ سے فقہی رسائل، جدید عربی، صرف و نحو کی چند کتابوں کے ساتھ فارسی نظم کریم، پند نامہ، نمنوی شریف ترجمہ قرآن مجید، مشکوٰۃ شریف اور سکول کالج کی اسلامیات اور عربی کی کتابیں پڑھ چکے ہیں۔ جبکہ عزیز محمد جلال الدین رومی سلمہ فقہی رسائل، کتاب صرف اور کتاب النحو کے بعد ترجمہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور خواجہ محمد اقبال سلمہ کے فرزند محمد منظر اقبال سلمہ فقہ کے ابتدائی رسائل اور سکول کی اسلامیات و عربی پڑھ رہے ہیں۔

مدرسہ انوار العلوم ملتان میں تدریسی خدمات

راقم الحروف ملتان میں کاشانہ مہر رومی پر قیام پذیر ہوا تو دوسرے سال یعنی ۱۹۶۹ء کے آخر میں استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ نے فرمایا

کہ اگر کاشانہ مہرِ رومی پر تعلیم و تدریس میں زیادہ مصروفیت نہ ہو تو بہتر ہے کہ مدرسہ انوار العلوم میں کچھ اسباق پڑھائیں۔ اسی سال حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی بحیثیت صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم میں پڑھا ہے۔

تھے بشوال ۱۳۸۹ھ میں سالانہ چھٹیوں کے بعد مدرسہ میں تعلیم کا آغاز ہوا تو حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی نے مدرسہ کے نائب مہتمم مفتی سید مسعود علی قادری مرحوم سے میرے متعلق تذکرہ کیا۔ انہوں نے اسی وقت فون پر بہاول پور حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی تو آپ نے بلا توقف بحیثیت مدرس میرے تقرر کی منظوری دی اور اظہارِ مسرت فرمایا۔ چنانچہ بندہ نے اسی دن ۶ شوال ۱۳۸۹ھ مدرسہ میں حاضری دی اور تعلیمی ذمہ داری سنبھالی۔ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے بعد میں ملاقات ہوئی تو خوش ہو کر فرمانے لگے: "اچھا ہو مولانا آپ لوگ مدرسہ انوار العلوم میں آگئے" مفتی سید مسعود علی قادری مرحوم حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی اور راقم الحروف کے بارے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تحسین کے کلمات کہا کرتے اور ہمارے علمی، اخلاقی اور انتظامی تعادون کا اعتراف کرتے۔ راقم الحروف نے مدرسہ انوار العلوم میں موقوف علیہ تک کے اسباق پڑھائے ہیں۔ فقہ، اصول فقہ اور حدیث پاک سے طبعی لگاؤ زیادہ ہے۔ ہدایہ اولین و اخیرین کنز الدقائق، شرح وقایہ، اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی، مشکوٰۃ شریف ترجمۃ القرآن، مرقاۃ، شرح تہذیب، ہدایۃ النحو، کافیہ اور جدید عربی کے اسباق عموماً زیر تدریس رہا کرتے ہیں۔

مدرسہ انوار العلوم میں تدریس کے بیس سالہ طویل عرصے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سینکڑوں کی تعداد میں طلباء نے علمی استفادہ کیا ہے۔

جن میں سے بعض حضرات ملتان مدرسہ انوار العلوم، مدرسہ ہدایت القرآن مدرسہ خیر المعاد اور مدرسہ رحمت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور بعض حضرات ملک کے دوسرے دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور غیر ملکی مذہبی اداروں میں پڑھا رہے ہیں۔ ائمہ مساجد، خطباء اور واعظین کی کثیر تعداد اس کے علاوہ ہے۔

جامع مسجد انوار العلوم میں خطابت

راقم الحروف نے مدرسہ انوار العلوم میں تدریس شروع کی تو کچھ عرصہ بعد حضرت عزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے از خود جامع مسجد انوار العلوم کی خطابت کی ذمہ داری بھی میرے حوالے فرمائی۔ راقم الحروف طبعی افتاد کے پیش نظر قبل ازیں خطابت کی پابندی سے آزاد رہا۔ مگر آپ کے فرمان پر یہ ذمہ داری قبول کی۔

شاہی عید گاہ ملتان میں خطابت کی اضافی ذمہ داری

جامع مسجد انوار العلوم کی خطابت کے ساتھ حضرت عزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عدم موجودگی میں شاہی عید گاہ ملتان میں خطابت کی اضافی ذمہ داری کا بھی راقم الحروف کو مکلف ٹھہرایا۔ ہر مہینے عموماً ایک یا دو مرتبہ اور محرم ربیع الاول میں دو یا تین مرتبہ، آپ کی طویل علالت میں تین ماہ مسلسل نیز کسی طویل سفر کے دوران کئی مرتبہ شاہی عید گاہ میں جمعہ پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ بندہ نے تقریباً پندرہ سال آپ کی عدم موجودگی میں شاہی عید گاہ میں جمعہ کی خطابت کی کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ خطبہ سے قبل دوران تقریر

آپ تشریف لائے کچھ دیر خطاب کیا تو میرے بارے میں کچھ کلمات ادا کئے اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک مرتبہ میں غالباً محبت و اطاعت رسول علیہ السلام کے موضوع پر بول رہا تھا آپ کچھ دیر باہر سنتے رہے، مگر پھر تشریف لائے تو فرمایا۔ "الحمد لله مجھے مولانا کی تقریر سے بہت مسرت ہوئی ہے۔ ہمارے مسلک کے ایسے صالح نوجوان اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔"

تحریک ختم نبوت میں عظیم الشان اجتماع سے خطاب

۱۹۷۴ء میں قادیانیت کے خلاف تمام مکاتب فکر نے ملکی سطح پر اجتماعی تحریک چلائی تو ملتان شاہی عید گاہ میں جمعہ کے دن کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ حضرت عزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ "مولانا! بڑا عظیم الشان اجتماع ہو گا اور بڑا اہم موقع ہے مگر میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ آپ سے تاکید ہے کہ جمعہ بہر صورت آپ خود پڑھائیں۔ اپنے مسلک کے اکابر علماء بھی ہوں گے مگر میں آپ کو مکرر تاکید کرتا ہوں کہ خطاب بھی کریں اور جمعہ خود پڑھائیں۔"

ریلوی، دیوبندی، غیر مقلدین تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء اور عوام الناس کا اجتماع کم از کم پچاس ہزار افراد پر ضرور مشتمل ہو گا۔ رقم الحروف نے خطاب کیا اور تحریک ختم نبوت میں سنی علماء و مشائخ خصوصاً حضرات قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم الشان علمی کارناموں کی تفصیل بیان کی اور تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ آنجناب وہ واحد شخصیت تھے کہ تمام اسلامی مکاتب فکر نے ۱۹۰۰ء میں لاہور

مرزا قادیانی سے مناظرے کے لئے آپ کو منتخب کیا۔ بندہ نے مزید کہا کہ آپ نے شمس الہدایت اور سیفِ ہشتیالی جیسی معرکہ الآراء تحقیقی کتابوں کے ذریعے قادیانیت کے ایوان میں تزلزل ڈال دیا اور مرزاہیت پر ضرب کاری لگا کر ختم نبوت کے تحفظ کا جھنڈا بلند کیا۔ قادیانیت کی تردید کرنے والا ہر فرد بشرِ علمی و تحقیقی میدان میں آنجناب کے خرمین علم کا خوشہ چین ہے اور آپ کے جرأت مندانہ اقدام کا ممنون ہے۔ میں جو سٹ عقیدت میں نہیں کہہ رہا تاریخ سے پوچھو، اخبارات و جرائد کے ریکارڈ سے دریافت کرو، شہر لاہور کے درو دیوار سے پوچھو وہ بطلِ جلیل کون تھا جس نے مرزا قادیانی کے تحریری مناظرے کی شرط کو چیلنج کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا تم بھی سفید کاغذ اور قلم میز پر رکھ دو میں بھی سفید کاغذ اور قلم میز پر رکھ دیتا ہوں جس کی قلم خود بخود تحریر کرتی جائے وہی سچا ہوگا۔

دنیا جانتی ہے کہ ہاشمی گیلانی خانوادے کے جلیل القدر عالم ربّانی سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعلان سن کر کذاب مدعی نبوت کو قادیان سے باہر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہمارے اکابر اس تحریک کے بانی اور روح رواں ہیں اور اس تحریک میں بھرپور حصہ لینا ہمارا موروثی فریضہ ہے۔

ارواحِ طیّہ کی برکات و توجہات کا کیا کہنا، نعرہٴ تکبیر اور نعرہٴ رسالت کی صداؤں سے فضا گونجنے لگی، مجمع پر وجد و کیف طاری ہوا اور اپنے بیگانے سبھی سبحان اللہ کہنے لگے۔

راقم الحروف نے ایک گھنٹے سے زائد خطاب کیا۔ نماز پڑھائی اور یوں اہم کارروائی پایہ تکمیل کو پہنچی۔

حضرت غزالی زماں رحمتہ اللہ علیہ کو حالات معلوم ہوئے تو بہت خوش ہوئے۔ فرط مسرت میں راقم الحروف کے بارے بہت تعریفی کلمات فرمائے اور بار بار الحمد للہ ثم الحمد للہ فرماتے رہے۔

غزالی زماں کی علمی و تحقیقی مجالس میں حاضری

حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات کسی علمی موضوع پر تحقیق و تدقیق اور حوالہ جات کی تلاش کے لئے حضرت مولانا مشتاق احمد چشتی، حضرت مولانا عبدالحکیم اور اس ناچیز کو خاص طور پر یاد فرماتے، مدرسے میں آٹھ دس گھنٹے کی طویل نشست ہوتی اور حضرت قبلہ کے تبحر علمی سے استفادے کا موقع ملتا۔ قانون شفعہ کے بارے تحقیقی مسودہ، گستاخ رسولؐ کی سزا، مسئلہ قصاص و دیت، چرمہائے قربانی کی شرعی حیثیت اور کچھ دیگر موضوعات پر منعقدہ علمی مجالس کے نقوش ابھی تک لوح قلب و دماغ پر ثبت ہیں۔

ریڈیو پاکستان سے نشری تقریریں

ریڈیو پاکستان ملتان کے مذہبی پروگراموں میں ریڈیو انتظامیہ کے تقاضے پر راقم الحروف نے ۱۹۶۲ء سے حصہ لینا شروع کیا۔ تفسیر القرآن درس حدیث، محفل میلاد اور دوسرے مذہبی پروگراموں میں طویل عرصہ سے برابر شرکت جاری ہے۔ تقریروں کے ساتھ پیپر پروگرام اور مذاکرات میں بھی شرکت ہوا کرتی ہے۔ اہم مذہبی عنوانات پر منعقدہ سیمینار میں بھی بندہ کو مدعو کیا جاتا ہے۔ درس مثنوی کے عنوان سے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی معنوی کی تشریح کے پروگرام میں خاص طور پر راقم الحروف کو مدعو کیا جانا رہا ہے۔ ایک مرتبہ تو سال بھر مسلسل ہر جمعہ کو یہ پروگرام راقم الحروف نے کیا ہے۔ مذہبی عنوانات پر تقریروں کے مسودہ جات سے اچھی بھلی ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ درس مثنوی کا مسودہ بھی سلوک و تصوف کی تعلیمات کا قابل دید مرتع ہے۔ راقم الحروف کے بعض مسودہ جات ریڈیو پاکستان کے پندرہ روزہ (آہنگ) میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

شعرو سخن سے لگاؤ

راقم الحروف کو زمانہ طالب علمی سے شعرو سخن کا ذوق رہا ہے بلا تکلف بطریق آمد یا بعض کیفیات کے پیش نظر بعض اوقات اشعار موزوں ہوتے رہے ہیں البتہ شعرو سخن میں زیادہ اہتمام اور مصروفیت نہیں رہی۔ تدریسی ذمہ داریوں کے بعد شعرو اشعار کا سلسلہ کافی حد تک محدود ہو گیا ہے تاہم شعرو سخن سے بیزاری نہیں۔ بندہ کی اردو، فارسی غزلیات کی تعداد چالیس پچاس کے قریب ہوگی۔ منقبت پر مشتمل اشعار بھی اچھے خاصے کہے گئے ہیں۔ بطور نمونہ حالات کے ضمن میں کچھ منظوم کلام درج کر دیا گیا ہے۔ مزید ایک اردو غزل پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں جو بہاولپور ۱۹۶۷ء میں حضرت بابو جی سیدنا غلام محی الدین شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بذریعہ ٹرین رات کو گزرنے کے موقع پر لکھی گئی۔

محبت غینارنی ہو گئی ہے حقیقت جاودانی ہو گئی ہے

فقط اک مختصر سی بات بڑھ کر
 وہ دیکھو ماہتابِ حسن چمکا
 نہ پوچھو باعثِ دردِ محبت
 زباں خاموش ہے، عرضِ تمنا
 امیروں کے لئے زلفِ پریشاں
 بڑی لمبی کہانی ہو گئی ہے
 یہ شبِ کتنی سہانی ہو گئی ہے
 کسی کی مہرِ بانی ہو گئی ہے
 نگاہوں کی زبانی ہو گئی ہے
 سکونِ زندگانی ہو گئی ہے

وہ تجھ سے خوش ہے ممتاز لیکن
 تمہیں کچھ بدگمانی ہو گئی ہے

حکایت از قداں یارِ دلنواز کنیم

مٹان میں کاشانہ مہرِ رومی پر قیام سے جو نعمتِ عظمیٰ اور روحانی
 سعادت ناپ چیز کو حاصل ہوئی وہ خاتم العاشقین سلطان العارفین
 سیدنا غلام محی الدین شاہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارہا زیارت
 اور شفقت و عنایت ہے۔ حسن اتفاق اور حسن مقدر کہ آنجناب کا قیام
 کاشانہ مہرِ رومی پر ہوتا اور آپ، ناپ چیز کے قیام کے بعد کثرت سے مٹان
 تشریف لائے۔ بندہ، ۱ جولائی ۱۹۶۸ء یہاں مقیم ہوا، اور آنجناب قبلہ ۲۲ جولائی
 کو تشریف لائے۔ حضرت قبلہ سید احمد العطاس المدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ
 تھے۔ آنجناب قبلہ مسجد کاشانہ مہرِ رومی میں نمازیں باجماعت ادا فرماتے
 صبح اذان کے فوراً بعد تشریف لاتے اور ایک گھنٹے سے زیادہ دیر
 مسجد میں تشریف رکھتے۔ صبح سویرے بالائی منزل پر آپ کے کمرے میں بندہ
 حاضر ہوا تو فرمایا میرے ساتھ پلنگ پر بیٹھ جاؤ اور ٹٹوی تشریف سناؤ۔
 بندہ نے تعمیلِ حکم کی اور اس شعر سے ابتداء کی۔

سید و سرور محمد نور جاں مہتر و مہتر شفیق محسب ماں
آپ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا گلستاں، بوستاں، زلیخا اور
ثنوی شریف کے اشعار کے لئے تیار رہا کرو شاید تمہیں کہیں سنانے پڑیں۔

از ماہجر حکایت مہر و وفا پیرس

۱۶ ستمبر ۱۹۶۸ء حضور قبلہ بالوچی رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لائے
اور ۱۹ ستمبر جہانگیر آباد خانپوال تشریف لے گئے۔ طبیعت بے قرار تھی
بندہ جمعہ کی صبح جہانگیر آباد حاضر ہوا آپ نے شفقت فرمائی نماز عصر کے
بعد آپ نے ڈاکٹر قریشی صاحب کے ہاں دانت دکھانے کے لئے ملتان
آنا تھا فون پر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب موجود نہیں فرمانے لگے اب کس
لئے جائیں پھر شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ہاں بھئی مولوی صاحب
کو بھی پہنچانا ہے" چنانچہ تیاری ہو گئی خواجہ مہر بخش ملتانی موٹر چلا رہے
تھے کچھلی سیٹ پر بندہ کے ساتھ خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی اور
میاں عزیز الحق قریشی بیٹھے تھے۔ جہانگیر آباد سے روانہ ہو کر کچھ سڑک
کے قریب پہنچنے پر آبختاب نے فرمایا: "مولوی صاحب محبت کی
کوئی بات سنائیں" میں نے دل میں کہا آپ خود ہی توجہ فرمائیں تو میں کچھ
بولوں ورنہ میں کیا سنا سکتا ہوں۔ بندہ نے بوستان سعدی کی یہ منظوم
حکایت ترجمے سے شروع کر دی۔

شنیدم کہ وقتے گدا زادہ نظر داشت با بادشاہ زادہ
آپ خود اشعار کا ترجمہ فرماتے اور طبیعت مبارکہ پر بڑی فرحت و
کیفیت نظر آتی۔ حکایت ختم ہوئی تو فرمایا اور کچھ سناؤ۔ بندہ نے شیخ

سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی منظوم حکایت کا یہ شعر پڑھا۔
 بجنوں کے گفت کہ اے نیک پے چہ بودت کہ دیگر نیائی کے
 آپ نے موٹر آہستہ چلانے کا حکم فرمایا اور شعر کا ترجمہ فرما کر میاں
 عزیز الحق قریشی اور خواجہ خدا بخش ملانی کو مطلب سمجھایا۔ ان دو شعروں پر
 آپ کو بہت رقت ہوئی۔

چو شنید بے چارہ بگر لیت زار

کہ اے خواجہ دستم زدا من بدار

نہ دوری دلیل صبری بود

کہ بسیار دوری ضروری بود

اس کے بعد بندہ نے زینجائے جامی کا یہ شعر پڑھا تو آنجناب

نے فرمایا۔ سنو بھی سنو کیسا شعر آیا ہے۔

بسوئے مہر یا نم سے کشد دل زمصرار قاصد سے ناید چہ حال

حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر جو کیف و سرور ہوا

اس کا تو کیا اندازہ اس کے جو اثرات ناچیز پر ہوئے بیان میں نہیں

آسکتے۔ آنجناب اشعار سن کر فرمانے لگے۔

”آج تمہیں کوئی چوٹ لگی ہوئی ہے۔ آج تم زخمی ہو۔ تم مجھے نہ بتاؤ

لیکن آج تمہیں بھی آگ لگی ہوئی ہے۔“

جب چند بار آنجناب نے یہی الفاظ فرمائے اور وجہ دریافت

فرمائی تو میں نے خاموش رہنا گستاخی سمجھا اور عرض کیا۔ ”جناب جن

لوگوں کو محبت کی آگ لگی ہوئی ہے ان کے پاس بیٹھنے کا اثر ہے

اور کوئی بات نہیں۔“

شیخ طریقت کے فیضِ صحبت کے یہ لمحات میرے لئے سرمایہٴ حیات تھے اور میں جان و دل سے شکرِ خداوندی ادا کر رہا تھا مغرب کی نماز راستے میں پڑھی اور اڑھائی تین گھنٹے ملتان پہنچنے میں لگ گئے۔

سعدی صاحب کیا فرماتے ہیں

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مجنوں کے قصے والی منظوم حکایت آنجناب کو اس قدر پسند آئی کہ جب بھی آپ ملتان تشریف لاتے روزانہ مجھ سے سماع فرماتے میں سامنے آتا تو فرماتے ہاں بھی سعدی صاحب کیا فرماتے ہیں ایک مرتبہ صبح نماز کے بعد تین بار یہ حکایت سماع فرمائی اور اس شعر پر آپ اتنا روتے کہ وظائف پڑھنا بند کر دیئے۔

چوبشید بیچارہ بگریست زار کہ اے خواجہ دستمزد امن بدار
بندہ گو لڑہ شریف حاضر ہوتا تو پھر آپ یہی اشعار سنتے اور حال متعلقین کو ان کا مفہوم سمجھاتے شفقت فرماتے ہوئے راولپنڈی چاولہ گیراج ساتھ لے جاتے تو وہاں بھی یہ اشعار سماع فرماتے اور حاضرین مجلس کو مفہوم سمجھاتے۔

دلا در وقاباش ثابت قدم

حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کریا سعدی کا باب وفا کئی مرتبہ بندہ سے سماع فرماتے اور دوسرے متعلقین کو سناتے۔ ایک مرتبہ فون پر ملتان کے بعض مخلصین کو حکم فرمایا کہ اسے کہو باب وفا سنائے اور چند خاص اہل ذوق جن کی تعیین آپ نے فرمائی شریک ہوں پھر اسے ریکارڈ کیا جائے

اور فون پر وہ اشعار مجھے سنائے جائیں۔ خواجہ مقبول حسین طقانی نے کیسٹ تیار کی اور فون پر آنجناب کو اشعار سنوائے۔ بندہ حاضر ہوا تو فرمانے لگے فون پر تمہارے اشعار سننے خوب لطف آیا۔

مثنوی شریف پڑھنے اور پڑھانے کی تاکید

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ بندہ ناچیز سے مثنوی شریف عموماً سماع فرمایا کرتے تھے۔ بندہ کو مثنوی شریف کے بہت سے اقتباسات یاد تھے چنانچہ مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر مناسب اشعار پیش کئے جاتے۔ آپ بڑے اطمینان سے سنتے اور دعائیں دیتے۔ عموماً اشعار ختم ہونے پر فرمایا کرتے واہ بھئی واہ۔

۲۹ جون ۱۹۷۱ء مغرب کے بعد رومی کاٹن فیکٹری میں آنجناب کے حکم پر بندہ نے تقریر کی اور مثنوی شریف کے بہت سے اشعار ترمیم کے ساتھ پڑھے۔ آپ نے بڑی توجہ سے تقریر سنی جب میں نے استن حانہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔

استن حانہ از حبرِ رسولؐ نالہ ہائے زوچوار بابِ عقول
در فراق تو مرا چوں سوخت جاں چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں

تقریر کے بعد فرمایا ماشاء اللہ تم مثنوی شریف کے حافظ ہو اور آواز بھی بہت اچھی ہے۔ بندہ مثنوی شریف پڑھتا تو کبھی مگر پڑھانے کی ہمت ادب کے پیش نظر نہ ہوتی۔ جب مکتبہ می خواجہ محمد مسعود صاحب نے اپنے عزیزوں کو مثنوی شریف پڑھانے کے بارے کہا، اسی طرح مدرسہ انوار العلوم میں بڑی جماعتوں کے بعض باذوق طالب علموں نے تقاضا

کیا تو میں آمادہ ہوا مگر خیال کیا کہ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کروں گا پھر دیکھا جائے گا۔ گولڑہ شریف حاضری ہوئی آنجناب کے ساتھ چاولہ گیراج جانا ہوا مثنوی شریف کا تذکرہ ہوا تو میں نے عرض کیا بعض لوگ تقاضا کرتے ہیں مگر مثنوی شریف پڑھانے کی لیاقت نہیں اس پر آنجناب نے زور دار الفاظ میں فرمایا یہ خیال بالکل نہ کرو جس قدر ہو سکے مثنوی شریف خوب پڑھو اور پڑھاؤ۔ اس کے بعد بندہ نے کاشانی مہر رومی پر مثنوی شریف کا درس شروع کیا اور مسلسل ایک سال بدر انوار العلوم میں بھی مثنوی شریف پڑھائی۔

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی

راقم الحروف براہ راست آنجناب قبلہ کی خدمت میں عریضہ لکھنے سے جھجک محسوس کرتا رہا۔ اگرچہ آپ شفقت فرماتے تھے تاہم مجھے اس بارے میں ہمیشہ توقف رہا کرتا۔ البتہ حضرت استاذ العلماء مولانا فیض احمد مدظلہ کے توسط سے یہ سلسلہ جاری رہتا۔

استاذ محترم آپ کی خدمت میں حالات عرض کر دیتے اور آنجناب جو ارشاد فرماتے میری طرف لکھ بھیجتے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کو وہم سا ہوا کہ شاید آنجناب کی طبیعت مبارکہ پر قدرے ملال ہو، اگرچہ ایسا کوئی قرینہ نہ تھا مگر میں نے عریضہ لکھ ڈالا۔ یہ آنجناب قبلہ کے وصال سے چند ماہ پہلے کی بات ہے جب آپ کی طبیعت بہت کمزور اور علیل تھی پھر بھی آپ نے شفقت فرمائی اور جواب عنایت فرما کر میری عزت افزائی فرمائی۔

اکتوبر ۱۹۷۳ء کے مکتوب گرامی کا اقتباس

ہمیشہ شاد و آباد رہو آمین !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخلاص نامہ پہنچ کر کاشف مافیہا ہوا تسلی رکھیں اور اطمینان کریں، خوش ہوں کسی قسم کا بوجھ نہیں، خدا خوش رکھے۔ میرے ہاتھ کا پتہ میں لکھ نہیں سکتا۔ یہ فقط آپ کی تسلی کے لئے لکیریں ڈال رہا ہوں۔ خدا حافظ ہو۔ سب کو ماوجب۔

راقم وہی ایک بکس مسافر چند روزہ

صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی ظلہ کی عنایات

صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ راقم الحروف کے ساتھ زمانہ طالب علمی سے لیکر تاحال بہت شفقت و مہربانی فرماتے ہیں آپ استاد بھائی اور ہم درس ہونے کی نسبت کو ہمیشہ مد نظر رکھتے ہیں اور اس وجہ سے مسلسل لطف و کرم فرما کر بندہ کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔ آپ کے سینکڑوں محبت بھرے نوازش نامے بندہ کے پاس محفوظ ہیں۔ صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ اپنی اردو غزلیات کے دیوان "پیمان شیب" مطبوعہ ۱۹۸۳ء کے دیباچے میں راقم الحروف کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں "مولانا ممتاز احمد صاحب حشتی جو ملک کی مشہور دینی درسگاہ انوار العلوم ملتان میں پندرہ سال سے منصب تدریس پر فائز ہیں، میرے استاد بھائی اور استاذیم علامہ فیض احمد صاحب کے داماد ہیں۔ موصوف فطری طور پر ذہین ہونے کے علاوہ حافظ قرآن مجید ہیں اور علوم و فنون میں دستگاہ

کامل رکھتے ہیں۔ حدیث ہے کہ شعر بھی کہہ لیتے ہیں۔ مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی اس لئے بھی مجھے یاد رہتے ہیں کہ ہم دونوں مسلسل پانچ برس تک حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تعلیم ہم سبق لے رہے ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور تصنیف ”نام و نسب“ مطبوعہ ۱۹۸۹ء کے دیباچے اور چند دوسرے مقامات پر بھی راقم الحروف کا محبت بھرے انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

زیارتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدّمہ

بندۂ ناپختیز نے پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۷۴ء میں حضور قبلہ لالہ جی شہ علامین ^{معین الدین} مدظلہ و حضور قبلہ شاہ عبدالحق مدظلہ کے زیرِ سایہ حج بیت اللہ اور زیارتِ مدینہ منورہ کی سعادت حاصل کی والد ماجد مرحوم بھی اس مقدس سفر میں ساتھ تھے۔ دوسری مرتبہ نومبر ۱۹۷۸ء میں آپ حضرات کی معیت میں زیارتِ حرمین شریفین و کربلا معلیٰ و نجف اشرف و بغداد شریف کی سعادت حاصل ہوئی۔ فروری ۱۹۸۵ء میں آپ حضرات کے ساتھ عمرہ و زیارتِ مدینہ منورہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ محترمہ والدہ ماجدہ بھی اس سفر میں ساتھ تھیں۔ اسی طرح جنوری ۱۹۸۶ء فروری ۱۹۸۸ء اور مارچ ۱۹۸۹ء میں حضرات کے زیرِ سایہ اس مقدس سفر کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۸۹ء کے سفر میں بغداد شریف، کربلا معلیٰ اور نجف اشرف بھی حاضری ہوئی۔ آخری دو سفروں میں عزیز حافظ محمد نواز سلمہ بھی ساتھ تھے۔ خدا کرے آئندہ بھی اپنے مشائخ کرام کے زیرِ سایہ یہ سعادت نصیب ہوتی رہے۔ آمین۔

راقم الحروف کی اولادِ زریہ

راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ نے دو عزیز عطا فرمائے ہیں عزیز امتیاز محمد سلمہ جو ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ ہائی سکول میں نویں جماعت میں پڑھ رہے ہیں۔ عزیز عبدالحق سلمہ جو ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے سکول میں پانچویں جماعت پڑھ رہے ہیں۔ دو نو عزیز اپنے عم مکرم حافظ محمد نواز سلمہ سے فارسی نظم اور فقہی رسائل بھی پڑھ رہے ہیں۔

فقیر حافظ محمد نواز سلمہ ربّہ

فقیر حافظ محمد نواز فقیر غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند ہیں۔ وہ ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف میں داخلہ لیا، حفظِ قرآن کی نچیل کی اور درسِ نظامی پڑھنے لگے کوئی چار سال تک گولڑہ شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد راقم الحروف کے ساتھ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ یہاں پر انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور درسِ نظامی کی آخری کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لیکر فنون کی انتہائی کتابیں پڑھیں اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ انہوں نے قرأت و تجوید کی سند بھی حاصل کی اور تنظیم المدارس کا امتحان بھی پاس کیا۔ فقیر حافظ محمد نواز طالب علمی کے زمانے میں بڑے محنتی تھے، انہوں نے صرف و نحو پر بڑی محنت کی تھی۔ اس لئے ان کی تعلیمی استعداد بڑی مضبوط تھی۔ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے تجربہ کار مدرسین ان کی

ذہانت اور قابلیت کی تعریف کرتے تھے خاص طور پر شرح جامی کے بارے ان کی علمی کاوش کو بہت سراہتے۔ اسی طرح مدرسہ انوار العلوم ملتان کے اساتذہ کرام ان کے علمی ذوق طلب کی تعریف کرتے تھے۔ عزیز حافظ محمد نواز کی یہ بڑی سعادت ہے کہ حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت محبت فرماتے تھے انہیں کندھوں پر اٹھائے پھرتے اور دعائیں دیتے۔ اسی طرح نانا جی فقیر اللہ بخش مرحوم بھی ان سے بہت محبت فرماتے اور انہیں دعائیں دیا کرتے۔

والدین کی خدمت اور گھریلو مجبوریوں کی بنا پر وہ تدریس نہ کر سکے۔ اگر وہ اس میدان میں قدم رکھتے تو ایک قابل مدرس بنتے۔ انہیں حضور بابو جی قبلہ سید غلام محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ شیخ طریقت کے ساتھ انہیں والہانہ محبت ہے۔ گولڑہ شریف کی حاضری اور زیارت کو وہ نعمت عظمیٰ سمجھتے ہیں حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حال پر شفقت فرماتے تھے۔ قبلہ والد مرحوم کے بعد ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں جنہیں وہ بطریق احسن نبھارہے ہیں۔ برادری، شہر اور علاقے کے لوگوں کے ساتھ کام کاج میں تعاون کرتے ہیں اور ہر مشکل موقعہ پر کام آتے ہیں مسلک اہل السنّت و الجماعت کے تحفظ پر سختی سے کار بند ہیں اور اس ذمہ داری کے لئے تیار رہتے ہیں۔ حق کا ساتھ دیتے ہیں اور نالائق بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ اپنے حسن اخلاق اور سماجی خدمات کی بنا پر لوگوں میں مقبول اور معتمد سمجھے جاتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں اپنے شیخ طریقت حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف مدظلہ کی معیت میں عمرہ

اور زیارتِ مدینہ منورہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں بھی حضرات
مشائخ کرام کے زیر سایہ عمرہ و زیارتِ مدینہ منورہ و کربلا معلیٰ، نجف اشرف
اور بغداد شریف سے مشرف ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار
فرزند عطا فرمائے ہیں۔

احمد نواز سلمہ، حسن نواز سلمہ، غلام دستگیر سلمہ اور محمد اویس سلمہ،
چھوٹے عزیز کے علاوہ باقی تینوں علی الترتیب سکول میں دسویں ساتویں
اور پانچویں جماعت پڑھ رہے ہیں۔ فقیر حافظ محمد نواز اپنے عزیزوں کو
بڑی توجہ سے دینی تعلیم بھی دے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید پڑھ لینے
کے بعد اب وہ فقہی رسائل، کریم، پند نامہ، گلستاں اور بوستاں پڑھ
رہے ہیں۔

فقیر حافظ محمد نواز کو زراعت سے بڑی دلچسپی ہے۔ باغبانی شجر کاری
اور سرسبز کھیتوں کو پسند کرتے ہیں اور زراعت و کاشت کاری کا اچھا
خاصا تجربہ رکھتے ہیں۔ گونا گوں مصروفیات کے باوجود تفسیر و حدیث
مثنوی شریف اور دیگر اسلامی کتب کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے ہیں۔

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر غلام اسحاق
رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم دین
حاصل کرنے کا شوق تھا۔ گھر پر ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کرنے
کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت فقیر حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے ساتھ بستی مانی روشن علاقہ پنجرائیں ضلع بھکر میں حضرت پیر

جنڈ وڈا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور درس قرآن میں قرآن مجید حفظ کرتے رہے پھر کچھ عرصہ ٹھٹھی حمزہ علاقہ سناواں ضلع مظفر گڑھ میں حافظ عطار محمد مرحوم کے درس میں مقیم رہے اور حفظ کی تکمیل کی۔

گھوٹہ مضافات ملتان کے درس میں داخلہ

ملتان کے مضافات میں شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے گھوٹہ کی دینی درس گاہ بڑی شہرت رکھتی تھی۔ حضرت فقیر اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے علمی پیاس بجھانے کے لئے گھوٹہ کا رخ کیا اور مروجہ علوم و فنون کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا۔

علاقہ سرحد میں دینی خدمات

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد کافی عرصہ گھر پر مقیم رہے پھر قصبہ رشید ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں عقیدت مندوں کے اصرار پر دینی تعلیم دینے کے لئے قیام پذیر ہوئے۔ آپ طویل مدت تک یہاں قرآن مجید پڑھاتے رہے۔ امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور لوگوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں مصروف رہے۔

آپ کی وفات

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۸ء میں چند ساتھیوں

کے ہمراہ مشک کے ذریعے دریائے سندھ عبور کرتے ہوئے علاقہ سرحد جا رہے تھے کہ اچانک مشک کے پھیٹ جانے سے دریا کے گرداب میں پھنس گئے، ہمراہیوں نے بڑی کوشش کی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اطلاع ملنے پر دیہاتی علاقے سے کافی عقیدتمند دریا میں کود پڑے۔ مگر آپ کی نعش نہ مل سکی اور یوں دریائے سندھ میں ڈوب کر آپ نے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ آپ کی وفات پورے خاندان اور علاقے کے لئے زبردست صدمے کا باعث بنی۔

روایت ہے کہ کچھ عرصہ بعد خاندان کے بعض افراد کو آپ نے خواب میں فرمایا میرے متعلق فکر نہ کیا کرو میں چاچرٹاں شریف میں قیام پذیر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں آپ کی نعش کنارے لگی ہو اور آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

آپ کی اولادِ زینہ

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ہیں جن میں سب سے بڑے فقیر عبد الرحیم ہیں دوسرے فرزند فقیر مولانا احمد حسن ہیں اور تیسرے فرزند فقیر حافظ بشیر احمد ہیں۔

فقیر عبد الرحیم صاحب

فقیر عبد الرحیم صاحب صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند مذہبی ذہن رکھنے والے درویش ہیں محلے کی مسجد جہاں ہمارے بزرگ نماز ادا کرتے تھے اس میں پانچوں وقت اذان کی ذمہ داری بڑی احتیاط

سے نبھاتے ہیں۔ طبیعت میں سادگی ہے، پرانی وضع قطع سے لگاؤ ہے۔ دورِ جدید کی آزادی و آوارگی کے سخت خلاف رہتے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

فقیر عبد الرحیم صاحب نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلانے میں بڑی کوشش کی اور کامیاب ہوئے ان کے تین فرزندوں میں فقیر مولانا محمد اقبال حسینی نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں دورہ حدیث پڑھا، تنظیم المدارس کا امتحان پاس کیا اور ایف اے بھی کیا آج کل وہ جامع مسجد حنفیہ جی ٹاؤن ون اسلام آباد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ فقیر عبد الرحیم صاحب کے دوسرے فرزند فقیر حافظ محمد حسین نے مدرسہ رحمت العلوم ملتان اور مدرسہ انوار العلوم ملتان میں درس نظامی کی تکمیل کی، جامعہ نعیمیہ کراچی میں دورہ حدیث پڑھا اور تنظیم المدارس کا امتحان پاس کیا آج کل جامع مسجد فیڈرل لاج اسلام آباد میں خطیب ہیں۔

فقیر عبد الرحیم صاحب کے تیسرے فرزند فقیر حافظ نذیر احمد نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں قرآن مجید حفظ کیا، جامعہ رضویہ صنیاہ العلوم راولپنڈی میں درس نظامی کے اسباق پڑھے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں مؤذن کے فرائض ادا کرتے رہے اور آج کل جامع مسجد الخضر 2/6/F اسلام آباد میں امامت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد حسن حسینی سلمہ

حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند حضرت

مولانا احمد حسن چشتی ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ مرحومہ اور برادر بزرگ نے پرورش کی۔ حضرت مولانا احمد حسن نے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر حاصل کی۔ مڈل سکول بہل سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور ہائی سکول سھکڑے سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہ بابو حنیف سید غلام نجی الدین شاہ گیلانی پیر صاحب گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔

حصولِ علم کے شوق میں مولانا احمد حسن نے حیدرآباد سندھ کا طویل سفر اختیار کیا۔ وہاں مدرسہ احسن البرکات اور مدرسہ رکن الاسلام میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے اور ۱۹۴۱ء میں دورہ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔

مولانا احمد حسن نے حیدرآباد قیام کے دوران جدید تعلیم میں بھی کافی دلچسپی لی۔ انہوں نے حیدرآباد سندھ میں علوم شرقیہ کے امتحان مولوی عربی اور مولوی عالم عربی پاس کئے۔ سندھ بورڈ میں بالترتیب پہلی اور دوسری پوزیشن حاصل کی اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اردو کا امتحان پاس کیا۔

مولانا احمد حسن چشتی ۱۹۴۲ء میں حیدرآباد سندھ سے گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور اپنے شیخ طریقت کے ایما پر ہائی سکول گولڑہ شریف میں پچر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ ۱۹۴۳ء میں وفاقی دارالحکومت کے سیکرٹری جی۔ سیون۔ ٹو، کی جامع مسجد الحرام میں خطیب مقرر ہوئے اور وفاقی دارالحکومت کے ہائی سکول میں پچر کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ مولانا احمد حسن وفاقی مجلس شوریٰ، قومی اسمبلی، سینٹ اور بین الاقوامی

اسلامی کانفرنسوں کے اعزازی امام رہ چکے ہیں۔ ریڈیو پاکستان اسلام آباد اور راولپنڈی کے مذہبی پروگراموں میں حصہ لیتے ہیں۔ اسلام آباد مقامی رویت ہلال کمیٹی کے رکن ہیں اور تنظیم علمائے اہل سنت اسلام آباد کے صدر ہیں۔ مولانا احمد حسن تین مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

۱۹۸۸ء سے مولانا احمد حسن جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں جدید علوم کے شعبے میں بطور مدرس ذمہ داری سرانجام دے رہے ہیں اور تاحال جامع مسجد انوار اسلام آباد کی امامت و خطابت سے منسلک ہیں۔

حضرت مولانا حافظ بشیر احمد سلمہ

حضرت مولانا حافظ بشیر احمد حضرت فقیر حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ۴ نومبر ۱۹۲۸ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ مولانا بشیر احمد نے مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ رکن الاسلام حیدرآباد سندھ میں حفظ کی تکمیل کی۔ مدرسہ انوار العلوم ملتان میں دورہ حدیث شریف پڑھا اور ۱۹۴۲ء میں تنظیم المدارس کا امتحان پاس کیا کچھ عرصہ مدرسہ رحمت العلوم ملتان میں ابتدائی اسباق پڑھائے۔ ۱۹۴۴ء سے جامع مسجد صدیقیہ جی۔ سیون ٹو، اسلام آباد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا بشیر احمد حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

حضرت فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند تھے۔ حضرت فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے سادہ اور درویش بزرگ تھے۔ بستی جمال میں امامت کراتے اور قرآن مجید پڑھاتے۔ جوانی کے ایام میں بعض اوقات لوگوں کے ساتھ کسی زمیندار کے ڈیرے پر جا بیٹھتے اور سفید مچولدار کرتے بہن لیتے۔ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی بات بھی پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم سے فرمایا کہ اگر نور محمد کہیں راستے میں یا شہر کی گلیوں میں تمہیں پھرتا ہوا نظر آجائے تو ذرا ڈانٹ پلا دینا اور تاکید کرنا کہ اپنے گھر میں رہا کرے۔ اتفاقاً دو چار دن بعد خان صاحب بستی بختاورد کی گلیوں سے گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ فقیر نور محمد سلمنے آگئے۔ خان صاحب نے زوردار آواز سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے میں فقیر ہوں۔ خان صاحب نے کہا۔ فقیر تمہاری طرح ہوتے ہیں، تم تو فقیر نہیں معلوم ہونے۔ فقیر صاحب یہ سن کر رننے لگے خان صاحب چلے گئے اور یہ گھر واپس آگئے اور کافی دیر تک روتے رہے۔

آپکی وجہ سے احمد خان ڈھانڈلہ پربخواب

دوسرے دن صبح سویرے احمد خان ڈھانڈلہ مرحوم بستی بختاورد آہنچے اور حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا۔ فقیر صاحب تشریف لائے تو احمد خان مرحوم سخت گھبرائے ہوئے تھے۔ عرض

کرنے لگے آپ تو میرا تختہ الٹنا چاہتے تھے میں نے آپ کے کہنے کے مطابق کل فقیر نور محمد سے سخت الفاظ کہہ دیئے۔ رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت فقیر میاں علیٰ رحمۃ اللہ علیہ سخت جلال میں ہیں اور میرے لڑکے غلام سرور خان کے بالوں سے پکڑ کر فرماتے ہیں کیوں نہ اس کو زور سے دُور پھینک دوں؟ میں دست بستہ عرض کرتا ہوں قبلہ اس کا کیا قصور ہے۔ فقیر صاحب فرماتے ہیں نور محمد کا کیا قصور تھا۔ بس میری آنکھ کھل گئی۔ براہ کرم فقیر نور محمد کو بلوائیں میں ان سے معافی چاہتا ہوں اور خدارا آئندہ اس قسم کی فرمائش مجھ سے نہ کریں۔ میرے لئے یہی کچھ کافی ہے فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے فقیر حافظ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ اور فقیر حافظ غلام اکبر رحمۃ اللہ علیہ۔

فقیر حافظ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ

فقیر حافظ غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ بڑے درویش بزرگ تھے۔ اُن کا بڑا نورانی چہرہ تھا اور بڑی وجاہت تھی۔ بڑے سادہ اور مسکین طبیعت تھے۔ کروڑوں سے شمال مغرب میں بستی ودھیوالی میں آخردم تک امامت فرماتے رہے اور قرآن شریف پڑھاتے رہے۔ وہاں کے لوگ اُن کے بڑے عقیدتمند تھے اور اُن کا بڑا احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فقیر غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ بستی بختاورد تشریف لائے۔ رقم الحروف کے چھوٹے بھائی عزیز محمد نواز سلمہ کو کئی سالوں سے جسم پر پھوڑے پھنسی کی شکایت رہتی تھی اور دوا و علاج سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوتا تھا اس نے عرض کیا دادا حاجی آج تو دعا فرمائیں کہ میری یہ تکلیف رفع ہو جائے آپ نے

کچھ پڑھ کر دم فرمایا جسم پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا انشاء اللہ ہمارے بچے کو پھر یہ تکلیف نہ ہوگی عزیز محمد نواز کو آپ کی دعا سے شفا ہوگئی۔
 آپ نے ۱۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار حضرت مولوی محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ سے قریب شرقی جانب ہے۔ آپ کے ایک پوتے فقیر احسان اللہ ولد فقیر عبد الرحمن مرحوم بستی ددھیوالی میں امام و خطیب ہیں آپ کے دو اور پوتے فقیر مشتاق احمد ولد فقیر محمد افضل مرحوم اور فقیر سیف اللہ ولد فقیر عبد الرحمن مرحوم بھی حافظ قرآن ہیں۔

فقیر حافظ غلام اکبر رحمۃ اللہ علیہ

فقیر حافظ غلام اکبر رحمۃ اللہ علیہ بڑے نچتے حافظ قرآن تھے۔ فرمائی منزل پڑھتے تھے اور محفل شبینہ میں خوب تھرتھرتے تھے۔ بستی جمال میں ساری زندگی گزار دی امامت کراتے رہے اور قرآن شریف پڑھاتے رہے آخری عمر میں بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی اور عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ کے ایک پوتے فقیر محمد رفیق مسجد مکتب میں پڑھاتے ہیں اور بستی جمال جامع مسجد کے امام و خطیب ہیں۔

فقیر خاندان کی دینی خدمات

فقیر خاندان کے تفصیلی حالات کے ضمن میں اگرچہ دینی خدمات کے عنوان پر کافی حد تک تبصرہ کیا جا چکا ہے تاہم مستقل طور پر اس بارے روشنی ڈالنے کی ضرورت کے پیش نظر موضوع کی تشنگی رفع کی جاتی ہے۔ ہمارے خاندان کے بزرگوں اور ان کی اولاد نے حتیٰ الوسع

کوشش کی ہے کہ خلق خدا کی دینی، مذہبی اور اخلاقی اصلاح پر خاص توجہ دی جائے۔ اسلامی تعلیمات اور اخلاق کی ترویج و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا جائے اور شریعت و طریقت کے آداب و ضوابط کی پابندی کا خاص خیال رکھا جائے۔ فقیر خاندان کے اہل علم و فضل کی جماعت جو صوفیا، علماء، مدرسین، مبلغین، خطباء اور حفاظِ قرآن پر مشتمل ہے اور جس کا تفصیلی تذکرہ کیا جا چکا ہے اس خاندان کی دینی خدمات کی بین دلیل ہے۔ خاندان کے بزرگوں، علماء کرام اور حفاظِ عظام سے دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کا حجم تغیر جس نے ایک وسیع حلقہ اثر کو علوم سے فیضیاب کیا اس خاندان کی دینی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نئی روشنی کے اس دور میں جبکہ دینی تعلیم و تدریس کا فقدان زیادہ ہوتا جا رہا ہے اور ارجح طبعیہ کی برکت سے خاندان کے نوجوانوں اور نونہالوں میں دینی تعلیم کے حصول اور دینی خدمات کو فروغ دینے کا جذبہ ایک نئے جوش و خروش سے پروان چڑھ رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئی نسل میں یہ جذبہ اسی طرح کار فرما رہا تو مستقبل قریب کے بارے میں پورے وثوق سے یہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے کہ اس خاندان کے باہمت فعال نوجوان اپنی علمی، فکری اور عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر خاندان کی دینی خدمات کی تالیخ میں ایک سنہری باب کا اضافہ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

بستی بختاور کے معمولی گاؤں کو جو علمی شہرت اور مذہبی اہمیت حاصل ہوئی وہ اس درویش خاندان کے باکمال افراد کی دینی خدمات کے تعارف کی راہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بستی بختاور

کا مردم خیز خطہ ارض اور سرزمین علم و فقر بجا طور پر خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے خداداد پاکیزہ ماحول میں ایسے افراد کو منصفہ شہود پر جلوہ گر کرنے میں تعاون کیا جنہوں نے دین اسلام کی خدمات کے لئے اپنے آپ کو وقف کر ڈالا اور اپنی مسلسل کاوشوں سے قلوب و اذہان کی گہرائیوں میں علم و فقر کے لازوال نقوش ثبت کرنے میں کامیاب رہے اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ پر ہزاروں رحمتیں فرمائے جنہوں نے حیات مستعار کے معدودے چند ایام دنیوی ناز و نعمت سے بے نیاز ہو کر رضائے الہی کے لئے وقف کر ڈالے اور مزخرفات دنیا سے کنارہ کش ہو کر دلوں کے چراغ روشن کرتے رہے۔ اس باکمال جماعت کا ہر فرد آج بھی زبان حال سے یہ نعرہ مستانہ لگا کر جذب و مستی کا ایک نیا دلولہ پیدا کر رہا ہے۔

نہ پیوستم دریں بستان سرا دل ز بسند این و آل آزادہ رستم
چو باد صبح گر دیدم دمے چند گلان را رنگ بوئے دادہ رستم
(اقبال)

مسک اہل السنّت و الجماعت کا تحفظ

فقیر خاندان کی دینی خدمات میں مسک اہل السنّت و الجماعت کے تحفظ کی خاطر عظیم الشان طویل عملی جدوجہد اور سرفروشانہ و مجاہدانہ کردار کو ایک منفرد نمایاں تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ ۱۹۱۸ء سے شروع ہونے والی یہ تحریک کئی صبر آزما اور کٹھن مراحل سے گزر کر آج بھی تازہ دم جوش و خروش اور مسلسل جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ ہم ایک مستقل باب کی حیثیت سے اس مذہبی تحریک کے اسباب، حالات

مراحل اور نتائج پر تبصرہ پیش کرتے ہیں اور اس بارے فقیر خاندان کے عزم و استقلال، جرأت و حمیت اور مذہبی وابستگی کا تجزیہ سامنے لاتے ہیں نیز علاقائی اور ملکی سطح پر اس مذہبی تحریک کے دور رس اثرات و نتائج کا تذکرہ کر کے حقائق کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بستی بختاوری میں سُنی شیعہ مذہبی اختلاف کا پس منظر

اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت فقیر میاں علی رحمۃ اللہ علیہ بستی بختاوری کے زمیندار ملک بختاوری مرحوم کی استدعا پر بستی بختاوری تشریف لائے تھے ملک بختاوری مرحوم اور ان کے پوتے ملک غلام علی مرحوم فقیر خاندان کے معتقد رہے اور پوری زندگی مسلک اہل سنت و الجماعت پر قائم رہے۔ ملک غلام علی مرحوم کی نماز جنازہ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی تھی۔

ملک غلام علی مرحوم کی اولاد میں سب سے پہلے ملک محمد نے بعض شیعوں کی ترغیب سے شیعہ مذہب اختیار کیا پھر رفتہ رفتہ اس کے دوسرے بھائیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور یوں ملک غلام علی مرحوم کی اولاد شیعہ ہو گئی۔ اس سے پہلے بستی بختاوری میں شیعہ مذہب کے پیروکار نہیں تھے۔

مذہبی اختلاف کی ابتدا

ملک محمد نے شیعہ روایات کے مطابق مجلس عزا کی آڑ میں حضرات صحابہ کرامؓ و ازواج مطہراتؓ اہمات المؤمنینؓ پر سب و شتم

کاسلسہ شروع کرنا چاہا تو ہمارے بزرگوں نے اسے نرمی سے سمجھایا اور اس کام سے باز رہنے کی تاکید کی دراصل شیعہ مذہب کی ضروریات دین یہ بات ہے کہ حضرات خلفائے راشدین صحابہ کرام و ائمہات المؤمنین ازواج مطہرات پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کیلئے اور اس بات پر انہی مذہبی کتابیں شاہد ہیں جن کے تفصیلی حوالہ جات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اگر صرف ایک شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی کی کتابوں کو لے لیا جائے تو جابجا ایمان سوز عبارات دیکھنے میں آئیں گی۔ ملک محمد و اس کام سے باز نہ آئے تو اختلاف شدت اختیار کرنے لگا۔ اس اختلاف کی شدت کے نتیجے میں ایک زبردست مذہبی تنازعہ ہوا جس کے فیصلہ کن دیرپا اثرات نے ایک تاریخ مرتب کر ڈالی۔

بستی بختاور میں سنی شیعہ تصادم

غالباً ۱۹۱۸ء کے آخر میں ملک محمد نے اہل سنت و الجماعت کے عقائد کو مجروح کرنے اور سنی اکثریت کی دل آزاری کے لئے مجلس کا پروگرام بنایا۔ شیعہ عناصر کا یہ نیا اقدام نقص امن کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور اس کے نتیجے میں مذہبی جوش و خروش سے سرشار جیلے نوجوانوں کے جذبات برانگیختہ ہوئے۔ جذبات کی شدت نے چند ہی لمحات میں تصادم کی صورت اختیار کر لی اور امن و سکون کا سابقہ ماحول تشدد اور اختلاف کا میدان بن گیا۔ فریق مخالف کے کچھ افراد شدید زخمی ہوئے اور کچھ کو سخت چوٹیں آئیں۔

فقیر خاندان کے بزرگ قید و بند میں

اگرچہ مذہبی جوش و خروش کو تنگ آمد بھنگ آمد کی صورت حال سے ہمکنار کرنے والے زیادہ تر ہمارے بزرگوں کے عقیدتمند لوگ تھے جو بستی بختاورد اور اس کے مصافحات کے غیور باشندے تھے تاہم فریق مخالف نے فقیر خاندان کے بزرگوں کے خلاف رپورٹ درج کرائی۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت فقیر امیر محمد، حضرت فقیر مرید احمد، حضرت فقیر حافظ غلام محمد، حضرت فقیر اللہ دتہ، فقیر سلطان محمود مرحوم ولد فقیر حاجی قادر بخش مرحوم اور بستی کھیوا کے غلام عباس خان چانڈیہ مرحوم کے خلاف مقدمہ درج ہوا اور کچھ عرصہ بعد عدالت کی جانب سے ان میں سے بعض حضرات کو چھ ماہ اور بعض حضرات کو دو سال قید سنائی گئی۔ حضرت فقیر غلام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے میانوالی اپیل دائر کی جس کے نتیجے میں سزایں خصوصی تخفیف ہوئی اور چھ ماہ کے بجائے دو ماہ اور دو سال کے بجائے چھ ماہ سزا باقی رہی۔

بستی بختاورد میں مجلس کے انعقاد پر پابندی

نقض امن کے شدت آمیز واقعہ کے بعد برطانوی دور کی ضلعی انتظامیہ نے بستی بختاورد میں شیعہ عناصر کو مجالس منعقد نہ کرنے کا پابند کر دیا اور بڑی کوشش کے باوجود انہیں اجازت نہ مل سکی۔ کوئی دو سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ضلعی انتظامیہ نے ملک محمد کو بستی بختاورد سے تقریباً دو کلومیٹر دور مشرقی جانب چاہ غلام علی والا پر جو

نالے کے پار واقع ہے مجلس منعقد کرنے کی اجازت دی اور اہل سنت والجماعت کے ساتھ اس فیصلے پر مصالحت ہوئی۔

نقل فیصلہ صلح نامہ مابین سنی و شیعہ بستی بختاور

مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کو سردار اقبال سنگھ صاحب بہادر حصہ ضلع بھکر کے سامنے فریقین کی جانب سے صلحنامہ پیش کیا گیا جس کا متن مختصراً یہ ہے۔

آج مورخہ ۲۰/۱۲/۲۲ کو جو تنازعہ مابین سنی و شیعہ بستی بختاور تحصیل بھکر ضلع میانوالی کے تھا۔ ہر دو فریق نے آپس میں صلح کر لی ہے۔ آئندہ مرثیہ خوانی ملک محمد وغیرہ چاہ غلام علی والا پر کریں گے اور بستی بختاور جس میں سنی مذہب اکثر ہیں اس جگہ ہرگز نہ کریں گے۔ لہذا صلحنامہ تحریر ہے تاکہ آئندہ کے لئے سندر ہے اور تنازعہ جس میں خوف فساد اور خونریزی کا تھا وہ رفع دفع ہو جائے۔ یہ صلحنامہ بشمولیت احمد خان ڈھانڈلہ ہوا۔ دستخط انگریزی صاحب بہادر سردار اقبال سنگھ حصہ ضلع بھکر ۲۰-۱۲-۲۲

۱۔ دستخط فقیر غلام اسحاق اہل سنت
۲۔ دستخط مولوی محمد موسیٰ اہل سنت

مسٹر اے جی سیٹیفنر صاحب بہادر حصہ ضلع بھکر کا فیصلہ ۱۸/۱۲/۲۰

صلحنامہ کے چند ماہ بعد ملک محمد نے پھر بستی بختاور میں مجلس کی اجازت کے لئے کوشش کی اور حصہ ضلع بھکر اے جی سیٹیفنر صاحب بہادر کی

عدالت میں درخواست پیش کی جو مسترد کر دی گئی۔ فیصلہ کے متن کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

”ملک محمد و ولد غلام علی اثنا عشریہ سکنتہ بستی بختاورد موضع ڈھانڈلہ کی درخواست پر رپورٹ سرکل انسپکٹر صاحب سماعت ہوئی۔ سائل خود ذمہ دار رکاوٹ فساد نہیں ہوتا اور ہم یہ مناسب خیال نہیں کرتے کہ فریق تثنائی سے ضمانت لی جائے۔ جبکہ سائل اپنے چاہ پر کام مرثیہ خوانی بلا روک ٹوک و فساد کے کرا سکتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ سائل کو حسب استدعا بستی بختاورد میں مرثیہ خوانی کی اجازت دی جائے جبکہ اس طرح پر اندیشہ فساد متصور ہے۔ سائل مطابق فیصلہ سابق اپنے چاہ پر مرثیہ خوانی کراوے جس میں کوئی اندیشہ نقصان من متصور نہیں ہے حکم سنایا گیا۔ عمل بعد تکمیل کے داخل دفتر ہوئے۔“

دستخط بحروف انگریزی

جناب مسٹر اے جی سٹیفنز صاحب بہادر حصہ ضلع بھکر

۱۸-۲-۱۹۲۱

مسٹر نیڈ جاگی ناتھ صاحب بہادر حصہ ضلع بھکر کا فیصلہ ۱۵/۳/۱۹۲۲

مسٹر اے جی سٹیفنز کی عدالت میں درخواست مسترد ہونے کے تقریباً تین سال بعد ملک محمد و کے بھائی ملک احمد نے پھر بستی بختاورد میں مجلس کی اجازت حاصل کرنے کے لئے حصہ ضلع بھکر نیڈت جانگی ناتھ صاحب بہادر کی عدالت میں درخواست دی جو مسترد کر دی گئی۔ فیصلے کا متن پیش کیا جاتا ہے۔

”سائل آج حاضر آیا۔ ہم نے تمام مسل کا ملاحظہ بخوبی کر لیا ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ سائل کا درخواست دینے کا کیا مطلب ہے۔ اگر اس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہمارا حکم ہمیشہ کے واسطے چاہتا ہے کہ جب چاہے وہ اس جگہ مجلس کرے تو ایسا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ ہم نے مسل کو دیکھا ہے کہ اقرار نامہ جس کا جواز سائل چاہتا ہے اس میں درج ہے کہ مجلس چاہ غلام علی والا پر کی جائے گی۔ اس اقرار نامہ پر سائل کے بھائی کے دستخط ہیں جو نمبر دار تھا سائل بھی اس کا پابند ہے۔ اگر وہ اقرار نامہ زبردستی ہوا تو اس کا فیصلہ عدالت دیوانی سے سائل کرا سکتا ہے کہ وہ اس کا پابند نہیں ہے چنانچہ اس کا موقع ہم سے پہلے دیگر سب ڈویژنل افسران اس کو دے چکے ہیں۔ موجودہ درخواست بوجوہات بالانا منظور ہے۔

مسل داخل دفتر ہوئے۔ ۱۵/۱۹۲۷ کو سنایا گیا۔

دستخط انگریزی

جناب پنڈت جانی ناتھ صاحب بہادر سب ڈویژنل افسر بھکر

پورے چالیس سال تک قیام امن

بستی بختاورد میں مجلس کے انعقاد کی درخواست دو مرتبہ مسترد ہونے کے بعد تقریباً چالیس سال کے عرصے تک امن و امان قائم رہا اور سنی شیعہ باہمی معاملات و دیوبند امور میں مل جل کر زندگی بسر کرتے رہے ۱۹۵۱ء میں پھر شیعہ عناصر نے سابقہ روش سے انحراف کیا اور بستی بختاورد میں تنازعہ فیہ مقام پر مجلس کرنے کی کوشش کی۔

سنی شیعہ ختمِ اسلامی محاذ

شیعہ عناصر کی تحریک پر دوسرے مقامات سے شیعہ عقیدہ کے پیروکاروں کے مطالبے حمایت میں بستی بختاورد آنے لگے۔ بستی بختاورد جہاں لاہور ہائیکورٹ کے ریمارکس کے مطابق چھیا نوے فیصد سنی آبادی ہے۔ نیز آس پاس کے دیہات اور مغربی جانب دریائے سندھ کے پار دامن کوء تک فقیر خاندان کے عقیدت مند جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں اس موقع پر مذہبی و دینی غیرت و حمیت کا مجسمہ بن گئے۔ بستی بختاورد کے اردگرد واقع دیہات مٹھو، بندو، کوندراں والی، بستی کھیوا، بستی چانڈیہ جھوک فقیر عطا محمد بستی جمال، حافظ والی، بستی چوہان، بستی ڈھول بھان عمر گڑھ جات خاص طور پر موضع ڈھانڈلہ و ہونوالہ کے غیرت مند باشندوں نے سردھڑ کی بازی لگادی اور تن من دھن قربان کرنے کے لئے کفن بردوش میدان میں آگئے۔

ضلعی اور ڈویژنل انتظامیہ کی فوری مداخلت

بستی بختاورد کی سرزمین پر جب سنی مسلمانوں کا ہزاروں پر مشتمل جم غفیر جولان میں آیا تو حالات کی نزاکت دیکھ کر ضلعی انتظامیہ نے ڈویژنل انتظامیہ سے فوری تعاون کی اپیل کی۔ ڈی سی، ایس پی، کمشنر ڈویژن بھر کی پولیس اور ریزرو پولیس کے دستے بستی بختاورد پہنچ گئے اور صورتحال پر کنٹرول کر لیا۔ فریق مخالف کو سختی سے پابند کر دیا گیا کہ وہ کوئی نیا قدم نہ اٹھائیں۔

شیعہ پولیس افسر معطل

کشیدگی میں کمی آئی تو شیعہ عناصر نے پھر سراٹھانے کی کوشش کی
تھانہ بھکرے کے شیعہ ایس ایچ او منصب حسین شاہ نے مذہبی حمایت کی
بنا پر ضلعی انتظامیہ کو رپورٹ بھیجی کہ بستی بختاوری میں مجلس کے انعقاد پر
کوئی شدید خطرہ نہیں۔ شیعہ عناصر مجلس کا پروگرام بنانے لگے تو پورے
علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح یہ خیر پھیل گئی اور راتوں رات ہزاروں
مسلم افراد اہل سنت کے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ رات کو اطلاع
ملنے کی بنا پر صبح گیارہ بجے کے قریب ڈی آئی جی پولیس جناب مخدوم
محمد رمضان شاہ گیلانی مرحوم، ڈپٹی کمشنر میانوالی چوہدری اورنگ زیب
مرحوم اور ایس پی میانوالی ملک لطف خان ہزید پولیس گارڈز کے
بستی بختاوری پہنچے اور سب سے پہلے اہلسنت کے رہنماؤں سے تبادلہ
خیال کیا۔ جب انہوں نے حد نظر تک انسانوں کا سمندر موجزن دیکھا
تو ایس ایچ او بھکرے کو غلط رپورٹ پر فوری طور پر معطل کر دیا اور یوں
اہل سنت کے جذبات اعتدال پر آ گئے۔

بستی بختاوری میں ضلعی و ڈویژنل انتظامیہ کا طویل قیام

حالات کی شدت کے پیش نظر ضلع اور ڈویژن کی انتظامیہ مسلح
پولیس کی کثیر تعداد کے ساتھ کئی مہینوں تک بستی بختاوری میں قیام پذیر
رہی۔ کمشنر، ڈی سی اور ایس پی صاحبان کے باقاعدہ کیمپ لگائے گئے
کئی مرتبہ بستی بختاوری کے ارد گرد کر فیوناقت کیا گیا اور امن عامتہ قائم کرنے

کی پوری کوشش کی گئی۔

ہلاکت خیر تصادم کا خطرہ

بستی بختاور میں کشیدگی کے کھٹن ترین مراحل کا عروج اس روز تھا جب شیعہ عناصر نے جذبات میں آکر مجلس کرنے کا اعلان کر دیا۔ اہل سنت و الجماعت کا اجتماع جو تقریباً پندرہ ہزار افراد پر مشتمل تھا شیعوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بے قرار تھا۔

ایس پی میاں والی ملک لطف خان اور انتظامیہ کے دوسرے افسروں نے اہل سنت کو یقین دہانی کرائی کہ وہ کسی قیمت پر مجلس منعقد نہیں کرنے دیں گے شیعہ اپنی روش پر اصرار کرنے لگے تو اہل سنت کا عظیم اجتماع نعرہ تجیر اور نعرہ رسالت لگاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اہل سنت و الجماعت کے رہنما حضرت مولانا فیض احمد فقیر حاجی غلام رسول مرحوم، مولانا محمد بخش کوندروی مرحوم اور نور خان ڈھانڈلہ بڑی جدوجہد کے ساتھ مجمع کو آگے بڑھنے سے روک رہے تھے مگر جذبات کی شدت زیادہ ہو رہی تھی۔

انتظامیہ کی پُر زور گزارش

ملک لطف خان ایس پی، راجہ حکم اد خان پولیس انسپکٹر اور انتظامیہ کے بعض دوسرے افراد نے ان نازک حالات میں اہل سنت کے رہنماؤں سے اپیل کی کہ وہ پندرہ منٹ کے لئے رُک جائیں اگر ہم بستی بختاور سے شیعہ عناصر کو باہر نکال دینے میں کامیاب نہ

ہوں تو پھر آپ جس طرح چاہیں کریں۔

شیعوں پر زبردست لاکھی چارج

شیعہ افراد جن کی تعداد تقریباً دو ہزار ہوگی چار دیواری میں بند تھے ایس پی نے سیٹی بجائی تو چاروں طرف سے پولیس کے دستے شیعوں پر ٹوٹ پڑے۔ زبردست لاکھی چارج کیا اور ایک گھنٹے میں باہر سے آئے ہوئے شیعوں کو بستی بختاورد سے نکال دیا گیا۔

اہلسنت کے رہنماؤں اور انتظامیہ کے تدبیر سے ہلاکت خیز تصادم کا یہ خطرہ ٹل گیا اور لوگ امن و سکون کا سانس لینے لگے۔ خدا نخواستہ اگر اس دن تصادم ہو جاتا تو ہزاروں افراد مائے جانے اور پورا ملک کشیدگی کے جذبات کی پیٹ میں آ جاتا۔

بزرگوں کے روحانی تصرف کا عجیب کرشمہ

عین اس وقت جبکہ بستی بختاورد میں تصادم کے حالات عروج پر تھے حضرت فقیر میاں علی سی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے سے کئی رنگوں پر مشتمل نورانی شعاعوں کا مجسمہ ظاہر ہوا۔ دربار شریف پر مقیم لوگوں نے دیکھا کہ نورانی سائبان کی صورت میں مختلف رنگوں والا وہ مجسمہ فضا میں چکر کاٹ کر بستی بختاورد کی جانب روانہ ہوا۔ راستے پر واقع دیہات کے بعض لوگوں نے وہ عجیب و غریب مجسمہ دیکھا۔ وہ نورانی مجسمہ عین اس وقت بستی بختاورد کی فضا میں محور پرواز دیکھا گیا جب تصادم کا شدید خطرہ تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ نورانی مجسمہ فضا میں روپوش ہو گیا اور اسی وقت

تصادم کا خطرہ ٹل گیا۔ جناب حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کا خصوصی تعاون

بستی بختاور سنی شیعہ مذہبی تنازعہ کے دوران حضرت قبلہ بابو جی سید غلام محی الدین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ خاص توجہ اور شفقت سے اہل سنت کی امداد فرماتے رہے۔ افسران بالا کو خصوصی تاکید فرمائی اور صاحب اقتدار متعلقین کو بھرپور تعاون کا حکم فرمایا۔ ۱۹۵۲ء میں جب ملکی سطح پر اعلیٰ اختیاراتی امن کمیٹی بستی بختاور کے تنازعہ کو ختم کرنے کے لئے تشکیل دی گئی تو اعلیٰ حکام نے حضرت پیر صاحب قبلہ کو کمیٹی کا معزز رکن بنانے کی پیشکش کی۔ اسی موقع پر آنجناب قبلہ نے استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد کو ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا جو ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء کو تحریر کیا گیا تھا۔ مکتوب گرامی کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

”لاہور میں جو سنی شیعہ جھگڑے کے فیصلے کے لئے کمیٹی بنائی گئی اس میں انہوں نے میرا نام بھی رکھا چنانچہ جنرل سیکرٹری کا ایک خط میرے نام آیا کہ ہم نے سنی شیعہ کمیٹی میں آپ کا نام رکھا ہے امید ہے کہ آپ اسے مستبول کریں گے۔“

اس مذہبی ذمہ داری کے سلسلے میں بھکر، میانوالی، سرگودھا اور لاہور اکثر و بیشتر حضرت استاذ العلماء مولانا فیض احمد اور راقم الحروف کے والد فقیر غلام رسول مرحوم کو جانا پڑتا۔ ان تمام مقامات پر حضرت قبلہ پیر صاحب گولڑہ شریف کے متعلقین آنجناب کے حکم پر ہر قسم کا تعاون کرتے اور آنجناب مسلسل اس بارے توجہ رکھتے۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مذہبی مسئلے میں خاص تعاون فرمایا۔ اپنے متعلقین کو تعاون کا حکم دیا اور ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ بستی بختاوردین عظیم الشان جلسے کی صدارت بھی قبول فرمائی مگر عین وقت پر سخت مجبوری پیش آگئی اور آپ نے اپنے بھتیجے خواجہ غلام مرتضیٰ تونسوی مرحوم کو بستی بختاوردین بھیجا۔

ڈھانڈلہ خاندان کا تعاون

ڈھانڈلہ خاندان کا ہمارے بزرگوں سے عقیدت و نیاز کا تاریخی تعلق ہے جس کا تفصیلی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ بستی شیعہ مذہبی مسئلہ میں ڈھانڈلہ خاندان کے بزرگوں نے فقیر خاندان سے تعاون کر کے اپنا مذہبی فریضہ ادا کیا۔ ڈھانڈلہ خاندان کے بعض ارباب اقتدار نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر بعض اوقات اپنے بزرگوں کی روش سے قدے خراف بھی کیا مگر مجموعی طور پر ان کی کارکردگی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ بستی شیعہ محاذ کے موقع پر ڈھانڈلہ خاندان، خاص طور پر نور خان ڈھانڈلہ نے بھرپور مذہبی تعاون کیا۔

ماضی قریب اور حالیہ دور میں ڈھانڈلہ خاندان کے بعض نوجوان بھی اس مذہبی تحریک میں حصہ لے کر اپنے اکابر کی روایات کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پانچ سال تک پرسکون حالات

قانون کی خلاف ورزی پر شیعہ عناصر کے خلاف ڈوٹیرنل انتظامیہ کی کارروائی کے بعد پانچ سال تک حالات پرسکون رہے۔ اس طویل عرصے کے بعد پھر جب انہوں نے حالات خراب کرنے کی کوشش کی تو اہل سنت و الجماعت کی جانب سے عدالت میں حکم امتناعی کی درخواست دی گئی۔ سول جج بھکر جناب مسعود احمد انصاری نے جو حکم جاری کیا اس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

”اگر شیعہ قوم کی ایماندارانہ روش یہی ہے کہ وہ کوئی غیر منصفانہ قدم نہ اٹھائیں گے اور قانون کی حدود سے تجاوز نہ کریں گے تو میرے نظریہ میں انکی مجلس کو روکنا نہیں چاہیے مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نقص امن کے بچاؤ کے لئے اہل شیعہ کو ان مواقعات میں مجلس ہرگز منعقد نہیں کرنی چاہیے جہاں اہل سنت کے مکانات آبادی اور جائے رہائش ہوں تاکہ ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ پس میں حکم دیتا ہوں کہ جہاں تک مجلس کا تعلق ہے میں اسے روکنا نہیں لیکن مدعی اعلیٰ ہم کو اپنی مجلس منعقد کرنے والی جگہ ضرورتاً تبدیل کرنی چاہیے۔“

دستخط مسعود احمد انصاری سول جج بھکر

۲۵ مئی ۱۹۵۷ء

سول عدالت بھکر میں اہل سنت کا دعویٰ

سول عدالت سے امتناعی حکم حاصل کرنے کے بعد فقیر خاندان

کی جانب سے دیوانی مقدمہ دائر کیا گیا اور اس میں یہی سوال اٹھایا گیا کہ شیعہ اپنے عقائد کے مطابق خلفائے راشدینؑ اور صحابہ کرامؓ کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں نیز امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ عدالت سے التماس ہے کہ مناسب کارروائی کرے۔

شیعہ عناصر کا اپنے عقیدہ سے انحراف کا اظہار

سول عدالت نے اہل سنت کے دعویٰ کا جواب طلب کیا تو فریق مخالف کے نو آدمیوں نے حلفیہ بیان دیا کہ وہ خلفائے راشدینؑ اور صحابہ کرامؓ کی گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب نہیں ہوتے اور ان کی مجالس میں اس قسم کا کوئی کلمہ نہیں بولا جاتا جس سے ان مقدس مسٹیوں کی توہین متصور ہوتی ہو۔ مجالس کے دوران ڈیوٹی پر متعین بعض شیعہ آفیسرز نے بھی اسی قسم کے بیانات دیئے۔ ظاہر ہے کہ کسی فرقہ یا جماعت کے عقائد اس کی مذہبی کتابوں میں محفوظ ہوتے ہیں اور اس کے مذہبی رہنماؤں کی تحریر اس بارے میں سمجھی جاتی ہے۔ اگرچہ شیعہ کی تمام مستند کتابیں حضرات خلفائے راشدینؑ و صحابہ کرامؓ کی توہین و تنقیص کے مواد پر مشتمل ہیں اور اہل سنت کے پاس یہ مواد محفوظ ہے مگر شیعہ عناصر نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے اپنی مذہبی روایات کو وقتی طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیا۔

شیعوں کے دکلا اور گواہوں کی بار بار یقین دہانی کے پیش نظر فاضل عدالت نے بڑے محتاط انداز میں انہیں چند شرائط سے مشروط اجازت دی کہ وہ گھر کی چار دیواری میں مجلس کر سکتے ہیں۔

سول جج مسٹر محمد اشرف نے ۲۲ دسمبر ۱۹۵۸ء کو جو فیصلہ سنایا

اس کی انگریزی نقل کا خلاصہ یہ ہے

”مدعی علیہم شیعہ نے گواہوں کے بیانات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ ان کی مجالس میں حضرات خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ نہیں بولا جاتا، ایسی مجلس میں مدعو ذاکرین مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ مدعی علیہم کا کوئی باقاعدہ امام باڑہ نہیں جس میں وہ مجلس منعقد کر سکیں۔ انکو گھر کی چار دیواری میں مرثیہ خوانی کی مجلس منعقد کرنے کی اجازت اس شرط پر دی جاتی ہے کہ وہ اہل سنت کی دل آزاری نہ کریں گے۔ اگر انہوں نے ایسی مجالس میں حضرات خلفائے ثلاثہ و صحابہ کرامؓ کے خلاف کوئی توہین آمیز کلمہ استعمال کیا تو ان کی مجالس بند کر دی جائیں گی۔“

عدالتی فیصلہ کے خاص پوائنٹ

عدالتی فیصلہ میں اہلسنت و الجماعت کے دو مرکزی اعتراضات کو خاص اہمیت دی گئی۔ ایک تو اس بات کا سدباب کر دیا گیا کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ و صحابہ کرامؓ کی توہین و تنقیص کا قطعاً ارتکاب نہ کریں گے اور یہی اہلسنت کا مقصد تھا۔ دوسری اس بات کا خیال رکھا گیا کہ امن عامہ کی بقا کے پیش نظر شیعہ عناصر کو کھلی چھٹی نہ دی گئی۔ بلکہ گھر کی چار دیواری میں محدود کر دیا گیا اور اہل سنت کا دوسرا پوائنٹ یہی تھا کہ امن عامہ برقرار رکھنے کا انتظام کیا جائے۔



۱۹۲۰ء سے لیکر ۱۹۵۸ء تک فیصلوں کا تجزیہ

بستی بختاور کے مذہبی تنازعہ کے حالات و واقعات اور فیصلوں کے بعد ۱۹۲۰ء سے لیکر ۱۹۵۸ء تک کے فیصلوں کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کے لئے مزید وضاحت کا باعث بنے۔ جہاں تک ۱۹۲۰ء کے صلحنامہ اور ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کے برٹش دور کے فیصلوں کا تعلق ہے تو وہ اہلسنت والجماعت کے موقف کی مکمل کامیابی و کامرانی کے آئینہ دار ہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ غیر مسلم حکومت نے مذہبی نقطہ نظر کے بجائے نقص امن کے سیاسی اور معاشرتی پوائنٹ کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ سول عدالت کے امتناعی حکم اور فیصلے میں امن عامہ سے بڑھ کر مذہبی نقطہ نظر کو اہمیت دی گئی ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ دین اسلام کی بنیادی مقدس شخصیات کے خلاف کچھ اچھالنے کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے اور حضرات خلفائے راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کے تقدس کو قانونی تحفظ دیا گیا ہے۔ امن عامہ کے مسئلے کو بھی بڑے سلیقے سے سلجھا دیا گیا ہے کہ فریق مخالف کی مجالس مرتبہ خواتین کو گھر کی چار دیواری سے منقطع کر دیا گیا ہے۔ گویا مسلم عدالت نے مذہبی جذبات اور امن عامہ دونوں کی اہمیت کا خیال رکھا ہے اور ایک متوسط جامع فیصلہ دیا ہے جس پر صحیح عملدرآمد سے امن عامہ کے قیام میں مدد مل سکتی ہے اور اعتدال کی راہ اختیار کی جاسکتی ہے۔

عدالتی فیصلہ کی خلاف ورزی کی ناکام کوشش

شعبہ عناصر نے ۱۹۵۸ء کے عدالتی فیصلہ کو دل سے تسلیم نہ کیا اور اسے حسب منشاء آزادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جبکہ اہل سنت و الجماعت نے ان کو دیتے گئے عدالتی حقوق میں کبھی مداخلت نہ کی شیعوں نے کئی مرتبہ چار دیواری کی حدود سے باہر مجلس کرنے کی ناکام کوشش کی اور امام بارگاہ کی تعمیر کا نیا قدم اٹھانا چاہا مگر انتظامیہ کی بروقت مداخلت سے وہ ناکام ہو گئے۔ آج سے تقریباً پندرہ سال قبل فریق مخالف نے رہائشی مکان کی آڑ میں امام بارگاہ تعمیر کرنے کی کوشش کی اور چند فٹ بنیادیں کھڑی کیں انتظامیہ کی مداخلت پر انہیں تعمیر سے روک دیا گیا اور پھر آج تک انہیں ایک اینٹ تک رکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ چند فٹ کی وہ بنیادیں بوسیدہ ہو کر گرتی چلی جا رہی ہیں۔

شیعوں کے نئے اقدام کی کوشش سے تصادم کا شدید خطرہ

آج سے کوئی بارہ تیرہ سال پہلے فریق مخالف نے مریہ خوانی کی جگہ تبدیل کرنے کا نیا اقدام کرنا چاہا تو ضلعی انتظامیہ نے انہیں سابقہ روایات پر پابند کر دیا اور نئے اقدام کا سختی سے نوٹس لیا۔ ایس پی میاںوالی محمد شریف چیمہ نے بذات خود مداخلت کی اور ایس ایچ او مہکرا جہ محمد اقبال نے نئے اقدام کو سختی سے روک دیا۔

۱۹۸۵ء میں محرم الحرام کے موقع پر پھر فریق مخالف نے چار دیواری کی متعینہ حدود سے نکلنا چاہا۔ حالات کی شدت کے پیش نظر عوام

اہل سنت کا ہزاروں پر مشتمل اجتماع ہو گیا اور تصادم کے حالات پیدا ہو گئے۔
 ڈپٹی کمشنر بھکر مسٹر محمد جمیل نے فوری مداخلت کی اور اے سی بھکر،
 ڈی ایس پی اور مسلح پولیس گارڈ کو بھیج کر فریق مخالف کو چار دیواری کی
 پابندی پر برقرار رکھا۔

۱۹۸۸ء محرم الحرام دسویں کی رات پھر شیعہ عناصر نے نیا اقدام
 کرتے ہوئے متنازعہ فیہ جگہ پر جھنڈیوں اور تپوں کے ذریعے اپنا تسلط
 دکھانے کا مظاہرہ کیا۔ صورتحال کی کشیدگی کے پیش نظر علاقہ کے عوام
 سابقہ روایت کے مطابق جمع ہو گئے اور ہزاروں کا اجتماع ہو گیا۔
 ایس ایچ او بھکر ملک غلام رسول نے جو دیوٹی پر متعین تھے ضلعی
 انتظامیہ کو حالات کی شدت اور تصادم کے شدید خطرے سے مطلع کیا
 تو فوری طور پر ڈپٹی کمشنر بھکر سید محمد حامد شاہ، ایس پی بھکر چوہدری
 سجاد احمد، اے سی بھکر سید گل بادشاہ بخاری، ڈی ایس پی اور مسلح
 پولیس گارڈ کا دستہ رات کو گیارہ بجے بستی بختاورد پہنچ گئے۔ متنازعہ فیہ
 جگہ کا معائنہ کیا۔ ملک سید امیر انسپٹر پولیس بھکر نے انہیں بتایا کہ شیعہ عناصر
 نے یہ نیا اقدام کرنے کی کوشش کی تو حالات سنگین ہو گئے۔ راقم الحروف
 اس موقع پر موجود تھا ڈی سی اور ایس پی صاحبان سے تفصیلی گفتگو
 ہوئی اور وہ مطمئن ہو گئے کہ اہل سنت ان حقوق میں ہرگز مداخلت نہیں
 کرتے جو فریق مخالف کو عدالت سے حاصل ہیں البتہ نیا اقدام
 کسی صورت برداشت نہیں کرتے۔

انتظامیہ کی مداخلت پر رات ایک بجے شیعہ عناصر نے نیا اقدام
 واپس لے لیا اور یوں تصادم کا خطرہ ٹل گیا۔

شیعوں کی طرف سے نقض امن کی تازہ ترین ناکام کوشش

۱۹۸۹ء میں محرم الحرام کے موقع پر شیعوں نے انتظامیہ کو تحریری یقین دہانی کرائی کہ وہ پُر امن رہیں گے اور کوئی نیا اقدام نہ کریں گے۔ مگر دس محرم گزرنے کے بعد انہوں نے پھر نقض امن کا منصوبہ بنایا اور پورے علاقے میں بار بار اعلان کرایا کہ ۲۶ ستمبر چہلم کے موقع پر وہ امام بارگاہ تعمیر کریں گے۔ اہل سنت والجماعت کی طرف سے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی، راقم الحروف عزیز محمد نواز سلمہ اور عزیز خورشید احمد سلمہ پر مشتمل وفد نے ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں سے ملاقات کی اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ ضلعی انتظامیہ نے یقین دہانی کرائی کہ وہ شیعوں کو کوئی نیا قدم نہ اٹھانے دے گی۔ شیعوں کے اعلان سے عوام اہل سنت کے جذبات برا بیگختے ہوئے اور پورے علاقے میں کشیدگی کی صورتحال پیدا ہو گئی۔ ضلعی انتظامیہ کے حکم پر ۲۶ ستمبر کی رات پورے ضلع بھکر کی پولیس اور پنجاب کانسٹیبلری کے سینکڑوں مسلح نوجوانوں نے بستی بختاؤر کو گھیرے میں لے لیا۔ ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ افسر موقع پر موجود رہے اور صورتحال کی کڑی نگرانی کی آخر شیعہ عناصر نے ضلعی انتظامیہ کی بھرپور کارروائی اور عوام اہل سنت سے مرعوب ہو کر فیصلہ کیا کہ وہ کوئی نیا اقدام نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ چہلم کی مجلس بھی منعقد نہ کریں گے۔

شیعوں کی مصالحتی کوشش

شیعوں کی طرف سے ۲۶ ستمبر کا اعلان بُری طرح ناکام ہوا تو انہوں

نے فوری طور پر مصالحت اور باہمی افہام و تفہیم کی کوشش شروع کر دی۔ اگرچہ شیعہ عناصر کی تازہ ترین اشتعال انگیزی سے عوام اہل سنت کے جذبات براہیگختہ تھے تاہم اہل السنّت والجماعت کے رہنماؤں نے قیام امن کی خاطر مصالحتاً روش کو مسترد نہ کیا۔ اہل سنت کے رہنماؤں نے شیعہ رہنماؤں پر واضح کر دیا کہ سابقہ عدالتی فیصلوں کی روشنی میں کوئی باوقار مصالحتی اقدام جو نقص امن کے خاتمے کا ضامن ہو، ہمیں اس پر غور کرنے سے انکار نہ ہوگا۔ البتہ ہم ایسا کوئی اقدام برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں جس سے ستر سالہ فعال تحریک کا وقار مجروح ہو اور عوام اہل سنت کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

قیام امن میں ضلعی انتظامیہ کی دلچسپی

چونکہ بستی بختاور سنی شیعہ تنازعہ ۱۹۱۸ء سے چل رہا ہے اور تھانہ بھکر میں سارا ریکارڈ محفوظ ہے پھر کئی سالوں سے ضلعی انتظامیہ حالات کی نزاکت کا مشاہدہ کر چکی ہے اسلئے پورا سال عموماً اور محرم الحرام کے موقع پر خصوصاً بستی بختاور میں قیام امن کے بارے میں ضلعی انتظامیہ دلچسپی لیتی ہے۔ محرم کا چاند نظر آتے ہی بستی بختاور میں مجسٹریٹ انسپکٹر پولیس اور مسلح پولیس کو بھیج دیا جاتا ہے جو تنازعہ فیہ جگہ پر کڑی نگرانی کرتے ہیں اور چار دیواری میں صرف مرثیہ خوانی کی تقریب منعقد کی جاتی ہے۔ پولیس کے مسلح افراد کو چار دیواری کے باہر دوران تقریب چاق و چوبند رہنے کا حکم ہوتا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان ایکٹ میں عقائدِ اہلسنت کا تحفظ

عوامِ اہلسنت کے لئے یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ ان کے نقطہ نظر کو آئینی تحفظ حاصل ہے اور حضراتِ صحابہ کرامؓ، اہلبیتِ پاکؓ اور ازواجِ مطہراتِ اہماتِ المومنینؓ کی شان میں ذرہ بھر بے ادبی اور گستاخی بھی قابلِ سزا جرم ہے۔

وہ عناصر جو اس قسم کی بے باکی اور ناپاک جسارت کی کوشش کرتے ہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی رو سے سخت سزا کے مستحق ہیں حکومت نے اپنے گزٹ مجریہ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۰ء کے صفحہ نمبر ۲ پر تعزیراتِ پاکستان ایکٹ (XLV) سہ ۸۶ء میں دفعہ نمبر ۲۹۸، الف کا اضافہ کیا ہے اس دفعہ کی رو سے ،

” اگر کوئی شخص خواہ زبانی یا تحریری، اشارۃً، کتایہ یا تہمت لگا کر یا کسی اور قابلِ اعتراض انداز سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ازواجِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (اہماتِ المومنینؓ) رکنِ نبویہ خاندانِ نبوت (اہل بیتؓ) خلفائے راشدین یا صحابہ کرام کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے گا تو وہ تین سال قید یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔“

مذہبی تحریک میں مسلسل احساسِ ذمہ داری

مسک اہل سنت و الجماعت کے تحفظ کی طویل مذہبی تحریک میں فقیر خاندان ریح رداں کی حیثیت رکھتا ہے اور مسلسل احساسِ ذمہ داری کے عملی ثبوت میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ اپنے اکابر کی اس مذہبی تحریک کو تازہ دم اور فعال رکھنے میں استاذ العلماء حضرت مولانا فیض احمد مدظلہ اور راقم الحروف کے والد فقیر حاجی غلام رسول مرحوم نے جو خدمات سرانجام دیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ حضرت مولانا محمد بخش کوندروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مذہبی تحریک کو کامیاب کرنے میں بڑی کوشش کی۔ بوقتِ ضرورت فقیر خاندان کا ہر فرد اپنی بساط کے مطابق اس مذہبی فریضہ کو ادا کرنے میں تعاون کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے والد ماجد مرحوم کے بعد عزیز حافظ محمد نواز سلمہ اور راقم الحروف پر یہ ذمہ داری زیادہ ہو گئی ہے جس کے نبھانے میں حتیٰ الوسع کوشش کی جاتی ہے عزیز حافظ محمد نواز سلمہ اس سلسلے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں پیش پیش رہتے ہیں عزیزم فقیر خورشید احمد، ڈاکٹر حافظ غلام محمد، فقیر حافظ محمد عیسیٰ اور فقیر خاندان کے دوسرے نوجوان بھی اس مذہبی فریضہ کو سرانجام دینے میں قابلِ تعریف کردار ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان باہمت نوجوانوں کو ہمیشہ مذہبی جذبات سے سرشار رکھے اور شرِ اعداء سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

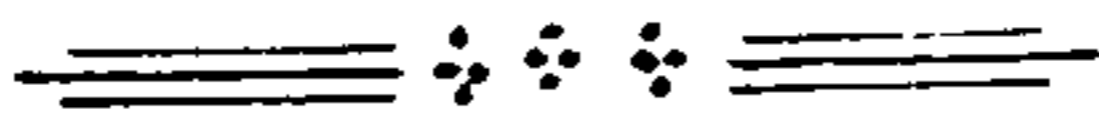
فقیر خاندان کے معاشی حالات

دینی و مذہبی روایات کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ فقیر خاندان اپنے معاشی حالات کو سدھارنے کے لئے بھی خاص توجہ دیتا ہے اور معاشی امور میں خود کفیل ہو کر خاندانی و صعداری، عزت نفس اور استغناء کو مد نظر رکھتا ہے۔ فقیر خاندان کے زیادہ تر افراد زراعت اور کھیتی باڑی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس وقت فقیر خاندان پندرہ سو کنال سے زائد زرعی رقبے کا مالک ہے جس میں تقریباً سات سو کنال پر مشتمل رقبہ بستی بختاورد سے مغربی جانب ہسپتال اور ہائی سکول کے قریب واقع ہے اسی طرح تقریباً تین سو کنال زرعی رقبہ بستی بختاورد سے متصل جنوب مغربی جانب چاہ فقیرانوالا پر واقع ہے۔ باقی زرعی رقبہ جات بھی قریب قریب واقع ہیں۔ مختلف رقبہ جات میں سات آٹھ ٹیوب ویل فقیر خاندان کی ملکیت ہیں۔ باغات اور نرسری کے قطعہ جات زرعی رقبہ کے علاوہ ہیں جہاں بجلی کی موٹریں لگی ہوئی ہیں اور وہ شہری آبادی کی حدود میں واقع ہیں۔ جدید زرعی آلات ٹریکٹر، مہریشیر وغیرہ بھی فقیر خاندان کے پاس ہیں اور یوں زراعت کا کام پورے اسباب و ذرائع سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ خاندان کے کچھ افراد سرکاری ملازمت سے منسلک ہیں جو زیادہ تر شعبہ تعلیم میں کام کر رہے ہیں۔ پرائیویٹ مذہبی اداروں میں بھی خاصی تعداد سرگرم عمل ہے۔ خاندان کے بعض افراد تجارت اور کاروبار میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ مذہبی امور میں خاص توجہ کے ساتھ ساتھ نوجوان طبقہ دنیوی ذمہ داریوں کو نبھانے کا بھی احساس رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں جدید

تعلیم کے حصول کا شوق پایا جاتا ہے جو اس بات کا عکاس ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بڑے کاروائے کے لئے مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حصولِ تعلیم اور معاشی اقدامات کا یہ جذبہ اگر برقرار رہا تو قومی توقع کی جاسکتی ہے کہ خاندان کے نوجوان اپنی معیشت کو سنوارنے میں نمایاں کردار ادا کریں گے اور وقت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے چیلنج کا مقابلہ کرتے ہوئے عزم و ہمت کا مظاہرہ کریں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کی توانائیوں، صلاحیتوں اور فکری و عملی قوتوں میں برکت فرمائے اور ان کی کوششوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

تکمیل کتاب پر اظہارِ تشکر

الحمد للہ کتاب "انوار العارفین" ڈیڑھ سال کی مسلسل محنت و کاوش کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی اور فقیر خاندان کی اڑھائی سو سالہ تاریخِ ضبطِ تحریر میں آگئی۔ راقم الحروف انوار العارفین کی کتابت و طباعت سے متعلقہ بعض امور میں تعاون پر جناب صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی زید لطف اور عزیز محترم مولانا محمد امین سعیدی سلمہ مدرس مدرسہ انوار العلوم کا خاص طور پر ممنون ہے۔ انوار العارفین کے کاتب جناب محمد انور سعیدی سلمہ اور جناب منظور احمد سعیدی سلمہ (الخطاط) شاہین مارکیٹ ملتان کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی اور حسنِ اخلاق سے کتابت اور تصحیح کا کام سرانجام دیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ